جسے وسعتیں بھی نہ پا سکیں
وہ نبیؐ کا پاک مقام ہے

زادُ المَعاد

حصہ سوم

ترجمہ و حواشی المعروف سیرت خیر العباد از قلم

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

ناشر

مکتبہ بُرہان اُردو بازار جامع مسجد دھلی

طبع اول

نام کتاب ترجمہ زاد المعاد حصہ سوم
ترجمہ و حواشی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
قیمت مجلد ۲۵ روپے قیمت غیر مجلد ۲۲ روپے
ناشر مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی
سنہ طباعت ماہ رجب ۱۳۹۸ھ مطابق جون ۱۹۷۸ء

مطبوعہ
الجمعیۃ پریس دہلی

فہرست مضامین ترجمہ زاد المعاد حصہ سوم

عنوان	صفحہ
۳۸ واں باب	
جہاد اور ہجرت	
اقسام جہاد	۱۰
تقسیمات جہاد	۱۴
شیطان کے ساتھ جہاد	״
ظالموں کے ساتھ جہاد	۱۵
ہجرت	״
حضور صلعم کا جہاد	۱۶
دعوت اسلام	۲۳
اسلام علی اور زید بن حارثہ	۲۴
حبشہ کی ہجرت	۲۶
نماز میں حرمت کلام	۲۸
مہاجرین اور نجاشی	۳۳
کفار کا گٹھ جوڑ	۳۴
طائف جانا	۳۵
جنات کا ایمان لانا	۳۷
۳۹ واں باب	
معراج اور ہجرت	

عنوان	صفحہ
حقیقت معراج	۴۲
معراج کے بعد	۴۴
حقیقت اسراء	۴۵
وقت معراج	۴۷
آغاز ہجرت مدینہ	۴۸
بیعت عقبہ	۴۹
حضور کی ہجرت	۵۲
چالیسواں باب	۶۵
قیام مدینہ منورہ	
مدینہ میں استقبال	۶۵
قبا میں تعمیر مسجد	۶۶
مدینہ میں قیام	״
تعمیر مسجد نبوی	۶۹
مواخات یا بھائی بنانا	۷۱
دستور مدینہ	۷۲
تحویل قبلہ	۷۳
تحویل قبلہ قرآن کی روشنی میں	۷۴
مشروعیت اذان	۷۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اکتالیسواں باب	۷۹	بنو نضیر کا معاملہ	۱۱۹
جہاد اور اُس کے متعلقات	۷۹	بنو قریظہ	۱۲۱
اجازت جہاد	〃	ایک اختلاف	۱۲۲
فرضیت جہاد	۸۱	ابو لبابہ رض کا واقعہ	۱۲۵
فضیلت جہاد	۸۳	صلح اور نقض عہد	۱۲۸
بیعت جہاد	۹۵	جنگ بندی معاہدہ	۱۳۰
آداب جہاد	〃	سفراء کفار	〃
تقسیم غنیمت	۹۸	قریش کے ساتھ معاہدۂ جنگ بندی	۱۳۲
مثلہ بنانا	۱۰۱	اہل خیبر کے ساتھ معاہدہ	۱۳۴
مال غنیمت میں چوری	۱۰۲	عہد ذمہ اور جزیہ	۱۴۲
قیدیوں کا حکم	۱۰۴	جعلی معاہدہ	۱۴۳
جاسوسی کا حکم	۱۰۸	آیت جزیہ	۱۴۴
غلاموں کو آزاد کرنا	۱۰۹	کفار اور منافقین	۱۵۰
وہ زمین جو غنیمت میں ملی	۱۱۰	اہل طاعت کے ساتھ برتاؤ	۱۵۲
مکہ کی حیثیت	۱۱۴	۴۳ واں باب	
بیالیسواں باب		غزوات اور سرایا	۱۵۶
مدینہ منورہ کا انتظام	۱۱۶	سریہ سیف البحر	〃
مشرکین کے درمیان قیام	〃	سریہ بطن رابغ	〃
اہل کفر کے ساتھ معاملہ	〃	سریہ سعد بن وقاص	۱۵۷
مدینہ منورہ کے کفار	۱۱۷	غزوہ ابواء	〃

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
غزوۂ بواط	۱۵۸		
غزوۂ سفوان	"	۴۵ واں باب	
" ذوالعشیرہ	"	چند اہم واقعات	۲۰۳
سریہ عبداللہ بن جحش	۱۵۹	واقعہ رجیع	"
فتنہ کے معنی	۱۶۰	واقعہ بیر معونہ	۲۰۵
غزوۂ بدر	۱۶۳	واقعہ بنی نضیر	۲۰۷
نصرت الٰہی	۱۶۷	غزوۂ ذات الرقاع	۲۰۸
بنی کنانہ کا واقعہ	۱۷۱	صلوٰت خوف	۲۰۸
چند واقعات	"	ذات الرقاع سے واپسی	۲۱۱
غزوہ بنی سلیم	۱۷۷	بدر ثانیہ	۲۱۲
غزوہ السویق	"	دومۃ الجندل	۲۱۲
غزوہ غطفان	۱۷۸	غزوہ مریسیع	۲۱۳
" بنی قینقاع	"	آیت تیمم	۲۱۴
کعب بن اشرف کا قتل		قصۂ افک	۲۱۵
۴۴ واں باب		مقام عائشہ	۲۱۸
غزوۂ احد	۱۸۰	ایک اشکال کا جواب	۲۱۹
مختلف واقعات	۱۸۴	دوسرا اشکال اور جواب	۲۲۰
احکامات	۱۹۴	تیسرا اشکال اور جواب	۲۲۲
غزوۂ احد کے اسرار	۱۹۷	راس المنافقین	۲۲۳
احد سے مراجعت	۲۰۰	غزوۂ خندق (تاریخ)	۲۲۳
غزوۂ حمراء الاسد	۲۰۱	سبب غزوۂ خندق	۲۲۳

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
کفار کی مراجعت	۲۲۶	جنگ خیبر	۲۵۸
قضیہ بنی قریظہ	۲۲۸	حبشی غلام کا واقعہ	۲۶۱
ابو رافع کا قتل	۲۲۸	فتح خیبر	۲۶۳
غزوہ بنی لحیان	۲۲۸	حضرت صفیہ سے عقد	۲۶۵
سریہ نجد	۲۲۹	تقسیم خیبر	۲۶۶
غزوۃ الغابہ	۲۳۰	مہاجرین حبشہ کی آمد	۲۶۹
دیگر سرایا	۲۳۱	زہر دینے کا واقعہ	۲۷۳
۲۶ واں باب		اہل مکہ کی حالت	۲۷۴
		احکامات	۲۷۷
واقعہ حدیبیہ	۲۳۸	مال غنیمت کی تقسیم	۲۷۹
تاریخ اور تعداد	″	حمار کے گوشت کی حرمت	۲۷۹
عمرۂ حدیبیہ کی تفصیل	۲۳۹	حرمت متعہ	۲۸۰
بیعت رضوان	۲۴۱	مساقات اور مزارعت	۲۸۲
صلح حدیبیہ	۲۴۲	فتح خیبر کی نوعیت	۲۸۷
جنگ بندی معاہدہ	۲۴۴	وادی القریٰ	۲۸۸
ابو جندل کا واقعہ	۲۴۵	بعض مسائل	۲۹۱
واقعات حدیبیہ	۲۴۷	سریہ ابوبکر صدیق	۲۹۲
تفصیل معاہدہ	۲۴۸	سریہ عبداللہ بن رواحہ	″
چند فوائد	۲۵۰	سریہ بشیر بن سعد	۲۹۳
معاہدے کے اسرار	۲۵۷	″ اسامہ بن زید	″
غزوۂ خیبر	″	″ غالب بن عبداللہ	۲۹۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حبیل بن نویرہ کی آمد	۲۹۵	ام ہانی کے یہاں	۳۲۸
سریہ ابو حدرد	۲۹۵	بعض اہم واقعات	″
سریہ ضم	۲۹۶	دوسرا خطبہ	۳۲۹
″ عبداللہ بن حذافہ	۲۹۸	تجدید حرم	۳۳۱
۴۷ واں باب	۲	سریہ خالد بن ولید	۳۳۲
عمرہ قضا اور فتح مکہ	۳۰۰	لطائف اور احکام	۳۳۳
عمرہ قضا	″	۴۸ واں باب	
حالت احرام میں نکاح	۳۰۱	غزوہ اوطاس وغیرہ	۳۳۹
حق حضانت	۳۰۲	غزوہ اوطاس	″
عمرہ قضا کا نام	۳۰۴	وفد ہوازن	۳۴۶
غزوہ موتہ	۳۰۵	اسرار اور حکم	۳۴۷
غزوہ ذات السلاسل	۳۰۸	مسائل اور احکام	″
جنابت کے لئے تیمم	۳۰۹	غزوہ طائف	۳۵۱
سریہ خبط	۳۱۱	وفد ثقیف	۳۵۳
فتح مکہ	۳۱۴	احکامات	۳۵۶
اسباب فتح مکہ	″	محصلین صدقہ	۳۶۱
مکہ معظمہ کو روانگی	۳۱۷	سرایا ۹ھ	″
حاطب بن بلتعہ	۳۱۸	سریہ قبط	۳۶۳
مکہ میں فاتحانہ داخلہ	۳۲۰	سریہ ضحاک بن سفیان	″
خطبہ فتح مکہ	۳۲۶	سریہ علقمہ	″

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سریہ علی رض	۳۶۲	احکامات	۳۸۷	احکامات	۴۱۸
کعب بن زہیر	۳۶۶	حج صدیق اکبر	۳۹۲	وفد بنی سعد	۴۲۰
۹ھ واں باب		پچاسواں باب		وفد طارق بن عبداللہ	۴۲۱
غزوہ تبوک وغیرہ	۳۶۸	آمد وفود	۳۹۵	وفد تجیّب	۴۲۲
چند فقیر صحابہ	۳۶۹	احکامات	"	وفد بنی سعد	۴۲۴
مدینہ سے روانگی	۳۷۰	وفد بنی عامر	۳۹۶	وفد بنی فزارہ	۴۲۵
وادی معذب	۳۷۱	وفد عبدالقیس	۳۹۸	وفد بنی اسد	۴۲۶
متفرقات	۳۷۲	احکامات	۳۹۹	وفد بہرار وفد عذرہ	۴۲۷ ۴۲۸
منافقین	۳۷۵	وفد بنی حنیفہ	۴۰۱	وفد بلی	۴۲۸
امیر ایلا	۳۷۶	احکامات	۴۰۲	احکامات	۴۲۹
سریہ خالد بن ولید	۳۷۷	وفد بنی طے	۴۰۳	وفد ذی مرہ	"
چشمۂ تبوک	"	وفد کندہ	۴۰۵	وفد خولان	۴۳۰
وفات عبداللہ ذوالبجادین	۳۷۸	وفد اشعری	۴۰۶	وفد محارب	۴۳۱
تبوک میں خطبہ اور نماز	"	وفد ازد	۴۰۷	وفد صداء	۴۳۳
دو نمازوں کو جمع کرنا	۳۷۹	وفد بنی حارث	۴۰۸	وفد غسان	۴۳۴
منافقین کا فریب	"	وفد ہمدان	۴۰۹	وفد سلامان	"
ایک تنقید	۳۸۱	وفد مزینہ	۴۱۰	وفد بنی عبس	۴۳۵
مسجد ضرار	۳۸۲	وفد دوس	"	وفد غامد	۴۳۵
مدینہ منورہ میں داخلہ	۳۸۳	احکامات	۴۱۳	وفد بنی منتفق	۴۳۷
تائبین	"	وفد نجران	۴۱۴	جنت میں ولادت	۴۴۰

۳۸ واں باب

جہاد — اور — ہجرت

جہاد اسلام کا ستون اور اس کا ایک قلعہ ہے، اور مجاہدین کا مرتبہ جنت میں اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، اور مجاہدین کی دنیا اور آخرت میں بہت بڑی قدر و منزلت ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں بھی ہر اعتبار سے سب سے بلند مقام پر فائز ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے حق جہاد ادا کیا اور ہر نوع کا جہاد کیا۔ جہاد بالقلب اور دعوت، بیان، سیف و کمان، سب طرح سے جہاد کیا، اور آپ کے تمام اوقات جہاد کے لئے وقف تھے۔ اسی وجہ سے آپ تمام عالمین میں ارفع الذکر ہیں۔[1] آپ کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت ہی زیادہ بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرماتے ہی جہاد کا حکم فرما دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ	اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے
نذیرا فلا تطع الکافرین و	پس آپ کافروں کی اتباع نہ کریں اور ان کے ساتھ
جاھدھم بہ جہادا کبیرا	بہت بڑا جہاد کریں۔

یہ سورت مکی ہے۔ اس میں کافروں کے ساتھ جہاد کا امر ہے۔ اس سے مراد حجت اور بیان، تبلیغ قرآن ہے اور ایسے ہی منافقین کے ساتھ جہاد ہوتا ہے، ان کو بھی تبلیغ

---

[1] آیۂ مبارکہ "ورفعنا لک ذکرک" کی طرف اشارہ ہے۔

اور دلائل کے ساتھ دعوت دی جاتی ہے، ورنہ وہ تو مسلمانوں کے ماتحت ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم وماواھم جھنم وبئس المصیر	اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر شدت کیجئے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کافروں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اور یہ جہاد خواص اُمت اور وارث رسول کا جہاد ہے۔ اس قسم کے جہاد کو قائم کرنے والے اور اس میں اعانت اور شرکت کرنے والے تعداد کے اعتبار سے کم افراد ہوتے ہیں، لیکن ان کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہوتا ہے (اس قسم کے جہاد کو اہل علم اور خواص اُمت داعین الی اللہ ہی انجام دے سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وہ کم ہوتے ہیں)

اقسام جہاد افضل جہاد سخت حالات میں "قول حق ہے" اور حضرات انبیاء علیہم السلام اسی واسطے مبعوث ہوتے ہیں کہ وہ ناساعد حالات میں "قول حق" کہتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں بھی سب سے اکمل ہیں، اور جہاد کی دو قسم ہیں۔ ایک جہاد وہ جو اللہ کے دشمنوں سے کیا جاتا ہے۔ دوسرا جہاد بندہ کا اپنے نفس سے اللہ کے لئے ... کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

المجاھد من جاھد نفسہ فی ذات اللہ والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ	مجاہد وہ ہے جو اللہ کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو ممنوعات کو ترک کردے۔

لہٰذا جہاد نفس مقدم ہے۔ جب تک آدمی نفس کے ساتھ جہاد نہ کرے (کہ ممنوعات کو ترک اور مامورات کو اختیار کرے) اس وقت تک وہ جہاد خارجی یعنی دشمنان خدا کے ساتھ جہاد نہیں

---

[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ وہ پہلے اخلاص اُمت اور وارث رسول ہیں جنھوں نے منافقین کے ساتھ جہاد کیا۔

کر سکتا۔ اس آدمی کے لیے خدا کے دشمن کے ساتھ کیسے جہاد ممکن ہو سکتا ہے؟ کہ خود اس کا دشمن اُس کے پہلو میں موجود ہو اور اس پر غالب اور مسلط ہو اور وہ اس سے جہاد نہ کر سکتا ہو (یعنی نفس و شیطان کے ساتھ) بلاشبہ ایسا آدمی دشمنان خدا کے مقابلہ کے لئے ہرگز نہیں نکل سکتا تاوقتیکہ وہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہ کرے۔

ان دونوں دشمن یعنی خدا کا دشمن اور مسلمان کا دشمن (کافر اور نفس) کے ساتھ جہاد کر کے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمایا ہے۔ ان دونوں دشمنوں کے علاوہ بھی ایک اور بڑا دشمن ہے اس سے جہاد کئے بغیر مذکورہ دونوں دشمنوں سے جہاد ممکن نہیں ہے یہی دشمن دونوں دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے سے روکتا ہے اور خوف زدہ کرتا ہے اور خیال پیدا کرتا ہے کہ جہاد کرنے میں یہ مشقت ہے، لذتیں فنا ہوتی ہیں۔ یہ بڑا دشمن شیطان ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان الشیطٰن لکم عدوّ — شیطان تمہارا دشمن ہے تم اس کو دشمن

فاتخذوہ عدواً — ہی بنائے رکھو!

اس آیت میں اتخاذ عدو کا امر ہے، اس میں اشارہ ہے حتی الوسع شیطان کے ساتھ جہاد کیا جائے وہ بھی بندے کے ساتھ برابر جنگ جاری رکھتا ہے اور کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہے

الحاصل یہ تین دشمن ہیں جن سے جنگ اور جہاد کا بندے کو امر کیا گیا ہے اور اس دنیا میں اسی جہاد میں انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے سامان جہاد ہتھیار اور مدد عطا کی ہے اور اُس کے دشمنوں کو بھی یہ سب کچھ حاصل ہے اور ہر فریق ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ — ہم نے تمہارے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے

اتصبرون وکان ربک بصیرا — آیا صبر کرتے ہو یا نہیں اور تیرا رب دیکھنے والا۔

دوسرا ارشاد ہے:۔

ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین — اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے تاکہ تمہارے مجاہدین اور صابرین معلوم ہو جائیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کان، آنکھ، عقل، قوت عطا کی ہے۔ اُن پر اپنی کتابیں اُتاریں اور رسول بھیجے اور ان کی اپنے فرشتوں کے ذریعہ امداد کی۔ اور فرمادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس مومنین ثابت قدم رہے اور اُن کی بہت بڑی مدد کی گئی۔ اور بتلا دیا گیا کہ اگر وہ برابر امتثال امر کرتے رہے تو وہ ہمیشہ مدد کئے جائیں گے اور وہ اپنے اور خدا کے دشمن پر غالب رہیں گے اللہ تعالیٰ نے خبردار کردیا ہے کہ وہ متقین، محسنین، صابرین، مومنین کے ساتھ ہے اور ان سے ان چیزوں کو دفع کرتا رہے گا جس کو وہ دفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ وہ خدا ہی کے دفاع سے دشمنوں پر نصرت اور غلبہ پاتے ہیں۔ اگر مومنین کے ساتھ خدائی دفاع نہ ہو تو اُن کا دشمن اُن کو ہلاک کردے گا

مومنین کی طرف سے یہ مدافعت ان کے ایمان کے بقدر ہوتی ہے۔ قوی الایمان کی مدافعت قوی ہوتی ہے جس کو یہ خیر میسر ہے اُس کو خدا کی حمد کرنی چاہیئے اور جس کو یہ حاصل نہیں ہے اُس کو اپنے ہی نفس پر ملامت کرنا چاہیئے۔

خدا نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی راہ میں حق جہاد ادا کریں جیسا کہ اُن کو حق تقویٰ ادا کرنے کا امر فرمایا ہے۔ لہٰذا ہرگز نافرمانی نہ کرنی چاہیئے یاد رکھنا چاہیئے کفر نہیں شکر ادا کرنا چاہیئے۔ حق جہاد یہ ہے کہ آدمی کا دل، زبان، جوارح سب کے سب مسلمان ہو جائیں اور وہ تمام ہی خدا کا ہو جائے نفس کا بندہ نہ رہے۔

شیطان کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ اُس کے وعدوں کی تکذیب کی جائے اُس کی نافرمانی کی جائے۔ شیطان اُمیدوں اور آرزوؤں کو دلوں میں ابھارتا ہے۔ غرور میں مبتلا کرتا ہے فقر کا دعدہ اور برائیوں پر اُکساتا ہے اور تقوی، ہدایت، پاکدامنی، صبر، اور تمام ایمانی اخلاق سے روکتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ جہاد اس کی تکذیب کرنا ہے۔ اس طرح

جہاد کرنے (یعنی نفس اور شیطان کے ساتھ) سے انسان کو قوت حاصل ہوگی اور وہ زمین پر اللہ کے دشمنوں (کافروں) پر اپنے قلب، زبان، سامان، مال وغیرہ کے ذریعہ غالب رہیگا اور پھر اللہ ہی کی بات کو سب پر فوقیت رہے گی۔

جہاد کے بارے میں اسلاف کی تعبیرات مختلف ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا ہے "اپنی پوری طاقت کو اس طرح صرف کیا جائے کہ ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی جائے۔ حضرت مقاتل نے فرمایا ہے" اللہ کے لئے ایسا عمل کرو جیسا اُس کا حق ہے"! اور ایسی عبادت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے"۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے "نفس اور خواہشات کی مخالفت کرنا"، ان حضرات کا قول درست نہیں ہے جنھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ دونوں آیت منسوخ ہیں کیونکہ حق جہاد اور حق تقویٰ۔ یہ امر لا یطاق"، ہیں بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جہاد اور تقویٰ۔ احوال کے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ہے اور بقدر ممکن ہر ایک اس کا مکلف ہے ہے۔ اپنے علم، جہل، عجز کے برابر ہر ایک مامور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

ھو اجتبٰکم و ما جعل علیکم	اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب کیا ہے اور تم پر
فی الدین من حرج	دین میں تنگی نہیں کی ہے۔

حرج کے معنی تنگی کے ہیں، اور دین کے معاملہ میں وسعت ہے اور بقدر وسعت ہر ایک مکلف ہے جیسا کہ ہر جاندار کو رزق بقدر وسعت ملتا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"میں سہل ترین مذہب دیکر بھیجا گیا ہوں"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے انتہا سہولت اور ترقی عطا فرمائی ہے ان کے دین کے بارے میں بھی اور ان کے رزق کے بارے میں بھی، اور اپنی مغفرت کے بارے میں بھی۔ اپنی توبہ کو اُس نے بندوں پر خوب پھیلا دیا ہے۔ جب تک انسان کے جسم میں روح موجود ہے ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے بند نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے

طلوع ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر گناہ کا کفارہ مقرر فرما دیا ہے مثلاً توبہ، صدقہ، نیکی اور کسی مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر حرام کے بدلہ حلال جو حرام سے زیادہ نافع، زیادہ عمدہ اور زیادہ لذیذ مقرر فرما دیا ہے تاکہ بندہ حرام سے بچا رہے اور حلال کو حاصل کرتا رہے ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ آدمی دو تنگیوں میں مبتلا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کا بندے کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

تقسیمات جہاد

(مندرجات بالا) کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ جہاد کے چار درجہ ہیں، جہاد النفس، جہاد الشیطان، جہاد الکفار، جہاد المنافقین جہاد نفس کے بھی چار درجہ ہیں۔ ایک درجہ علم حاصل کرنا اور ہدایت سیکھنا، کیونکہ بلا اس کے دنیا اور آخرت میں فلاح اور سعادت نصیب نہیں ہو سکتی اور اگر علم نہ ہو تو شقاوت دارین پلے پڑتی ہے۔

دوسری قسم، علم کے مطابق عمل کرنا، اس لئے کہ علم محض نہ مضر ہے اور نہ نافع ہے تیسری قسم لوگوں کو سکھنے اور حاصل کرنے کی دعوت دینا۔ اگر اس علم کو چھپائیگا تو اس کا علم نافع نہیں ہے اور نہ اس کو عذاب سے نجات مل سکتی ہے۔ چوتھا درجہ یہ کہ دعوت میں جو مشقت ہو اس پر صبر کرے، اور مخلوق کی اذیتوں کو برداشت کرے اور تحمل سے کام لے۔ جب جہاد نفس کے یہ چاروں درجہ پورے ہو جاتے ہیں تو وہ آدمی ربانی (اللہ والا) ہو جاتا ہے۔ اسلاف کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عالم کو ربانی ہونے کا اس وقت تک استحقاق نہیں ہے جب تک اس میں یہ چاروں درجے نہ ہوں اسی کے بعد وہ عالم آسمانوں میں عظیم شمار ہوتا ہے۔

شیطان کے ساتھ جہاد

شیطان کے ساتھ جہاد کے دو درجہ ہیں۔ ایک جہاد شکوک و شبہات کو دفع کرنا، دوسرا جہاد شہوت اور برائیوں کے

غم کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ پہلا جہاد یقین ۔۔۔ کے بعد ہوتا ہے اور دوسرا جہاد صبر حاصل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآيٰتنا يوقنون۔	ان میں سے ایک جماعت وہ ہے جو ہمارے امر سے ہدایت یافتہ ہے جب انھوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھا۔

معلوم ہوا کہ یہ دینی جماعت صبر اور یقین سے ہوتی ہے۔ بہرحال صبر شہوات کو دور کرتا ہے اور یقین شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے۔

کفار اور منافقین کے ساتھ، اس کے بھی چار مرتبے ہیں۔ قلب کے ساتھ، زبان کے ساتھ، نفس کے ساتھ اور کفار کے ساتھ جہاد زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔

ظالموں کے ساتھ جہاد

ارباب ظلم، اہل بدع اور اہل منکرات کے ساتھ جہاد کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ ہاتھ کے ساتھ، اگر قادر نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو قلب سے۔ الحاصل جہاد کے یہ ۱۳ درجے ہیں۔ جو آدمی اس حالت میں مرا کہ اس کے دل میں ان اقسام کے جہاد میں سے کسی بھی قسم کے لئے ارادہ نہ پایا گیا اس کی موت ایک قسم کے نفاق پر ہوتی ہے

ہجرت

جہاد بغیر ہجرت کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور ہجرت اور جہاد بغیر ایمان کے مکمل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں چیزوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے :-

ان الذين آمنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرجون رحمة الله والله غفور رحيم ۝	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اس کے راستہ میں بھی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ مغفرت کرنے والا رحیم ہے۔

اور جیسا کہ ہر ایک پر تکمیل ایمان فرض ہے اس پر دو ہجرتیں بھی فرض ہیں۔ ایک ہجرت الی اللہ اور دوسری الی رسول۔ حدیث شریف ہے:۔

فمن کان ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امراۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ	جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی ہی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا عورت سے بیاہ کرنے کے لئے ہے اسکی ہجرت وہی ہے جس کی طرف کی ہے

لہٰذا آدمی پر اللہ کے معاملہ میں جہاد نفس فرض ہے اور جہاد شیطان بھی فرض ہے۔ یہ سب کے سب فرض عین ہیں۔ ان کا قائمقام کوئی دوسری چیز نہیں ہوسکتی۔ اور نہ کوئی دوسرا نیابت کرسکتا ہے، البتہ جہاد کفار اور منافقین بعض اُمت پر فرض ہے۔

حضور صلعم کا جہاد سب سے کامل وہی ہے جو سب قسم کے جہادوں کو پورے طور پر بجالایا ہے اس اعتبار سے لوگوں کے مراتب مختلف ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سب سے اکمل اور اتم ہیں کیونکہ آپ نے جہاد کے تمام مراتب کامل طور پر قائم کئے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں حقِ جہاد ادا کیا ہے۔ اور بعثت سے لیکر وفات تک آپ نے اس فریضہ کو ادا کیا ہے۔ جیسے ہی آپ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر و ثیابک فطھر	اے مدثر اُٹھ اور لوگوں کو ڈرا، اور اپنے رب کی کبریائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک کر

چنانچہ آپ دعوت کے لئے پورے طور پر مستعد ہو گئے اور دن رات، اعلانیہ اور چھپ کر پورے طور پر لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا، اور جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

فاصدع بما تومر	جس چیز کا آپ کو امر ہوا ہے اُس کو بجا لائیے۔

توآپ نے بلا خوف لومۃ لائم ہر چھوٹے بڑے عورت مرد، غلام، آزاد ہر ایک کو خدا کی طرف بلایا۔ اور ہر ایک کو اللہ کا امر اعلانیہ بتلایا۔ کافروں کے بتوں کی خرابیاں بتلا کر متوجہ کیا تو پھر آپ پر اذیتوں کی بھرمار ہوگئی۔ اور وہ لوگ بھی ستائے گئے جنھوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ یہی سنت اللہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل من قبلك	جو کچھ آپ کو کہا جاتا ہے وہی آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا ہے۔

دوسرا ارشاد ہے:-

وکذٰلك جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس والجن	ایسے ہی ہر نبی کے شیاطین انس اور جن دشمن ہوئے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:-

ما اتی الذین من قبلهم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون	جو بھی ان سے پہلے رسول آیا ہے اس کو ساحر اور مجنون ضرور کہا ہے

حق تعالیٰ شانہ نے پہلے رسولوں کا اسوہ بتلا کر آپ کو تسلی دی اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو اس طرح تسلی دی ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معه متی نصر الله، الا ان نصر الله قریب - الآیة	کیا تمہارا گمان ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤگے حالانکہ ابھی تک گذشتہ لوگوں کی مثالیں نہیں آئیں۔ کہ ان کو خوف، تکلیف نے آگھیرا، اور اتنے جھڑجھڑائے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ مومنین کہہ اٹھے کب ہے اللہ کی مدد (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا) اب اللہ کی مدد قریب ہے

أحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون و قد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین۔ الآیۃ

کیا لوگوں کا گمان ہے کہ ان کو صرف آمنّا کہنے ہی پر چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ ہوگی ہم نے ان سے پہلوں کو بھی آزمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے

ام حسب الذین یعملون السیّات ان یسبقونا ساء ما یحکمون۔ الآیۃ

جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا انکا خیال ہے کہ وہ ہم سے بچ جائیں گے؟ یہ انھوں نے برا فیصلہ کیا ہے

من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت وھو السمیع العلیم الآیۃ

جس کو اللہ سے ملاقات کی اُمید ہو تو اللہ کی مقررہ مدت آنے والی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ۔ ان اللہ لغنی عن العالمین الآیۃ

جو جہاد کرتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے جہاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے بے نیاز ہے۔

والذین آمنوا وعملوا الصالحات لنکفرن عنھم سیّاتھم ولنجزینھم احسن الذی کانوا یعملون الآیۃ

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیں گے اور ہم ان کو ان کے عمل سے بہتر بدلہ دیں گے۔

ووصینا الانسان بوالدیہ حسناً وان جاھداک لتشرک بی مالیس لک بہ علمٌ فلا تطعھما الیّ مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون الآیۃ

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اور اگر وہ معلوم چیزوں کو شریک بنانے کے لئے کوشش کریں۔ پس ان کی اطاعت نہ کرنا میری ہی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ اس وقت ہم بتا دیں گے جو کچھ تم کرتے تھے۔

والذین آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنھم فی الصالحین

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو صالحین میں داخل کریں گے

انسان کو ان آیات کے سیاق پر غور کرنا چاہئے کہ ان میں کیا عبرتیں ہیں اور کیا اسرار ہیں؟

جب انسانوں کی طرف رسولوں کو بھیجا جاتا ہے تو ان کے لئے صرف دو ہی راستے ہیں یا ایمان لانا یا انکار کرنا اور کفر پر باقی رہنا جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کی مختلف فتنوں میں آزمائش ہوتی ہے تاکہ صادق اور کاذب معلوم ہوجائے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ان کو یہ خیال نہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ عاجز ہے۔

وکیف یفر المرء عنہ بذنبہ　　اذا کان یطوی فی یدیہ المراحل

جو لوگ رسول پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں تو لوگ ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور ان کو اذیتیں پہونچاتے ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو دنیا میں بھی عذاب ہوگا اور یہ تکلیف دشمنوں کے ستانے سے زیادہ ہوگی اور ہمیشہ رہے گی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان لانے والے ہوں یا کافر ہوں وہ کسی نہ کسی قسم کی تکلیف سے بچ نہیں سکتے۔ لیکن ایمانداروں کو ابتداءً تکلیف ہوتی ہے اور پھر دنیا اور آخرت بخیر رہتی ہے اور کافروں کو اگرچہ کچھ دنیوی لذت حاصل ہوجائے لیکن ان کو دائمی رنج اُٹھانا پڑے گا۔ امام شافعی صاحبؒ سے دریافت کیا گیا کون آدمی افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

کسی آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی آزمائش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم رسولوں کی آزمائش کی ہے۔ جب انھوں نے صبر کیا تو ان کو قدرت دیدی گئی۔ لہٰذا کسی کو بھی یہ خیال نہ ہونا چاہئے کہ بلا آزمائے چھٹکارا ہوجائے گا، البتہ اس تکلیف میں عقل کے اعتبار سے مراتب ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے کہ جس نے دائمی تکلیف کو تھوڑی تکلیف کے بدلہ بیچ دیا، اور وہ سب سے زیادہ بدبخت ہے جس نے اس کا الٹا کیا

اگر یہ کہا جائے کہ عقل اس کو کس طرح قبول کرے کیونکہ نفس تو جلد والی چیز کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

كلا بل تحبون العاجلة وتذرون الآخرة ان هؤلاء يحبون العاجلة ويذرون وراءهم يوما ثقيلا

ہرگز نہیں بلکہ تم دنیا کو پسند کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔ اور یہ کافر دنیا کو پسند کرتے ہیں۔ اور اپنے پیچھے نہایت بھاری دن کو چھوڑ دیتے ہیں۔

بہرحال یہ ہر انسان کو حاصل ہے۔ انسان مدنی الطبع ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اور لوگوں کے مختلف نظریات اور تصورات ہوتے ہیں اسی کے مطابق مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی موافقت کی جائے اور اگر موافقت نہیں کی جاتی تو ستاتے ہیں مثلاً کوئی آدمی جو بدکردار لوگوں میں رہتا ہو اور اس کے پاس کوئی دیندار متقی آدمی ہو تو وہ بدکردار لوگ اس پر بغیر اس کی اعانت کے غلبہ نہیں پا سکتے۔ لہذا پورا پورا پرہیز کرنا چاہیئے حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ سے فرمایا تھا:-

من رضى الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس بسخط الله لم يغنوا عنه من الله شيئاً

جو لوگوں کو ناراض کر کے خدا کو راضی کرے اللہ اسکو لوگوں کی مشقت سے بچائیگا اور جو لوگوں کو راضی کرے تو لوگ اس کو بچا نہیں سکتے۔

اس دنیا کے حالات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا۔ بہت سے آدمی کفر اور بدعت کے سرغنوں کی ان کے ڈر کی وجہ سے اعانت کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جن کو ہدایت دیتا ہے وہ ان کی پرواہ نہیں کرتے، حرام سے بچتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے مہاجرین اور انصار کے ساتھ ہوا ہے۔ اور علمائے حق، عادل حکام، نیک تاجروں کی بھی آزمائش ہوئی ہو انھوں نے بھی دنیا کی تکلیف کے مقابلہ میں آخرت کی تکلیف کو ترجیح دی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

من كان يرجو لقاء الله فان اجل الله لآت وهو السميع العليم

جو اللہ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہو تو اسکی مقررکردہ مدت آنیوالی ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس تصور کی بنا پر بندہ دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت برداشت کرلیتا ہے اور اس سے اس کو سرور حاصل ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ اس کا اس پر اسقدر غلبہ ہو جاتا ہے وہ تکلیف میں بھی اسی کا مشاہدہ کرتا ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک دعا میں جس کو امام احمد، ابن حبّان نے روایت کیا ہے، ارشاد فرمایا ہے :-

اللّٰھم انی اسئلك بعلمك الغیب وقدرتك علی الخلق احینی اذا کانت الحیاۃ خیراً لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی واسئلك خشیتك فی الغیب والشھادۃ واسئلك کلمۃ الحق فی الغضب والرضا واسئلك القصد فی الفقر والغنی واسئلك نعیماً لاینفد و اسئلك قرۃ عین لاینقطع واسئلك الرضا بعد القضا واسئلك برد العیش بعد الموت واسئلك لذۃ النظر الی وجھك واسئلك الشوق الی لقائك غیرضراء مضرۃ ولا فتنۃ اللّٰھمّ زینا بزینۃ الایمان وجعلنا ھداۃ مھتدین	اے اللہ میں آپ کے علم غیب اور آپ کی قدرت علی الخلق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے خیر ہو اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لئے بہتر ہو۔ اور میں آپ سے چھپ کر اور اعلانیہ ڈرنا مانگتا ہوں اور غصہ اور خوشی میں کلمۂ حق کہنا مانگتا ہوں فقر اور غنی میں درمیانہ پن مانگتا ہوں ایسی نعمت مانگتا ہو جو نہ ختم ہو اور میں قضار کے بعد رضا مانگتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈا عیش مانگتا ہوں۔ آپ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں۔ آپ کی ملاقات کا وہ شوق مانگتا ہوں جو بلا مضرت اور بلا گمراہ کن فتنہ کے حاصل ہو۔ اے اللہ ہمیں ایمان کی زینت نصیب فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت نصیب فرما۔

شوق ملاقات، مشتاق کے لئے محبوب کا راستہ قریب کردیتا ہے۔ اور تمام مشقتوں اور آلام کو آسان کردیتا ہے اور یہی سب سے بڑی نعمت ہے جو کسی بندے کو حاصل ہوتی ہے

لیکن اس نعمت کے حاصل ہونے کے لئے کچھ احوال ہیں اور کچھ اقوال ہیں۔ اللہ اُن اقوال کو سنتا ہے اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ اس نعمت کا کون مستحق ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

وکذلك فتنا بعضهم ببعض	اور ایسے ہی ہم نے ان کے بعض کو بعض
لیقولوا اهٰولاء من الله علیهم	کے ذریعہ آزمایا تو انھوں نے کہا۔ کیا ہم میں
من بیننا الیس الله باعلم	سے ان ہی پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ شاکرین
بالشاکرین	کو نہیں جانتا یعنی بیشک جانتا ہے

(جب کسی کو، کوئی نعمت حاصل ہو تو اس کو یہ آیت پڑھنی چاہیئے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عزت افزائی اور ہے وہ یہ ہے کہ جہاد کرنا۔ وہ بھی اپنے ہی نفس کے لئے ہے اس کے ثمرات بھی ان ہی کو ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ اس جہاد کی مصلحت کا تعلق بھی لوگوں ہی سے ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایمان اور جہاد کی وجہ سے، صالحین کے زمرے میں داخل کر دیئے جاؤ گے لیکن جو لوگ بلا بصیرت کے ایمان میں داخل ہوتے ہیں وہ لوگوں کے شدائد کو اللہ کا عذاب خیال کرتے ہیں۔ اور مومنین اور انبیاء کمال بصیرت کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ایمان کو اختیار کرتے ہیں، اور تکالیف کو برداشت کرتے ہیں۔

غرضکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضہ ہے کہ نفوس کی آزمائش کی جائے تاکہ کھرے اور کھوٹے خبیث اور طیب ظاہر ہو جائیں کہ کون اللہ کی دوستی کے لائق ہے اور کون لائق نہیں ہے اور یہ امتحان کی بھٹی میں سے گذرے بغیر نہیں ہو سکتا جیسا کہ سونا بغیر تپائے کھوٹ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ نفس میں بھی جہالت اور ظلم کی وجہ سے خبث ہے اس کو بھی تپانے کی ضرورت ہے لہٰذا وہ کھوٹ یا تو دنیا ہی میں دور ہو جائے گا، یا آخرت میں دوزخ کی بھٹی میں دور ہوگا۔ اور اس کے بعد ہی دخول جنت کا حکم ہوگا۔

دعوتِ اسلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ہر قبیلہ کو دعوت دی اور ہر ہر قبیلہ کے چندہی افراد نے شروع میں دعوت اسلام کو قبول کیا، سب سے پہلے صدیق امت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اسلام قبول کیا، اور حضور کے ساتھ علی وجہ البصیرت دعوت میں شریک ہوئے اور ان کے توجہ دلانے سے حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کیا اور پھر حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسلام قبول کیا[1]۔ (اور عورتوں میں) صدیقہ محترمہ حضرت خدیجہ نے اسلام قبول کیا اور وہ صدیقہ امت ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا۔

لقد خشیت علی عقلی — مجھے اپنی عقل پر خوف ہے

توحضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور آپ کے صفات فاضلہ شمار کرائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع اور رسوا نہیں کرے گا اس طرح حضرت خدیجہ نے آپ کے کمال عقل اور کمال فطرت کو بتلایا۔ کہ اتنے اچھے اخلاق اور کمالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت کے لائق ہیں، رسوائی کے لائق نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو اچھے کمالات عطا کرتا ہے کرامت کے لئے کرتا ہے اور جس کے بداعمال ہوتے ہیں اس کی رسوائی ہوتی ہے حضرت خدیجہ کو اسی عقل صدیقیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ اپنا سلام بھیجا تھا۔

---

[1] حضرت صدیق اکبرؓ کے مسلمان ہونے کے فوراً بعد یہ حضرات مسلمان ہوئے حضرت عثمان بن عفان رضؓ، حضرت زبیر رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمن بن عوف، اور دوسرے دن حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوسلمہ، حضرت ارقم، مسلمان ہوئے۔

روضۃ الاحباب ص۱۱۱، ج ۱

اسلام علیؓ وزید بن حارثہ

لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا، ان کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی۔ اور قحط سالی کی وجہ سے اپنے چچا کی اعانت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کفالت میں ان کو رکھ چھوڑا تھا۔ اور ان کے بعد حضرت زید بن حارثہ نے حضور کی محبت میں اسلام قبول کیا۔ یہ حضرت خدیجہ کے غلام تھے، اور انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت زیدؓ کے چچا اور باپ فدیہ لیکر حاضر ہوئے۔ اور حضور کے بارے میں معلوم کیا، کہاں ہیں تو کہا گیا وہ مسجد میں ہیں یہ دونوں مسجد میں آئے اور عرض کیا، اے عبدالمطلب کے فرزند آپ سردار قوم ہیں اور حرم کے محافظ ہیں۔ غرباء کی امداد کرتے ہیں۔ ہم اپنے بچے کو چھوڑانے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ، فدیہ لیکر ہم پر احسان فرمائیے۔ آپ نے زید بن حارثہ کو بلایا اور اُن کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو چلے جائیں۔ اور اگر وہ مجھے اختیار کریں تو قسم خدا کی جو مجھے اختیار کرے گا میں اُسے علیحدہ نہ کروں گا، اس پر چچا اور باپ نے تحسین کی اور زید بن حارثہ کو بلایا گیا، اور پوچھا گیا، کیا تم ان کو جانتے ہو؟ کہا ہاں، یہ میرے باپ اور چچا ہیں۔ اور پھر دریافت کیا اور میں کون ہوں؟ عرض کیا مجھے آپ کی صحبت اور احسانات یاد ہیں۔ قسم خدا کی میں آپ کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہ کروں گا آپ مجھے میرے ماں باپ سے زیادہ ہیں یہ سنکر باپ اور چچا نے کہا، زید افسوس ہے تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے؟ کہا ہاں۔ میں ان میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں کہ کسی میں نہیں ہیں۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا:۔

میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں، زید میرا بیٹا ہے
وہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا

یہ سنکر حضرت زید کے چچا اور باپ بہت خوش ہوئے اور واپس ہوئے۔ اس دن سے حضرت زید کو زید بن محمد صلعم پکارا جانے لگا، جب یہ حکم نازل ہوا کہ لوگوں کو ان کے اصل باپ کے نام سے پکارا جائے تو اس دن سے زید بن حارثہ رض کہا جانے لگا۔

معمر نے اپنی جامع میں زہری سے روایت کی ہے "ہمیں معلوم نہیں کہ زید بن حارثہ سے پہلے کوئی ایمان لایا ہو" زید بن حارثہ ہی وہ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ اُن پر اللہ اور اُس کے رسول نے انعام کیا اور اپنے نام کے ساتھ ان کا نام رکھا یعنی زید بن محمد اور القیس، اور ورقہ ابن نوفل مسلمان ہو گئے تھے۔ ورقہ بن نوفل نے تمنا ظاہر کی تھی کہ جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی اس وقت کاش میں موجود رہوں" جامع ترمذی میں ورقہ بن نوفل کے بارے میں حدیث ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راٰہ فی المنام ھیاۃ حسنۃ — حضور صلعم نے خواب میں اُن کو اچھی حالت میں دیکھا ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ ان کو سفید لباس میں دیکھا ہے، غرضکہ لوگ یکے بعد دیگرے اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور قریش نے بھی کوئی تعرض نہ کیا۔ ہاں جب ان کے دین کے عیب نکالے گئے اور بتوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کوئی نفع نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ تب قریش اور ان کے ساتھی عداوت کے لئے آمادہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرمائی۔

ابوطالب شرفاء مکہ میں سے تھے لوگ ان کا کہنا مانتے تھے ان کی تعظیم کرتے تھے ان کی وجہ سے حضور کو کوئی اذیت نہیں پہونچا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت کہ ابوطالب کو دین قریش پر باقی رکھا غور کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گی۔

حضور صلعم کے علاوہ دیگر اصحاب اپنے خاندان اور قبیلہ والوں کی وجہ سے

اذیت سے محفوظ رہے لیکن بعض ایسے بھی تھے کہ ان کو یہ چیز حاصل نہ تھی۔ مثلاً حضرت عمار بن یاسر رضؓ اور ان کی والدہ رضؓ ان کو اذیت دی گئی۔ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے ہو کر گذرتے تو ارشاد فرماتے:۔

آل یاسر صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے

حضرت بلال بن رباح کو بھی بہت زیادہ ستایا گیا۔ جب بھی ان پر تکلیف یوں سختی کی جاتی یہ "احدٌ احدٌ" پکارا کرتے تھے۔ ایک دن ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے گذرے اور تسلی دی۔

حبشہ کی طرف ہجرت

مشرکین کے مسلمانوں پر مظالم زیادہ ہونے لگے۔ اور وہ اس وقت تک برابر ستاتے رہتے جب تک یہ نہ کہلا لیتے "لات اور عزیٰ" خدا ہیں (لیکن کوئی نہ کہتا) تو ان کے مظالم میں شدت آجاتی۔ ان کا یہ تمسخر یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ وہ گذرتے ہوئے اونٹ کے بارے میں یہ کہلانے کی کوشش کرتے کہ اللہ کے سوا "یہ تمہارا خدا ہے"

ایک دن اللہ کے دشمن ابوجہل نے حضرت سمیّہ والدہ عمار بن یاسر کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا۔ ادھر مسلمانوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا یہ عالم تھا کہ وہ جب غلاموں کو دیکھتے کہ ان پر مظالم ہو رہے ہیں تو ان کو خرید کر آزاد کرا دیتے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت بلال رضؓ، حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ۔ ام عبیس رضؓ، زنیرہ رضؓ، نہدیہ رضؓ، اور اُن کی بیٹی کو آزاد کرایا۔ ایک دن حضرت ابوبکر رضؓ کے والد نے ان سے کہا، بیٹا! میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کراتے ہو۔ اگر مضبوط قسم کے غلاموں کو آزاد کراؤ تو تمہارے لئے قوت کا باعث ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جواب دیا۔ میں نے جو ارادہ کیا ہے کیا ہے!

لہ حقیقت یہ ہے کہ عرب میں بغیر قبیلے کے رہنا دشوار تھا بلکہ موت کے مترادف تھا، اسی وجہ سے کمزور قبیلوں کو اپنا حلیف بنانا پڑتا تھا اور ہر فرد کو کسی کے جوار (پناہ) میں رہنا پڑتا تھا، بغیر اس کے، زندہ رہنا ناممکن تھا۔ (کوثستان)

جب مسلمانوں پر مظالم کی انتہا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہجرت اولیٰ کا حکم فرمایا۔ اور یہ ہجرت حبشہ کی طرف کو تھی سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت عثمانؓ اور ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضؓ ہیں۔ یہ کل ۱۶ نفر تھے، جن میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں اُن کے نام یہ ہیں، حضرت عثمان رضؓ اور اُن کی زوجہ سہلہ بنت سہیل، ابوسلمہؓ۔ اور ان کی زوجہ ام سلمہ رضؓ، زبیر، عبدالرحمن بن مظعونؓ، عامر بن ربیعہ رضؓ اور ان کی زوجہ ابوسترہ، حاطب بن عمرو، سہیل بن وہبؓ، عبداللہ بن مسعود رضؓ[1]

جب ان حضرات نے ہجرت کی تو اتفاق سے ان دنوں میں ساحل پر دو کشتیاں لنگر انداز تھیں۔ چنانچہ تاجروں نے ان کو سوار کرلیا۔ یہ ہجرت رجب کے مہینہ میں نبوت کے پانچویں سال ہوئی۔ قریش نے ان لوگوں کا پیچھا ساحل تک کیا مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ (واپس ہوکر قریش نے ایک سیاسی پروپیگنڈہ شروع کیا وہ یہ کہ) مہاجرین حبشہ کو خبر دی گئی کہ قریش نے اپنے مظالم کا ہاتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روک لیا ہے۔[2]

---

[1] - یہ واقعہ رجب ۵ نبوی کا ہے۔ شرح مواہب ص۲۷۰ ج ۱

[2] - یاد رہے کہ رجب ۵ نبوی میں ہجرت حبشہ اولیٰ ہوئی۔ اسی سال رمضان ۵ نبوی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سورۂ نجم قرأت فرما رہے تھے۔ اسی سورۃ میں آیت سجدہ بھی ہے اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے سجدہ کیا، اس وقت مشرکین بھی موجود تھے انھوں نے القاء شیطانی سے اپنے معبودان باطل کو سجدہ کیا۔ تو اس اشتراک سجدہ کی وجہ سے کفار نے یہ مشہور کردیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ ہمارے معبودوں کی مذمت سے رُک گئے ہیں اور طرح طرح کی جاہلانہ حکایات شروع ہوگئیں گویا یہ ایک قسم کی صلح یا عارضی طور پر قیام امن تھا۔ یہی خبر ہوتے ہوتے حبشہ پہونچگئی (باقی ص۲۸ پر)

یہ سنکر وہ لوٹے۔ لیکن جیسے ہی مکہ کے قریب پہونچے وہ دن کا آخری حصہ تھا تو معلوم ہوا کہ قریش نے مظالم کو اور زیادہ تیز کر دیا ہے۔ یہ سنکر بعض حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، اس وقت حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ اس لئے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہ بات حضرت ابن مسعود کو گراں گذری۔ سلام پھیرنے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

نماز میں حرمت کلام | ان اللہ قد احدث من امرہ ان لا تکلموا فی الصلوٰۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے امر میں یہ تجدید فرمائی ہے کہ نماز میں کلام نہ کیا جائے۔

یہی قول صواب ہے۔ لیکن بعض حضرات نے خیال کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ مکہ نہیں آئے تھے بلکہ وہ حبشہ کی طرف لوٹ گئے تھے۔ ان کا دوسری مرتبہ لوٹنا مدینہ منورہ ہوا ہے۔ اور اس کے بعد وہ بدر میں شریک ہوئے اور ابوجہل سے اُن کا مقابلہ

باقی حاشیہ صفحہ ۲۷) چنانچہ مہاجرین حبشہ شوال ۵ نبوی میں واپس ہوگئے لیکن مکہ کے قریب آنے پر جب اصلیت معلوم ہوئی تو مع افراد زائد پھر حبشہ کی طرف کو ہجرت کر گئے۔ اس جگہ احادیث اور سیرت کی کتابوں اور تفاسیر میں بہت زیادہ طویل بحث ہے۔ ہم نے پورے نقد و تبصرہ پر نظر کرتے ہوئے واقعات کی صحیح صورت اختیار کی ہے۔ یہ غلط ہے کہ یہ واقعہ نقض صحیفہ کے بعد کا ہے، کیونکہ وہ ۹ نبوی یا ۱۰ نبوی میں پیش آیا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ روضۃ الاحباب ص۲۸ ج ۱۔ شرح مواہب صفحہ ۲۷۹ تا ۲۹۰ ج ۱

فائدہ:۔ یاد رہے ۵ نبوی تا ۷ نبوی کے درمیانی حصہ میں کسی وقت سورہ روم نازل ہوئی ہے جس میں رومیوں کی شکست، اور ایرانیوں کی فتح اور پھر نو سال بعد رومیوں کی فتح کی خبر ہے اس زمانہ میں یہ شکست بھی کافروں کے لئے چھیڑ چھاڑ کا بہانہ بنی تھی۔ الخ روضۃ الاحباب ص۳۰ ج ۱۔ تفسیر عثمانی ص۵۲۳

ہوا، اس مرتبہ جو حضرات حبشہ سے مدینہ منورہ واپس آئے ان میں حضرت جعفر اور ان کے ساتھی بھی تھے یہ غزوہ بدر کے بعد آئے تھے۔ اور یہ غزوہ بدر سے چار پانچ سال بعد کا واقعہ ہو

اگر یہ کہا جائے کہ ابن سعد نے جو ذکر کیا ہے وہ حضرت زید بن ارقم رضؓ کے ارشاد کے زیادہ موافق ہے اُنھوں نے فرمایا ہے:۔

کنا نقوم فی الصلوٰۃ فیکلم	ہم نماز میں کھڑے ہو کر اپنے پاس والے سے
الرجل جلیسہ حتی نزلت قوموا	اُس وقت تک کلام کر لیتے تھے جب تک آیت
للہ قانتین فامرنا بالسکوت	قوموا للہ الخ نازل ہوئی تو ہم کو سکوت کا
ونھینا عن الکلام	حکم دیا گیا اور کلام سے روک دیا گیا۔

لیکن زید بن ارقم رضؓ انصاری ہیں اور یہ آیت مدنی سورت کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضؓ کی آمد مدینہ منورہ میں ہوئی ہے اور وہیں یہ نماز والا واقعہ حرمت کلام کا پیش آیا ہے۔ اس طرح حدیث ابن ارقم رضؓ اور حدیث ابن مسعودؓ دونوں میں موافقت ہو جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ، یہ باطل ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اہل ہجرت ثانیہ خیبر کے موقعہ پر آکر شریک ہوئے تھے اور اگر ابن مسعودؓ کی آمد بدر کے موقعہ پر ہوئی ہوتی تو ضرور کوئی نہ کوئی ذکر کرتا، لیکن کسی نے ذکر نہیں کیا ہے۔ سب نے مہاجرین حبشہ کی آمد مکہ میں ذکر کی ہے۔ اور دوسری مرتبہ آمد خیبر کے موقعہ پر کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں موقعوں میں سے حضرت ابن مسعودؓ کب آئے؟ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تائید ابن اسحاق کے قول سے ہو رہی ہے، وہ فرماتے ہیں:۔

> جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حبشہ یہ خبر پہونچی کہ قریش مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ یہ خبر سنکر واپس آئے اور آنے پر معلوم ہوا کہ وہ خبر باطل تھی، لہٰذا بعض کسی کی پناہ میں رہے اور بعض چھپ کر رہے۔ اور ابن مسعودؓ بھی ان ہی آنے والوں میں تھے، اور ہجرت

مدینہ تک رہے اور بدر، احد میں شریک ہوئے"

اور حدیث ابن ارقم کے دو جواب دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ ممانعت کلام مکہ میں ہو چکی تھی، پھر اجازت ہو گئی تھی اور پھر مدینہ میں حرمت ہو گئی۔ دوسرا جواب یہ ہے، حضرت زید بن ارقم صغار صحابہ میں تھے وہ بچوں کے ساتھ نماز میں بات کرتے رہتے تھے۔ ان کو اس کی خبر نہ تھی جب خبر ہوئی تو انھوں نے بھی بولنا بند کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی نے مسلمانوں کی پوری جماعت کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ کلام کیا کرتے تھے۔ اور اگر اس کو مان لیا جائے تو یہ صرف ان کا وہم ہوگا[۱]

---

[۱] نماز میں حرمت کلام کے بارے میں علامہ نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ایک حضرت ابن مسعود رضی کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کلام مکہ میں ہوئی اور دوسری حضرت زید بن ارقم کی (جو انصاری ہیں) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کلام مدینہ میں ہوئی۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں مختصر بحث کی ہے لیکن علامہ کی بحث بہت مفصل ہے۔ اس مسئلہ پر آسان طور سے کلام مناسب ہے کہ فرضیت صلوٰۃ ۱۲ھ نبوی میں شب معراج میں ہوئی اور سورۂ بقرہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور واقعہ بدر ۲ھ میں ہوا۔ نماز میں عدد رکعات کا اضافہ ہجرت کے دو ماہ بعد ۱ھ میں ہوا۔ اور حضرت عمر رضی اور حضرت حمزہ ۶ھ نبوی میں مسلمان ہوئے۔ ان کے مسلمان ہونے کے بعد کوئی ہجرت حبشہ کی طرف نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کے مسلمان ہونے سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور ۱۰ھ نبوی میں حضور صلعم نے بعد وفات خدیجہ حضرت سودہ رضی سے عقد کیا یہ بھی مہاجرین حبشہ میں تھیں۔ واپسی میں ان کے شوہر کا راستہ میں انتقال ہو گیا تھا۔

لہٰذا خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نماز فرض نہیں ہوئی تھی تو حرمت کہاں سے پیدا ہوئی۔ کیونکہ حرمت کلام کا حکم جس سورت میں ہے یعنی سورۂ بقرہ وہ مدنی ہے ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اصحاب سیر کا کہنا یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی پہلی ہجرت میں شریک نہیں تھے (باقی ص ۱۳ پر)

بہرحال اہل مکہ نے جب اپنے مظالم میں اور زیادتی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پھر حبشہ کی طرف جانے کا امر فرمایا۔ اس مرتبہ بہت دشواری پیش آئی اور کفار مکہ نے بھی سخت مزاحمت کی۔ اس مرتبہ ۸۳ نفر نے ہجرت کی۔ اس مرتبہ حضرت عمار بن یاسر بھی تشریف لے گئے۔ ان کے بارے میں ابن اسحٰق کو شک ہے۔ اور اس جماعت میں ۱۹ عورتیں تھیں۔

میں کہتا ہوں اس ہجرت میں حضرت عثمان بن عفانؓ اور بہت سے شرکاء بدر تھے یا تو اس کو اہم قرار دیا جائے گا، یا پھر کہا جائے گا کہ یہ حضرات، بدر سے پہلے آگئے تھے۔ اور دوسری مرتبہ خیبر کے موقعہ پر آئے تھے، اس طرح مہاجرین کی تین مرتبہ آمد مانی جائیگی قبل ہجرت، قبل بدر، قبل خیبر۔ اسی وجہ سے ابن سعد وغیرہ نے کہا ہے۔

جب مہاجرین حبشہ نے حضور کی مدینہ کی طرف ہجرت کو سُنا
تو ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں حبشہ سے واپس ہو گئے جن میں
سے دو کا انتقال ہو گیا تھا اور مکہ ہی میں محبوس ہو گئے تھے
اور ۲۴ حضرات بدر میں شریک ہوئے اور سے کو جناب

باقی حاشیہ صفحہ ۳۰: یہی حافظ ابن حجر نے کہا ہے لہٰذا یا تو یہ کہا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضؓ کی روایت میں راوی نے ”مدینہ“ کی جگہ مکہ روایت کردیا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی مراجعت غزوۂ بدر سے پہلے مانی جائے کہ وہ بعض ساتھیوں کے ساتھ آگئے ہوں گے یا یہ کہا جائے کہ فرضیت صلوٰۃ سے پہلے جس طرح نماز ادا کی جاتی تھی اس میں سلام اور کلام کی اجازت تھی، لیکن ضروری نہیں تھا کہ سلام کا جواب دیا جائے جس وقت ابن مسعودؓ نے سلام کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے جواب نہ دیا ہوگا۔ واللہ اعلم

عزیز الرحمٰن غفرلہٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو مکتوب گرامی تحریر
فرمایا۔ اس میں اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس
مکتوب کو عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا جب یہ نامہ
مبارک پڑھا گیا تو اس نے کہا کہ اگر مجھے قدرت ہوتی تو
ضرور حاضر خدمت ہوتا۔

اسی مکتوب میں اُم حبیبہؓ بن سفیان کے بارے میں تحریر فرمایا تھا وہ بھی مہاجرین میں تھیں۔ ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش وہاں نصرانی ہو گئے تھے اور وہیں مر گئے تھے چنانچہ نجاشی نے چار سو دینار کے عوض ام حبیبہ کا نکاح کر دیا تھا۔ اس نکاح میں ولی کے فرائض خالد بن سعید بن العاص نے انجام دیئے۔ اسی مکتوب میں بقیہ مہاجرین کی واپسی کو تحریر فرمایا تھا نجاشی نے ان کو دو کشتیوں میں سوار کر کے مع عمرو بن اُمیہ ضمری کے واپس کر دیا جب یہ حضرات واپس ہوئے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ مسلمانوں سے مشورہ کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مہاجرین کا بھی حصہ مقرر فرما دیا تھا۔"

اس بیان سے حدیث ابن ارقم اور ابن مسعود رضؓ کا تعارض دور ہو گیا۔ اور ابن مسعودؓ کی آمد درمیانی وقت میں بدر سے پہلے ثابت ہوتی ہے تب ہی یہ سلام کرنے کا واقعہ پیش آیا تھا زید بن ارقمؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ "تحریم کلام مدینہ میں ہوا نہ کہ مکہ میں" یہ تاویل، پہلی تاویل جس میں منسوخ ہونے اور تغیر حکم کا واقعہ ہے" زیادہ مناسب ہے جیسا کہ رکعات صلوٰۃ کے بارے میں ہے کہ پہلے دو دو رکعت تھیں پھر چار ہوئیں۔

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابن اسحٰق کی جو روایت حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں ذکر کی گئی ہے کیا وہ حبشہ سے لوٹنے کے بعد مکہ ہی میں مقیم رہے اور انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بدر میں شریک ہوئے لیکن اسی کے بالمقابل ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ ابن مسعودؓ مکہ میں تھوڑا ٹھہرے اور پھر حبشہ لوٹ گئے اور یہی زیادہ مناسب ہے،

کیونکہ حضرت ابن مسعود رضؓ کو مکہ میں کوئی پناہ دینے والا نہ ملا تھا۔ ابن سعد نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں بعض چیزوں کی وضاحت ہے جو ابن اسحٰق پر پوشیدہ رہی علاوہ ازیں ابن اسحٰق نے راویوں کا نام بھی نہیں ذکر کیا ہے۔ اور ابن سعد نے سند بیان کی ہے اس طرح تمام احادیث میں اتفاق ہوجاتا ہے اور اشکال بھی دور ہوجاتا ہے۔

ابن اسحٰق نے اسی ہجرت حبشہ کے بارے میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس ہجرت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ بھی تھے لیکن اہل سیر نے انکار کیا ہے جیسے علامہ واقدی وغیرہ انھوں نے کہا ہے کہ یہ امر ابن اسحٰق پر کس طرح پوشیدہ رہا؟ لیکن میں کہتا ہوں کہ ابن اسحٰق پر پوشیدہ نہیں رہا بلکہ ایک وہم ہوگیا تھا، کیونکہ حضرت ابوموسیٰ رضؓ نے یمن سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مہاجرین کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر کے موقعہ پر تشریف لائے تھے یہی بخاری شریف میں ہے۔ ابن اسحٰق نے کب یہ کہا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضؓ نے مکّہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی؟ لہذا ان پر یہ الزام ثابت نہیں ہوتا۔

مہاجرین اور شاہ نجاشی

بادشاہ حبشہ کا نام اصحمۃ النجاشی تھا۔ اس کی مملکت میں نہایت امن وسکون سے رہتے تھے لیکن کفار کو یہ چیز گوارہ نہ تھی تو انھوں نے ایک وفد جس میں عبداللہ بن ربیعہ، عمرو بن العاص تھے۔ ھدایا اور تحائف دیکر شاہ نجاشی کی خدمت میں بھیجا، اور کوشش کی کہ مہاجرین کو واپس کر دیا جائے لیکن بادشاہ نے انکار کر دیا۔ نجاشی کی فوج کے افیسران سے بھی کوشش کرائی، لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔ اس کے بعد قریش نے حبشہ میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ مہاجرین حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بندہ کہتے ہیں۔ (اور یہ حربہ کارگر ہوا چنانچہ) مہاجرین کو دربار میں طلب کیا گیا تو اس وفد کی قیادت حضرت جعفر بن ابی طالب نے کی اور دربان کے ذریعہ اس طرح اجازت طلب کی۔

اللہ کی جماعت حاضر ہونا چاہتی ہے

دربان کو کہا گیا وہ دوبارہ اجازت طلب کریں دوبارہ بھی ان ہی الفاظ کا اعادہ کیا گیا جب دربار میں حاضری ہوئی تو یہ دریافت کیا۔ تم لوگ حضرت عیسیٰ کو کیا کہتے ہو؟ تو حضرت جعفر نے سورہ کھیعص کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ یہ سنکر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا، اور کہا جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں اور انجیل میں جو لکھا ہے اتنا بھی فرق نہیں ہے اور قریش کو مع ہدایا کے واپس کر دیا گیا (اس جگہ سیرت کی کتابوں میں طویل مکالمہ ذکر کیا گیا ہے۔

کفار کا گٹھ جوڑ

ہجرت حبشہ کے بعد حضرت حمزہ (سنہ ۶ نبوی) میں اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تو قریش نے اسلام کا یہ غلبہ دیکھ کر آپس میں گٹھ جوڑ کیا۔ کہ بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور بنو عبد مناف کا سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اور اس کو طے کر کے تحریر کر دیا گیا اور کعبۃ اللہ کی چھت میں ٹانگ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس معاہدہ کو منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم نے لکھا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نضر بن الحرث نے لکھا تھا اور صحیح یہ ہے کہ بغیض بن عامر بن ہاشم نے لکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بد دعا کی تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے (بیکار ہو گئے) تھے۔

بہر حال بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ان میں کافر اور مومن، سوائے ابولہب کے (کیونکہ اس نے قریش کی مدد کی تھی) سب ایک جگہ ہو گئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب لوگوں کو ایک گھاٹی (شعب ابی طالب) میں محصور کر دیا گیا۔ یہ واقعہ محرم سنہ نبوی کا ہے۔ اور اس معاہدہ کو کعبۃ اللہ کے درمیان ٹانگ دیا گیا تھا۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں نہایت شدت اور مصیبت اور تنگی کے ساتھ گذر اوقات کی بچوں کے رونے اور چیخ و پکار کی گھاٹی سے برابر آوازیں آتی تھیں۔

اس وقت ابوطالب نے قصیدہ لامیہ کہا تھا، اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے

جزا اللہ عنا عبد شمس و نوفلا

اس معاملہ سے بعض قریش اور دوسرے رنجیدہ تھے جو لوگ اس گٹھ جوڑ کو پسند نہیں کرتے تھے انھوں نے اس معاہدہ کو توڑنے کی کوشش کی چنانچہ ہشام بن عمرو مطعم بن عدی کے پاس گئے اور بہت سے قریش سے ملے بسبب ان سے متفق ہو گئے (کہ معاہدہ ختم کردیا جائے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلع کردیا ہے کہ دیمک نے اس معاہدہ کو بجز خدا کے نام کے کھالیا ہے۔ حضور صلعم نے اپنے چچا کو اس کی خبر دی اور وہ یہ خبر معلوم ہوکر قریش کے پاس گئے۔ اور کہا کہ تمہارے چچازاد بھائی (یعنی حضور صلعم) یہ فرماتے ہیں، اگر وہ اس کے بارے میں جھوٹ کہتے ہیں تو جس حال میں ہم ہیں وہی باقی رکھا جائے اور اگر سچ ہے تو اس گٹھ جوڑ کو ختم کردینا چاہیئے سب نے اس کو منظور کرلیا وہ معاہدہ اتارا گیا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا، لیکن اس کے باوجود کفار کے کفر میں اور زیادتی ہوگئی۔ حضور صلعم اور آپ کے سب ساتھی شعب ابی طالب سے باہر آگئے۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا ہے یہ واقعہ سنہ نبوی کا ہے۔ اس کے چھ مہینہ بعد ابوطالب اور اُن کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کے خلاف بھی روایت ہے[1]۔

طائف تشریف لے جانا ابوطالب اور حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد کافروں نے اپنے مظالم میں اور بھی زیادہ زیادہ شدت اختیار کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے

---

[1] کہا گیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا وصال ۵ دن بعد یا ایک ماہ ۵ دن بعد ہوا ہے مہینہ رمضان کا تھا اس وقت تک صلوٰۃ جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔ شرح مواہب ص ۲۹۶ ج ۱ (باقی حاشیہ ص ۳۶ پر)

شاید وہاں کے لوگ آپ کی مدد کریں اور آپ کو ٹھکانا دیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی نہ آپ کو پناہ دی اور نہ مدد کی۔ بلکہ قریش سے بھی زیادہ ستایا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے غلام زید بن حارثہ تھے۔ آپ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا۔ وہاں کے شرفاء اور سرداروں سے بات چیت کی۔ سب نے کہا آپ یہاں سے تشریف لے جائیے! بلکہ گنڈوں کو بھڑکا دیا۔ انھوں نے آپ پر پتھراؤ کیا۔ آپ کے پیر لہولہان ہو گئے۔ زید بن حارثہ برابر آپ کے لئے ڈھال بنے رہے۔ ان کا اس مدافعت میں سر بھی زخمی ہو گیا۔ تب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو دعا طائف کے نام سے مشہور ہے

اللهم اليك اشكو ضعف قوتى وقلة حيلتى وهوانى
على الناس ارحم الراحمين انت رب المستضعفين و
انت ربى الى من تكلنى الى بعيد يتجهمنى ام الى عدو
ملكته امرى ان لم يكن بك غضب على فلا ابالى
غير ان عافيتك هى اوسع لى اعوذ بنور وجهك الذى
اشرقت له الظلمات وصلح عليه امر الدنيا
والآخرة ان يحل على غضبك وان ينزل بى
سخطك لك العتبى حتى ترضى لا حول ولا قوة
الا بك۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا، اور اُس نے اجازت چاہی

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۵) ؎ طائف کے معنی دیوار کے ہیں۔ یہ علاقہ سطح سمندر سے ایک ہزار فٹ بلند ہے اور یہی واحد علاقہ ہے کہ جہاں قلعہ تعمیر ہوا تھا، اس سے پہلے عرب میں قلعہ کا دستور نہیں تھا۔

کہ اگر حکم ہو تو طائف اور مکّہ کے پہاڑوں کو ملا کر ان جیتوں کو پیس دیا جائے! آپ نے فرمایا نہیں بلکہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے اصلاب سے وہ لوگ پیدا کرے جو خدا کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں۔

جنات کا ایمان لانا جب آپ وادی النخلہ میں پہونچے وہاں آپ نے قیام فرمایا۔ ایک رات کو آپ نماز میں قرآن پاک تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت ادھر سے گذری اور آپ کی قرأت سنی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت معلوم ہوا جب یہ آیات نازل ہوئیں۔[۲]

واذ صرفنا الیک نفراً من	اور جب ہم نے آپ کی طرف چند جنات کو پھیرا
الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ	کہ قرآن سنتے تھے جب وہ حاضر ہوئے تو بولے
قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی	چپ رہو اور جب فارغ ہوئے تو اپنی قوم کے
قومھم منذرین قالوا یا قومنا	پاس داعی بن کر گئے، اور بولے اے قوم!

---

[۱] تاریخی اعتبار سے یہ واقعہ سنہ ۱۰ نبوی میں پیش آیا ہے مگر عیسائی مورخ کونشان ورزیں جارج اس کو معراج کے بعد کا واقعہ تحریر کرتا ہے جو غلط ہے۔ آکام المرجانی صنہ ۲

[۲] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے چھ مرتبہ ملاقات ہوئی۔ ایک مرتبہ واپسی طائف کے وقت وادی نخلہ میں۔ یہاں سات جن یا نو جن مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس گئے اور دوبارہ ملاقات کا وعدہ کر گئے، اسی وعدہ پر دوسری ملاقات تین ماہ بعد مقام حجون پر ہوئی اور یہاں ایک روایت کی بنا پر ساٹھ ہزار جنات مسلمان ہوئے۔ اس دفعہ حضرت ابن مسعودؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آکام المرجان صنہ ۲ و روضۃ الاحباب صہ ۱۵۱، پیغمبر اسلام صہ ۱۴۲۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ حصّہ اول

انا سمعنا ما انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیہ یھدی الی الحق والی طریق مستقیم یا قومنا اجیبوا داعی اللہ و آمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض ولیس لہ من دونہ اولیاء اولئک فی ضلال مبین[1]

ہم نے وہ چیز سنی ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد نازل ہوئی جو تصدیق کرتی ہے اس کے سامنے کی اور حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور سیدھے راستہ کی طرف، اے ہماری قوم تم اللہ کے داعی کو لبیک کہو اور اس پر ایمان لے آؤ، تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور تم عذاب سے بچ جاؤ گے اور جس نے داعی کو لبیک نہ کہا وہ زمین پر عاجز نہیں کر سکتا اور اس کے لئے کوئی دوست نہیں ہوگا اور وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

وادی نخلہ میں آپ نے چند دن قیام فرمایا۔ آپ سے زید بن حارثہ رضؓ نے دریافت کیا۔ اب مکہ میں داخلہ کی کیا صورت ہوگی۔ قریش آپ کو نکال چکے ہیں؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے والا ہے۔ وہی اپنے دین کی مدد کرے گا، اور وہی اپنے نبی کو غلبہ دے گا بہرحال آپ مکہ کے باہر پہونچ گئے اور آپ نے بنی خزاعہ میں سے ایک آدمی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا کہ وہ اپنی جوار (پناہ) میں داخل کرے اس نے اقرار کر لیا اور حضور صلعم کو بلا لیا اور اپنی قوم کو بھی طلب کیا اور کہا۔

آپ لوگ ہتھیار لگا کر بیت اللہ میں داخل ہو جائیں (معلوم ہونا چاہئے)
کہ میں نے محمد (صلعم) کو اپنی جوار میں لے لیا ہے اور انکے ساتھ زید بن حارثہ بھی ہیں۔

بہرحال آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور رکن کے قریب پہونچے اور اسکو بوسہ دیا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی وہاں سے فارغ ہو کر اس طرح گھر تشریف لائے کہ مطعم بن عدیؓ کے بیٹے آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے

---

[1] معلوم رہے سورہ جن کا نزول سنہ [illegible] میں ہوا ہے اور سورہ روم کے بعد نازل ہوئی ہے۔
[2] حق جوار کے بارے میں ایک یورپین مورخ کی تحقیق گذشتہ حاشیہ میں پیش کی جا چکی ہے اس جگہ حق جوار کے معاہدہ کی اہمیت واضح ہو رہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ بہادر آدمی ہمیشہ معاہدہ کا پابند ہوتا ہے۔

انتالیسواں باب ۳۹

معراج اور ہجرت مدینہ

اس کے بعد[1] (۱۲ سنہ نبوی میں) آپ مع جسد اطہر کے مسجد حرام سے لیکر بیت المقدس تک براق پر سوار ہوکر (معراج میں) تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ بیت المقدس میں آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ اور براق کو مسجد کے دروازہ پر ایک حلقہ سے باندھدیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ بیت لحم میں اُترے اور یہاں نماز پڑھی، لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے

اس کے بعد اسی رات میں آپ نے آسمانوں کی طرف عروج فرمایا جب پہلے آسمان پر پہونچے تو دروازہ کھلوایا گیا۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر سے ملاقات ہوئی آپ نے اُن کو سلام کیا اور سلام کے جواب کے بعد انھوں نے مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیکوں کی ارواح کو دکھلایا کہ وہ آدم علیہ السلام کے داہنی طرف ہیں اور بدوں کی ارواح کو دکھلایا کہ وہ بائیں طرف ہیں

---

[1] یہ مہینہ، رجب یا رمضان یا ربیع الاول کا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ اسرار کا نزول ان مہینوں میں سے کسی مہینہ سنہ ۱۳ نبوی میں ہوا، لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سنہ ۱۱ نبوی میں معراج ہوئی اور اس کے پندرہ یا تیرہ مہینہ بعد آپنے ہجرت فرمائی۔ شرح مواہب ص ۳۰۶ ج ۱ معراج سے قبل نقض صحیفہ کا واقعہ ہوا، اور اس کے بعد بیعت عقبہ کا واقعہ پیش آیا۔ شرح مواہب ص ۲۰۰ ج ۱

یہاں سے پھر آپ نے دوسرے آسمان کی طرف عروج فرمایا، اُس کا دروازہ کھلوایا گیا تو یہاں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے ان دونوں کو سلام کیا، اُنھوں نے جواب سلام کے بعد مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر تیسرے آسمان کی طرف عروج فرمایا، وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اُن کو سلام کیا انھوں نے جواب سلام کے بعد مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، پھر چوتھے آسمان کی طرف عروج فرمایا۔ اور یہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے ان کو سلام کیا اور انھوں نے جواب سلام کے بعد مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ نے پانچویں آسمان کی طرف عروج فرمایا اور یہاں حضرت ھرون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے ان کو سلام کیا اور انھوں نے سلام کے جواب کے بعد مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ نے چھٹے آسمان کی طرف عروج فرمایا اور یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو سلام کیا اور انھوں نے سلام کے جواب کے بعد آپ کو مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ جب آپ یہاں سے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رو دیئے۔ ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا "ایک لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا اور اپنی اکثر امت کے ساتھ جو میری اُمت سے زیادہ ہے جنت میں داخل ہوگا" یہاں سے پھر آپ نے ساتویں آسمان کی طرف عروج فرمایا اور یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپ نے ان کو سلام کیا، اُنھوں نے سلام کے جواب کے بعد مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ یہاں سے پھر آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف وہاں سے بیت المعمور طرف اور وہاں سے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف عروج فرمایا اور اتنے قریب ہوگئے کہ جتنے کمان کے دو چلّے ہوتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ قریب[1] وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی

[1] قاب قوسین سے مراد حضرت شیخ الہند کے نزدیک کمان کا چلّہ اور اسکے پکڑنے کی جگہ ہے۔ تقریر شیخ الہند بر ترمذی انجمن ترقی اُردو دہلی

طرف جو بھی وحی کرنی تھی کی۔ اور پچاس وقت کی نماز فرض ہوئیں۔

اس کے بعد آپ واپس ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ "آپ کو کس چیز کا امر کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی ہے آپ واپس تشریف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کے لئے عرض کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ پھر دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی جگہ پر ہی تھا[1]

یہاں تک الفاظ بخاری کے ہیں۔ اور دوسری سند سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں اور آپ اُتر آئے تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہونچے اور خبر دی انھوں نے پھر یہی فرمایا، آپ دوبارہ پھر جاکر عرض کریں۔ چنانچہ اسی طرح متعدد بار آمد و رفت رہی۔ بالآخر پانچ نمازیں مقرر ہوئیں، اس پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ اور تخفیف کرائیے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔

قد استحییت من ربی ولکن ارضی واسلم — مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے لیکن میں (اس پر) راضی ہوں اور رتا بعدار ہوں

جب آپ دور ہوئے تو آواز آئی، فریضہ بدستور ہے لیکن اپنے بندوں پر سے ہم نے تخفیف کردی ہے۔[2]

---

[1] اس عبارت سے جسمیت باری تعالیٰ مترشح ہوتی ہے جو درست نہیں ہے بلکہ مراد توجہ خصوصی ہے یعنی اس وقت تک توجہ خصوصی بدستور تھی۔

[2] مسئلہ معراج اور اسرار پر علامہ نے آئندہ سطور میں نہایت عمدہ بحث کی ہے، لیکن ہم اس جگہ ایک مستشرق کولستان کا قول پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:۔ (باقی حاشیہ ص۴۲ پر)

حقیقتِ معراج حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اختلاف ہے کہ آپ نے اس شب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا، اور اُن ہی کی دوسری روایت، صحیح سند سے یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے دل سے دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے، اور اس آیت مبارکہ

ولقد رآہ نزلۃ اخری — اور آپ نے اس کو دوسری مرتبہ

عند سدرۃ المنتہی — سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے اپنے رب کو دیکھا تو آپ نے فرمایا میں نے

باقی حاشیہ صفحہ ۴۱ قوت جاذبہ کا اثر جسے نیوٹن نے نکالا ہے ساری دنیا میں فوراً ظاہر ہوتا ہے اسی طرح قوت جاذبہ کے ردعمل کی سرعت بھی آنی ہے۔ اسلامی مورخوں کی روایت کے مطابق حضرت محمدؐ کے آسمانی سفر کی رفتار نور کی رفتار سے بھی بڑھی ہوئی ہیں، اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت محمدؐ نے بیداری کی حالت میں اپنی روح کے ساتھ آسمانوں پر پرواز کی ہے، تو کوئی طبیعاتی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ آپ نے خاکی جسم کے ساتھ آسمانوں پر پرواز کی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جسم نور کی تیز رفتاری کو جو تین ہزار کلومیٹر فی سکنڈ ہے برداشت کر سکتا ہے؟۔ لیکن چونکہ میں مسلمانوں کے مذہبی عقائد کا احترام کرتا ہوں اس لئے مذہبی نظر سے اسے قبول کرتا ہوں۔ الخ پیغمبر اسلام صلاللہ

میں عرض کرتا ہوں کہ آج کل ذرات کی لطافت نے اس طبیعاتی مسئلہ کو توڑ دیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی لطافت اور نورانیت کے پیش نظر کوئی استحالہ لازم نہیں آتا ہے۔ عزیز الرحمٰن غفرلہٗ

دیکھا یعنی اس طرح کہ میرے درمیان ایک نور حائل تھا، اور دوسرے الفاظ بھی یہی ہیں کہ میں نے ایک نور دیکھا۔ اور علامہ دارمی نے روایت کیا ہے کہ حضرات صحابہ رضؓ کا اتفاق ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد "کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا" اس ارشاد کے خلاف نہیں ہے کہ "آپ نے دل کی آنکھ سے دیکھا" ان سے صحیح سند سے یہ بھی ثابت ہے

رایت ربی تبارک وتعالیٰ — میں نے اپنے رب اللہ تعالیٰ کو دیکھا

لیکن یہ واقعہ اسرار کا نہیں ہے یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کی نماز میں دیر سے تشریف لائے تو آپ نے حضرات صحابہ رضؓ کو یہ خبر دی۔ اس رات آپ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اس بنا پر امام احمد نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی خواب حق ہوتی ہے لیکن امام احمدؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے اپنی سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا جس نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے اس نے غلطی کی ہے۔ امام احمد نے ایک مرتبہ روایت کیا ہے "دیکھا ہے" اور دوسری مرتبہ روایت کیا ہے "دل کی آنکھ سے دیکھا ہے" لہٰذا ان سے یہ دو روایت مروی ہیں اور ان ہی سے تیسری روایت بعض اصحاب نے تصرف کر کے روایت کی ہے کہ "آپ نے سر کی آنکھ سے دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد کہ "آپ نے دل کی آنکھ سے دو مرتبہ دیکھا" ان کا استدلال قرآن پاک کی یہ آیت ہے:-

ماکذب الفواد ما رأیٰ — جو کچھ دیکھا اس کو دل نے نہیں جھٹلایا

اس کے بعد ارشاد ہے

ولقد راہ نزلۃ اخریٰ — اور اس کو دوسری مرتبہ اُترتے دیکھا

ظاہر یہ ہے کہ یہ مستند ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے

کہ آپ نے جبرئیل ع کو دو مرتبہ اسی صورت میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا ہے، اور امام احمدؒ کے قول کی سند میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد جو سورہ النجم میں ہے

ثم دنی فتدلی — پھر قریب ہوا پس لٹک آیا

یہ قربت اس قربت کے علاوہ ہے جو واقعہ معراج میں پیش آئی سورۂ نجم والی قربت حضرت جبرئیل سے قربت ہے۔ جیساکہ حضرت عائشہ رضا اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ آیت کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

علمہٗ شدید القوی — اس کو شدید قوت والے نے سکھایا

مراد جبرئیل ہیں۔ اور اس جگہ تمام ضمیروں کا مرجع حضرت جبرئیلؑ ہیں۔ اور جو قربت قصۂ اسراء میں مذکور ہے وہ قربت حق تعالیٰ شانہ سے ہے۔ اور اس کا تعارض سورۂ نجم والی آیات سے نہیں ہے، بلکہ اس میں صراحت ہے، راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی اور مراد یہاں حضرت جبرئیل ہیں جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین میں اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاسؑ واللہ اعلم

معراج کے بعد جب صبح ہوئی، تو آپ نے اپنی قوم کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی ہیں۔ یہ سنکر کافروں نے اور زیادہ جھٹلایا اور ایذائیں دیں اور سوال کیا کہ بیت المقدس کی صفات بیان فرمائیے

لہ مفسرین اور علماء کا یہ لفظی اختلاف نہایت آسانی سے اس طرح ختم ہو جاتا ہے کہ سورۂ نجم سـ۵ـہ نبوی میں نازل ہوئی ہے اور واقعہ معراج سلـہ نبوی یا ۱۲ سـہ نبوی میں پیش آیا ہے اور اسی وقت سورۂ اسراء نازل ہوئی ہے۔ سورۂ النجم میں نزول وحی، آمد جبرئیل، دعوت رسالت کی تائید اور افترا کفار کی تردید ہے اور یہ ۵ سـہ نبوی کے حالات ہیں۔ عزیز الرحمن غفرلہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بیت المقدس کو کر دیا اور آپ نے اس کو دیکھ دیکھ کر بتلانا شروع کر دیا۔ کافروں کو یہ مجال نہ ہو سکی۔ کہ آپ کی تردید کر سکیں اور آپ نے خبر دی کہ رات کے سفر میں تمہارا قافلہ میں نے فلاں جگہ دیکھا ہے۔ اور وہ فلاں وقت تک آجائیگا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس قافلہ میں فلاں اونٹ آگے ہے۔ اور معاملہ ایسا ہی نکلا لیکن کافروں کی نفرت اور کفر میں اس سے اور بھی زیادتی ہو گئی۔

حقیقت اسرار اسحٰق نے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت معاویہ سے روایت کیا کہ اسرار کا واقعہ بھی آپ کی روح کے ساتھ پیش آیا۔ یا جسم کے ساتھ پیش آیا۔ اور اس میں بہت بڑا فرق ہے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ نے سونے کا ذکر نہیں کیا۔ اور حسن بصری نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے لیکن اس میں فرق ہونا چاہئے کہ واقعہ اسرار سونے کی حالت میں آپ کی روح کے ساتھ پیش آیا۔ یا جسم کے ساتھ پیش آیا۔ اور اس میں بہت بڑا فرق ہے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت معاویہؓ نے سونے کا ذکر نہیں بلکہ یہ ذکر کیا ہے کہ آپ کی روح کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، اور آپ کا جسم غائب نہیں ہوا۔

سونے اور جاگنے میں فرق بہت ہے۔ ظاہر ہے کہ سونے کی حالت میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ امثال ہوتی ہیں اور آدمی دیکھتا ہے کہ وہ آسمان کی طرف جا رہا ہے یا مکہ کی طرف جا رہا ہے اور اس کی روح نہیں جاتی اور نہیں چڑھتی بلکہ خواب کا فرشتہ اس کو یہ دکھلاتا ہے۔ اور جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے قائل ہیں ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ روح مع الجسد تشریف لے گئے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ آپ نے روح کے ساتھ معراج کی۔ آپ کا جسم غائب نہیں ہوا۔ یہ لوگ اس کو معراج منامی نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ آپ کی روح بہ نفس نفیس تشریف لے گئی۔ اور آپ کی روح کو وہ سب کچھ پیش آیا جو بعد مفارقت جسم کو پیش آتا

ہے آپ کی روح ہر ایک آسمان پر پہونچی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے سامنے جا پیش ہوئی پھر زمین کی طرف اتر آئی۔ اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ الاسراء میں وہ سب کچھ نہایت مکمل طور پر پیش آیا جو روح کو بعد مفارقت کے پیش آسکتا ہے اور یہ چیز خواب دیکھنے والے کی خواب سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خرق عادات حاصل ہے مثلاً آپ کا پیٹ چیرا گیا اور آپ کو تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ اسی طرح آپ روح مقدسہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور وہ خصوصیت آپ کو حاصل ہوئی جو بعد مفارقت روح کے ہو سکتی ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ جس مقام پر بعد موت کے پہونچ سکتی ہیں آپ کی روح مقدس حالت حیات ہی میں اس مقام پر پہونچ گئی۔ اور پھر واپس آگئی، اور بعد وصال رفیق اعلیٰ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ ٹھہر گئی۔ اسی وجہ سے اس کو بدن پر شرافت اور نورانیت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے آپ سلام کا جواب دیتے ہیں جو آپ کو سلام کرتا ہے، اسی تعلق کی بناء پر آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کو چھٹے آسمان پر بھی دیکھا اور یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ قبر سے آسمان کی طرف نہیں چڑھے اور پھر قبر میں واپس آگئے۔ حقیقت میں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کا مقام اور اس کا استقرار ہے اور قبر مقام بدن اور قیامت تک کے لئے مستقر ہے۔ پس اس اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بھی دیکھا اور قبر میں بھی دیکھا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ بلند مقام رفیق اعلیٰ کے پاس ہے اور وہی اُن کی روح کا مستقر ہے اور آپ کا جسد اطہر قبر میں بھی محفوظ اور موجود ہے۔ جب کوئی مسلمان آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو جسد اطہر کی طرف لوٹا دیتا ہے اور آپ سلام کرنے والے کو جواب دیتے ہیں لیکن آپ کی روح مقدس ملاء اعلیٰ میں بھی رہتی ہے (اور یہ چیز فہم میں آنے والی ہے)

لیکن جن لوگوں کا ادراک کثیف اور غلیظ ہے ان کو غور کرنا چاہئے کہ سورج کا مقام کہاں

.. ..

ہے اس کے باوجود اس کے اثرات زمین پر واقع ہوتے ہیں جس سے نباتات اور حیوانات کو زندگی ملتی ہے روح کا معاملہ اس سے بھی بالاتر ہے بہرحال روح کی کیفیات علیحدہ ہیں جیسا کہ آگ کہیں ہوتی ہے اور اس کی حرارت جسم بعید کو محسوس ہوتی ہے یہی ربط اور تعلق جسم اور روح میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی اور کامل اور شان روح اس سے بھی زیادہ اعلیٰ اور لطیف ہے

فقیل للعیون الرمد ایاان تری
سنا الشمس فاستغشی ظلام اللیالیا

وقتِ معراج زہری نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل ہوئی اور علامہ ابن عبدالبر اور دوسرے حضرات نے کہا ہے، ہجرت سے ایک سال دو ماہ پیشتر... ہوئی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسرار کا واقعہ ایک مرتبہ پیش آیا، اور یہ بھی قول ہے " دو مرتبہ پیش آیا" ایک مرتبہ بیداری میں اور ایک مرتبہ سونے کی حالت میں۔ یہ حضرات چاہتے ہیں کہ شریک کی حدیث اور ان کے قول " ثم استیقظت ،، پھر میں بیدار ہو گیا' اور دوسری تمام روایات میں اتفاق ہو جائے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ نزول وحی سے پہلے کیونکہ شریک کی حدیث میں ہے

ذلك قبل ان یوحیٰ الیہ — اور یہ آپ کی طرف وحی آنے سے پہلے ہوا

اور دوسری مرتبہ بعد نزول وحی جیسا کہ بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ وحی سے پہلے، اور دو مرتبہ

وحی کے بعد، اور یہ سب اقوال خبط اور اہل ظاہر کے ضعف میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے جب کسی روایت میں کوئی لفظ دیکھا اُس کو ایک دفعہ سے تعبیر کرلیا، روایات کے اختلاف کی بنا پر واقعہ کی تعداد بڑھادی، اور صحیح بات وہ ہے جو آئمہ نے نقل کی ہے۔ کہ واقعہ اسراء مکہ معظمہ میں بعثت کے بعد ایک مرتبہ پیش آیا، ان لوگوں پر تعجب ہے جنھوں نے اس کو چند مرتبہ قرار دیا ہے۔ ان حضرات کے لئے کس طرح یہ جائز ہوگیا؟ اور انھوں نے خیال نہ کیا۔ کیا نماز بھی چند مرتبہ فرض ہوئی ہے ؟ (فرضیت صلوٰۃ کی جو کیفیت اور تفصیل اوپر گذری ہے)، حفاظ حدیث نے شریک کی حدیث اسراء کے بارے میں تغلیط کی ہے مسلم نے باوجودیکہ ان سے حدیث مسند روایت کی ہے لیکن بعد میں کہہ دیا ہے کہ "شریک نے کچھ تقدیم وتاخیر کی ہے" اور کچھ کمی وزیادتی فرمائی ہے۔

آغاز ہجرت مدینہ زہری نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے پہلے تین سال مکہ میں پوشیدہ طور پر رہے۔ چوتھے سال آپ نے اعلان فرمایا[1]۔ اور دس سال تک لوگوں کو اسلام کی

---

[1] مفسرین نے بیان کیا ہے۔ آیہ مبارکہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اعلانیہ دعوت دینی شروع کردی الخ یہ آیت مبارکہ سورۂ الحجر میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت سنہ نبوی کے شروع میں نازل ہوئی۔ اور اسی سورۃ میں مذکور ہے ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم اور سبع مثانی سورۂ فاتحہ کو کہتے ہیں معلوم ہوا اس کا نزول سنہ نبوی سے پہلے ہوا تھا۔ اور اسی سورت میں الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین کا ذکر ہے، اس وجہ سے قرین قیاس ہے کہ سنہ نبوی میں یہ سورت نازل ہوئی، سنہ نبوی میں سورۂ النجم نازل ہوئی۔ واللہ اعلم

طرف بلایا اور موسم حج میں لوگوں کے ٹھکانوں پر جاکر دعوت دی، عکاظ، مجنّہ ، ذوالمجاز (عرب کے مشہور بازار[1]) میں پہنچ کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ فرائض رسالت انجام دینے کے لئے کوئی نصرت کرے اس کے بدلہ اس کو جنت ملیگی لیکن کسی نے توجہ نہ دی پھر آپ نے قبیلہ قبیلہ سے ملاقاتیں کیں، آپ لوگوں سے یہ فرماتے تھے

لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔
اور پورے عرب کے مالک بن جاؤگے عجم تمہارا دین
اختیار کرے گا، جنت کے وارث بن جاؤگے۔

ابولہب آپ کے ساتھ ساتھ رہتا اور کہتا " ان کی بات نہ ماننا یہ صابی[2] اور جھوٹے ہیں" اس کے نتیجہ میں لوگ آپ کی تردید کرتے، آپ کو ایذائیں پہونچاتے۔ اور کہتے، "آپ کے خاندان اور قبیلہ والے آپ سے خوب واقف ہیں، وہ کیوں آپ کی دعوت قبول نہیں کرتے۔

آپ جن جن قبائل کے پاس پہونچے وہ یہ ہیں، بنو عامر بن صعصعہ ، محارب بن حفصہ فزارہ غسان ، مرۃ، حنیفہ، سلیم، عبس، وبنو النضر، بنو البکا ، کندہ ، کلب ، حارث بن کعب عذرہ ۔ حضارمہ، ان قبائل میں سے کسی نے بھی آپ کی دعوت قبول نہیں کی۔

بیعت عقبہ مدینہ منورہ کے مشہور قبیلہ اوس اور خزرج نے اپنے حلیف یہود سے سُنا تھا کہ ایک نبی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والا ہے ہم

---

[1] عرب کے یہ بازار موسم حج کے دنوں میں لگا کرتے تھے۔ جہاں شام ویمن کا تجارتی مال آکر فروخت ہوتا تھا۔ پورے عرب کی زندگی ان ہی بازاروں پر موقوف تھی

[2] زمانہ جاہلیت کی اصطلاح میں اس بے دین کو کہتے ہیں جس نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہو۔

اس کی اتباع کریں گے اور پھر تم سے جنگ کریں گے، جیسا کہ عاد اور ارم کے ساتھ جنگ ہوئی تھی، یہ حضرات (جن کا لقب بعد میں انصار ہوا) ہر سال حج کے لئے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے۔ جیسا کہ دیگر قبائل عرب جایا کرتے تھے جب انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں تو انھوں نے آپ کے حالات کی تفتیش کی اور اس کے بعد ایک دوسرے سے کہا "قسم خدا کی یہ وہی شخصیت ہے جن کے بارے میں یہود مدینہ نے تم سے وعدہ کیا ہے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے سبقت کر جائیں۔

ان دنوں سوید بن صامت جو قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے وہ مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی، انھوں نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار، جب انس بن رافع قبیلہ بنی عبد الاشہل کے آئے ان سے حلف طلب کیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی تو ایاس بن معاذ جو نوجوان تھے انھوں نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا "قسم خدا کی ابو جبس نے اسی واسطہ تم سے حلف لیا تھا۔ بہر حال معاملہ اس وقت بھی طے نہ ہو سکا اور سب مدینہ منورہ واپس ہو گئے۔

اس کے بعد وادی عقبہ میں موسم حج ہی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ انصاریوں سے ملاقات کی۔ یہ سب حضرات خزرجی تھے وہ چھ یہ ہیں۔ ابوامامہ رض، اسعد بن ذرارہ رض، عوف بن حرث رض۔ رافع بن مالک رض۔ قطبہ بن عامر رض، عقبہ بن عامر رض، جابر بن عبداللہ، ان حضرات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی، اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا، اور مدینہ منورہ لوٹ آئے اور یہاں آکر انھوں نے اسلام کی اشاعت شروع کر دی، یہاں تک کہ پورا مدینہ منورہ مسلمان ہو گیا۔

آئندہ سال موسم حج ہی میں بارہ حضرات مدینہ منورہ آئے۔ چھ وہی پہلے حضرات سوائے جابر بن عبداللہ کے اور اس مرتبہ معاذ بن رفاعہ بھائی حضرت عوف کے اور

ان ہی کے ساتھ ذکوان بن عبدالقیسؓ، آخرالذکر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک مکہ معظمہ ہی میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ ان کو مہاجر اور انصار دونوں لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، ابوالہیثم بن بنہان، عویم بن مالکؓ یہ کل بارہ حضرات ہوئے، ابوزبیر نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک موسم حج میں
اور مجنہ، عکاظ میں لوگوں کو دعوت دیتے رہے، کہ کوئی
آپ کی نصرت کرے اور آپ کو پناہ دے تاکہ آپ فرائض
رسالت انجام دے سکیں، اس کے بدلے ان کو جنت ملیگی

لیکن آپ کو ایک آدمی بھی میسر نہ آسکا، اور اگر کوئی آدمی مصر یا یمن سے سفر کرکے مکہ معظمہ پہونچتا تو قریش اس سے کہہ دیتے "فلاں لڑکے سے خبردار رہنا" وہ کہیں تمھیں دھوکہ نہ دیدے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کیفیت اس وقت تک رہی جب تک لوگوں نے ایمان اختیار کیا۔ ہم میں سے جو آدمی بھی آپ کے پاس آتا ایمان قبول کرتا۔ قرآن پاک پڑھتا اور اپنے گھر واپس آجاتا حتیٰ کہ انصار کا کوئی گھر اسلام سے باقی نہ رہا، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کردیا، اور آپنے ہمیں جمع کرکے حکم فرمایا، اور ہم نے بیعت عقبہ میں آپ سے وعدہ کیا، تو آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے فرمایا!

بھتیجے! میں نہیں جانتا، یہ لوگ جو آپ کے پاس آئے
ہیں یہ یثرب کے کوئی صاحب اثر و رسوخ حضرات
ہیں۔ یہ سنکر ہم ایک، ایک، دو، دو کرکے حضرت
عباسؓ کے پاس حاضر ہوئے تو فرمایا، ان کو میں نہیں

جانتا، یہ تو نو عمر لڑکے معلوم ہوتے ہیں۔

یہ سُنکر ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

حضور! ہم نے آپ سے کس چیز پر بیعت کی ہے؟
فرمایا خوشی اور غم ہر حال میں اطاعت کرنے پر اور
تنگی اور فراخی میں خرچ کرنے پر، امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر پر اور اس بات پر کہ اللہ کے معاملہ
میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، اور جب
میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں گا تو ان تمام چیزوں سے
میرا دفاع کرو گے جن چیزوں سے اپنا دفاع کرتے ہو

پس ہم کھڑے ہو گئے اور آپ سے بیعت کرنا چاہتے تھے کہ اسعد بن زرارہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ ستر سال سے کم تھے۔ انھوں نے کھڑے ہو کر کہا، اہل یثرب! تم اچھی طرح سمجھ لو کہ میں نے اتنی طویل مسافت کیوں طے کرائی ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، ان کو آج نکال کر لے جانے میں پورے عرب سے ترک تعلق کرنا پڑے گا۔ تمہارے سردار قتل کئے جائیں گے تمھیں تلواروں کے زخم کھانے پڑیں گے۔ کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اور اس کا بدلہ اللہ پر ہوگا، کیا تم کو اپنی جانوں کا تو خوف نہیں ہے؟ ہم نے کہا اسعد! رہنے دو اور ہمیں بیعت ہونے دو ہم نے خوب سمجھ لیا ہے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک آدمی نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس کے بعد سب مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ اور ان کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ام مکتومؓ، مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم دین سکھانے کے لئے بھیجدیا کہ وہ مسلمانوں کو قرآن شریف پڑھائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں۔

یہ دونوں مہمان اسعد بن زرارہ رضؓ اور ابوامامہؓ کے یہاں آکر مقیم ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ جب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی تو جمعہ قائم کردیا گیا۔ ان دونوں حضرات کے ہاتھ پر بہت سے حضرات مسلمان ہوئے۔ ان میں سے حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ ہیں۔ ان دونوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد تمام بنی عبدالاشہل کے مرد عورت مسلمان ہوگئے۔ صرف اصیرم، عمرو بن ثابت بن وقش رہ گئے۔ غزوہ احد کے وقت مسلمان ہوئے۔ اور جنگ میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے اور یہی ایسے ہیں کہ جن کو نماز پڑھنے یا کوئی سجدہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ انہیں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

عمل قلیلا اجر کثیرا — کم عمل بڑا ثواب

بہرحال اسلام کو مدینہ میں وسعت اور غلبہ حاصل ہونے لگا تو حضرت مصعب بن

لہ ابتدائے جمعہ کے بارے میں ابن سیرین نے روایت کیا ہے کہ حضرت مصعبؓ کے پاس انصار مدینہ حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا ہے آپ ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر کردیجئے تاکہ ہم بھی اس دن جمع ہو کر خدا کی عبادت کریں تو ان کے لئے یوم عروبہ (جمعہ) کو مقرر کیا اور اسعد بن زرارہ نے جمعہ کی دو رکعت پڑھائیں یہ قبل نزول جمعہ اور قبل آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ گویا صحابہ رضؓ نے اجتہاد سے اس کو قائم کیا اور پھر بعد میں اس اجتہاد کی تصویب کردی گئی۔ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کا حکم مکہ ہی میں نازل ہوچکا تھا کہ وہ اسکے قائم کرنے پر قادر نہ تھے لیکن آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ منورہ لکھ بھیجا تھا۔ اور ابوداؤد نے بھی یہی روایت کیا ہے کہ مدینہ میں جمعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے قائم ہوا تھا الخ۔ شرح مواہب ص۳۶۵ ج ۱

عمیرؓ مکہ معظمہ واپس آئے، اس سال موسم حج میں بہت سے اہل مدینہ اور سرداران قوم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، اس وقت حضرت براء بن معرور سالار قافلہ تھے۔

عقبہ کے دن جب رات کا اول تہائی حصہ گذر گیا تو حضور صلعم کی خدمت میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں اپنی قوم اور کفار مکہ کے خوف سے حاضر ہوئے تا کہ وہ لوگ ان کو اس عمل خیر سے نہ روک دیں جس طرح وہ اپنے آدمیوں اور اپنی عورتوں کو روکتے تھے۔ اس سال سب سے پہلے حضرت براء بن معرورؓ نے بیعت کی، اُن کا ایک ہاتھ سفید تھا۔ جب بیعت ہوچکی تو فوراً ہی حضرت عباسؓ حضور صلعم کے چچا خوب اچھی طرح ہلانے جھلانے یعنی بیعت کو موکد کرنے کے لئے حاضر ہوئے جیسا کہ انھوں نے پہلی مرتبہ کیا تھا، یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

اس مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے۔ اور وہ بارہ یہ ہیں۔ اسعد بن زرارہؓ، سعد بن ربیعؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، رافع بن مالکؓ۔ براء بن معرورؓ، عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ والد حضرت جابرؓ۔ اور یہ اسی رات مسلمان ہوئے تھے۔ سعد بن عبادہ رضؓ، منذر بن عمرو رضؓ، عبادہ بن صامت رضؓ۔ یہ نو حضرات قبیلہ خزرج سے تھے اور تین قبیلہ اوس سے تھے۔ یعنی اسید بن حضیر رضؓ، سعد بن خیثمہ۔ رفاعہ بن عبدالمنذر۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالہیثم بن تیہان تھے اور وہ دو عورتیں جو مسلمان ہوئیں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو اور یہ وہ ہیں کہ جن کے بیٹے نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔

جب یہ بیعت پوری ہوچکی، تو ان حضرات نے اجازت چاہی کہ اگر حکم ہو تو اہل عقبہ کا تلوار سے صفایا کردیا جائے۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی: اور اس رات شیطان نے نہایت بلند آواز سے پکارا کہ بہت

سے نئی عمر کے لوگ محمدؐ کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور تم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا "اے خدا کے دشمن یہ تیرے لئے نہیں چھوڑے گئے ہیں" اس کے بعد حضور صلعم نے حکم فرمایا کہ اپنی اقامت گاہوں پر چلے جاؤ۔ صبح ہوتے ہی بہت سے قریش انصار کی قیام گاہ پر پہونچے، اور کہا۔

ہمیں معلوم ہوا کہ رات تمہارے آدمی (حضور صلعم)
کے پاس جمع ہوئے تھے اور تم لوگوں نے ہمارے
خلاف جنگ کرنے پر ان سے بیعت کی ہے قسم ہے
خدا کی جو قبیلہ بھی ہمارے اور اُن کے درمیان جنگ
کو کھڑا کرے گا وہ ہمارا بدترین دشمن ہوگا

اس وقت قبیلہ خزرج میں سے جو مشرک موجود تھے کھڑے ہوئے اور قسم کھا کر کہا کہ ایسی بات ہرگز نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کا ہمیں علم ہے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے کہا یہ غلط ہے اور میری قوم بغیر میرے مشورہ کے کچھ نہیں کر سکتی تب قریش واپس ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابن معرور نے کوچ کر دیا اور وہ جب بطن یاجج میں داخل ہوئے تو مسلمانوں سے ملاقات کی۔ اس جگہ قریش نے پھر مسلمانوں کا پیچھا کیا، اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کو مسلمانوں سے چھین کر لے گئے اور ان کی گردن میں ہاتھ باندھ کر مارتے ہوئے مکہ معظمہ لائے۔ پھر مطعم بن عدی، حارث بن حرب بن اُمیہ آ گئے اور اُن کو چھوڑا دیا۔

جب انصار نے حضرت سعد بن عبادہ کو نہ پایا تو آپس میں مشورہ کیا۔ اتنے ہی میں حضرت سعد بن عبادہ رضؓ آ گئے۔ اور سب کے سب حضرات مدینہ منورہ پہونچ گئے۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا اذن عام دیدیا۔ چنانچہ سب سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف جنھوں نے ہجرت

کی ان میں ابو سلمہ رضؓ اور اُن کی بیوی ام سلمہ رضؓ ہیں، لیکن ان کو روک لیا گیا، اور ان کو ان کے لڑکے سے ملنے تک نہیں دیا جاتا تھا۔ سال بھر بعد یہ مدینہ منورہ پہونچیں یہ عثمان بن طلحہ رضؓ کے ساتھ مدینہ منورہ پہونچیں تھیں۔ اسی طرح مسلمان مسلسل جانا شروع ہوئے اور مکہ معظمہ میں صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضؓ حضرت علی رضؓ رہ گئے۔ یہ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے رُکے رہے اور یا وہ بعض حضرات تھے جن کو مشرکین نے زبردستی روک چھوڑا تھا۔ اور حضور صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے سامان سفر کرنا شروع کر دیا تھا معلوم نہیں کس وقت حکم ہو جائے[۱]

حضور صلعم کی ہجرت

جب مشرکین نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے سامان، اور بیوی بچوں کو لیکر ہجرت کرتے چلے جا رہے ہیں، اور اوس و خزرج کے پاس پہونچ جاتے ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ مدینہ ان کی پناہ گاہ ہو گیا ہے اور کچھ دن کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ شروع کر دیں گے تو خوف زدہ ہوئے تو سب اہل مکہ دار الندوہ میں جمع ہو گئے اور کوئی بھی ذی فہم اور صاحب الرائے ایسا نہ رہا جو آموجود نہ ہوا ہو۔ اور ابلیس بھی ایک بوڑھے نجدی کی صورت بنا کر چادر ڈالے ہوئے آموجود ہوا، اور مشورہ

---

[۱] یاد رہے سورہ اسرا قبل ہجرت نازل ہوئی ہے۔ اسی میں یہ آیت مبارکہ ہے۔ قل ربی ادخلنی مدخل صدق۔ الآیۃ۔ مفسرین نے بیان کیا ہے، اس سے ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ گویا ہجرت کرنا متعین ہو چکا تھا، صرف وقت اور حالات کا انتظار تھا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۱۸۴ ج ۱

شروع ہوا، ہر ایک نے رائے دینا شروع کی۔ شیخ نجدی ہر رائے کی کاٹ کرتا رہا۔ اور صرف ابوجہل کی رائے سے اتفاق کیا۔

ابوجہل نے کہا میرے لئے ایک رائے ظاہر ہوئی ہے جو تم میں سے کسی کو نہیں ہوئی وہ یہ کہ ہم کو قریش کے ہر قبیلہ سے ایک مضبوط جوان لینا چاہیئے۔ اور سب کو تلوار دیدینی چاہیئے۔ ان سب کو مل کر یکبارگی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کرکے ہلاک کر دینا چاہیئے، یہ نہ معلوم ہو کہ کس کی تلوار سے قتل ہوئے ہیں پھر اس قتل کی دیت سب پر آجائے گی۔ بنو عبد مناف کو تمام قبیلوں سے بدلہ لینا ممکن نہ ہوسکیگا اور ہم ان کو دیت ادا کردیں گے۔ شیخ نجدی نے اس رائے کی تائید کی اور تعریف کی۔ اسی رائے پر سب متفق ہوکر واپس آگئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس مشورہ کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کردی[1]۔ اور فرمایا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر بھری دوپہری کہ عام طور پر اُس وقت کوئی نہیں نکلتا، سر کو ڈھانپ کر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے یہاں آئے، اور فرمایا جو تمہارے پاس ہوں ان کو الگ کردو، عرض کیا یہ سب آپ کے اہل ہی ہیں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا:-

ان اللّٰہ قد اذن لی فی الخروج — اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دیدی ہے

حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا، کیا میں ساتھ رہوں گا؟ فرمایا ہاں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، ان دونوں اونٹنیوں میں سے کوئی سی ایک منتخب فرمالیجئے۔ آپ نے فرمایا قیمت سے! حضرت علی رضؓ کو ارشاد فرمایا آج رات تم میرے بستر پر لیٹ جانا۔

---

[1] ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق سورۂ انفال کی یہ آیت واذ یمکر بك الذین کفروا الآیۃ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ طبری صفحہ ۵۴

قریش کے وہ تمام لوگ اس رات کو آپ کے دولتکدہ کے پاس جمع ہو گئے اور دروازہ کے جھرونکوں سے جھانکتے رہے۔ اور پہرہ دیتے رہے۔ اور آپ کے باہر تشریف لانے کے منتظر رہے تاکہ ان کا بدبخت ترین انسان آپ کو قتل کر دے۔ حضور صلعم نکلے اور ایک مٹھی میں سنگریزے لیکر ان سب کے سروں پر بکھیر دیئے، اور وہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے۔

وجعلنا من بین ایدیهم سدًا ومن خلفهم سدًا فاغشیناهم فهم لا یبصرون [1]

ہم نے ان کے آگے بھی رکاوٹ کردی اور پیچھے بھی اور ان کو اس طرح ڈھانپ دیا کہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر کی کھڑکی کی راہ سے نکل گئے۔ ایک آدمی جب ان لوگوں کے پاس آیا، اور اس نے کہا کیا انتظار ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا، اس نے کہا، بے وقوفو! وہ تو تمہارے سروں پر مٹی ڈال کر چلے بھی گئے۔ سب بولے قسم خدا کی ہم نے تو ان کو دیکھا بھی نہیں۔ سب نے سروں سے مٹی جھاڑی، وہ لوگ یہ ہیں۔ ابوجہل، حکم بن عاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث، اُمیہ بن ابی خلف طعیمہ بن عدی ابولہب، زمعہ بن الاسود، بنیہ، منبہ حجاج کے بیٹے۔

جب صبح ہوئی تو حضرت علی بستر سے اُٹھے سب نے ان سے دریافت کیا حضرت علیؓ نے فرمادیا مجھے کچھ معلوم نہیں (ادھر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ غار ثور میں داخل ہو گئے اور فوراً ہی مکڑی نے جالا تن دیا۔ دونوں نے عبداللہ بن

---

[1] یہ آیات سورۂ یٰس شریف کی ہیں، حافظ ابن کثیر کی روایت کے مطابق آپ نے سورۂ یٰس کو یہاں تک پڑھ کر دم کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ سورہ یٰس کا نزول ہجرت سے قبل ہوا تھا علامہ جلال الدین سیوطی نے ترتیب میں اسکو سورۂ جن کے بعد تحریر کیا ہے اور سورۂ جن سنہ نبوی میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم ابن کثیر ص ۵۶۳ ج ۳

اریقط لیثی جو راستوں کا ماہر اور واقف کار تھا، اُجرت پر مقرر کردیا، اور وہ ابھی تک کافر ہی تھا۔ اس نے دونوں سواریوں کو تیسرے دن غار ثور پر وعدہ کے مطابق پہونچا دیا۔

اِدھر قریش نے بہت چھان بین شروع کردی اور نقوشِ قدم شناس قیافہ کو اپنے ساتھ لیا، اور غار ثور کے دروازے تک جا پہونچے۔ چنانچہ صحیحین میں اس طرح مذکور ہے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا۔ یارسول اللہ اگر وہ لوگ
نیچے کو جھانک کر دیکھنے لگے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپ
نے فرمایا، ابوبکر رضؓ! تمہارا کیا خیال ہے جن دو کے
ساتھ خدا ہو، غم نہ کیجئے! اللہ ہمارے ساتھ ہے[1]

اور حضور صلعم، اور حضرت ابوبکر رضؓ دونوں کافروں کی باتیں سُن رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اندھا بنا دیا تھا۔

عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر رضؓ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ دن بھر مکّہ میں تمام حالات سنکر شام کو جا کر سُنا دیتے تھے، اور جب صبح ہوتی تو لوگوں میں جا ملتے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں ہم نے دونوں (حضور صلعم، ابوبکر) کے لئے سامان سفر درست کیا اور ایک بڑے تھیلے میں کھانے کا سامان بھر دیا۔ اس کا مُنہ باندھنے کے لیے حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضؓ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کئے اور ایک سے اس کا مُنہ باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب "ذات النطاقین" پڑ گیا۔

حاکم نے مستدرک میں حضرت عمر رضؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] یہ آیت سورۂ توبہ میں ہے۔

علیہ وسلم غار کی طرف تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت ابو بکر رض کبھی دائیں چلتے اور کبھی بائیں اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا۔

جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ کوئی پیچھا نہ کر رہا ہو تو پیچھے چلتا ہوں اور بطور نگرانی کے آگے چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ابو بکر! تمہیں میرے سوا کوئی چیز محبوب نہیں معلوم ہوتی۔ عرض کیا بیشک بقسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔

جب آپ غار کے قریب پہونچ گئے تو حضرت ابو بکر رض نے عرض کیا حضور! تھوڑا یہیں توقف فرمائیے! تاکہ میں غار کو صاف کردوں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر داخل ہوئے اور غار میں جائے قیام کو صاف کردیا اور عرض کیا اب آجائیے! آپ تشریف لے گئے۔[1]

آپ غار حرا میں تین دن اور تین رات مقیم رہے[2]۔ جب کفار مکہ کی جستجو ٹھنڈی پڑگئی تو عبد اللہ بن اریقط آئے۔ تو آپ نے کوچ فرمایا۔ حضرت ابو بکر رض نے عامر بن فہیرہ کو اپنا ردیف بنایا۔ وہ راستہ بتلاتا ہوا چلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت عطا فرمائی اور چلنے اور منزل کرنے کو مسعود بنایا۔

---

[1] ہجرت میں غار ثور کے بارے میں واقعات مثلاً مکڑی کا جالا تن دینا، کبوتروں کا انڈے دیدینا، کیکر کا درخت کا پیدا ہونا، سانپ کا حضرت صدیق اکبر رض کی انگلی میں کاٹ لینا متعدد طرق سے محدثین اور مفسرین نے بیان کیا ہے جن سے وجہ انکار نہیں ہے۔ ابن کثیر، مظہری، شرح مواہب۔ روضۃ الاحباب دربیان ہجرت

[2] حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اتباع سنت میں ایام غدر ۱۸۵۷ء صرف تین دن پوشیدہ رہ کر باہر آگئے۔ تذکرۂ شاہ ہند

جب مشرکین عاجز آ گئے تو انھوں نے اعلان کیا جو کوئی بھی ان کی خبر لائے یا ان کو لائے اُس کو سو اونٹ انعام ملیگا۔ لہٰذا لوگوں نے کوشش کرنا شروع کی لیکن اللہ تعالیٰ کا امر سب چیز پر غالب آتا ہے۔ جب آپ کا گذر بنی مدلج مصعد بن قدید قبیلہ سے ہوا تو ایک آدمی نے دیکھ لیا۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر کہا کہ میں نے ساحل کی طرف سیاہ اونٹنی آتے دیکھی ہے۔ ممکن ہے وہ محمد (صلعم) ہوں۔ سراقہ بن مالک نے جیسے ہی سُنا تو کامیابی کی خوشی میں بولا نہیں وہ نہیں ہیں بلکہ فلاں فلاں آدمی ڈھونڈنے گئے تھے وہ آتے ہوں گے۔ پھر تھوڑا توقف کیا اور خیمہ میں داخل ہو کر خادم سے کہا گھوڑے کو خیمہ کے پیچھے سے نکال دے اور فلاں جگہ لے جا کر میرا انتظار کر، اور خود نیزہ لیکر زمین پر لکیر بناتا ہوا چلا، جب گھوڑے کے نزدیک پہونچ گیا تو سوار ہوا۔ اور جب قریب ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرأۃ کرنے کی آواز کان میں آئی۔ اور حضرت ابوبکر اکثر پیچھے کی طرف مڑکر دیکھتے جاتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا، حضور یہ سراقہ بن مالک آتا ہے! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی تو اس کے گھوڑے کے اگلے دونوں پیر زمین میں دھنس گئے۔ تو اس نے کہا آپ کی بددعا سے یہ ہوا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کریں اور میں وعدہ کرتا ہوں جو بھی آپ کا پیچھا کرتا آئے گا میں اس کو واپس کر دونگا اور میرے لئے کوئی پرچہ لکھ دیجئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو امر فرمایا۔ انھوں نے چمڑہ پر لکھ دیا۔ وہ مکتوب فتح مکہ تک اُس کے پاس رہا۔ فتح مکہ کے وقت اس نے پیش کیا تو آپ نے فرمایا:۔

آج کا دن وعدہ کو پورا کرنے اور احسان
کرنے کا ہے۔

سراقہ بن مالک نے کچھ زادراہ دینا چاہا، آپ نے انکار کردیا اور فرمایا کہ بس اسی قدر کافی ہے کہ متلاشی لوگوں کو روکتے رہو۔ اس نے کہا بیشک، اور لوٹ آیا اور لوگوں سے کہہ دیا تم لوگوں کو غلط معلوم ہوا ہے وہ ادھر سے نہیں گذرے۔

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ام معبد کے پاس سے ہوا، وہ ایک بوڑھی عورت تھی اپنے خیمہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اور راہگیروں کو کھانا کھلاتی اور پانی پلاتی تھی۔ آپ نے بھی اس سے دریافت کیا کوئی چیز ہے؟ عرض کیا اگر آج کچھ ہوتا تو میں آپ کی میزبانی کرتی۔

آپ نے فرمایا وہ خیمہ کے اندر کیا ہے؟ عرض کیا بکری ہے۔ اور مشقت کی وجہ سے ہار رہی ہے دودھ نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اس کا دودھ نکالیں؟ اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان شوق سے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیکر اس کے تھن پکڑے، چنانچہ وہ دودھ سے لبریز ہو گئے، آپ نے برتن طلب فرمایا اور اس میں دودھ نکالنا شروع کیا وہ بڑا برتن اتنا بھر گیا کہ جھاگ دینے لگا۔ اس کو آپ نے اور حضرت ابوبکر رض نے اور اور اس بوڑھیا اور اس کے گھر والوں نے خوب پیٹ بھر کر پیا، پھر دودھ نکالا اور پھر سب نے خوب پیا، اور صبح ہوتے ہی وہاں سے کوچ کردیا۔ آپ کو رخصت ہوئے تھوڑا ہی وقت ہوا تھا کہ ام معبد کا شوہر آگیا، اور دُبلی پتلی بکریوں کو چرا کر واپس لایا تو اس نے گھر میں دودھ دیکھا تو تعجب کیا، اور پوچھا یہ کہاں سے؟ حالانکہ بکری بالکل خالی تھی[1]۔ بوڑھی نے کہا ایک مبارک آدمی یہاں سے ہو کر گذرے ہیں اور ان کا

---

[1] ۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے اس بکری کی بڑی عمر ہوئی۔ حضرت عمر رض کے زمانہ خلافت میں اس کا انتقال ہوا اور برابر (باقی صفحہ ۶۳ پر)

معاملہ ایسا ایسا ہے۔ بوڑھے نے کہا، قسم خدا کی میں نے اس قریشی جوان کو دیکھا۔ ذرا اُن کے اوصاف بتلا! ام معبد نے کہا، چمکدار اور نورانی شکل ہے۔ اچھے اخلاق ہیں آنکھوں میں چمک ہے، بدن سے خوشبو آتی ہے۔ آواز میں شیرینی ہے، بال گھنگریالے ہیں۔ گردن نہایت بلند اور خوبصورت ہے۔ آنکھیں سرمگیں ہیں۔ بال بہت سیاہ ہیں جب وہ خاموش ہوتے ہیں تو وقار ٹپکتا ہے۔ اور جب گویا ہوتے ہیں تو موتی اور پھول جھڑتے ہیں۔ دُور سے حسین ترین معلوم ہوتے ہیں اور قریب سے شیریں ترین معلوم ہوتے ہیں۔ اطمینان بخش میٹھی بولی نہ جلدی اور نہ آہستہ جب گویا ہوتے ہیں تو گویا جواہرات کی گوندھی ہوئی لڑی ہوتی ہے۔ میانہ قد ہے، نہ ٹھگنا پن ہے اور نہ ٹہنی کی طرح پتلا پن ہے کہ اور ٹہنیوں کے درمیان بدنما معلوم ہو۔ وہ خوش منظر ہیں۔ اچھی قدر و منزلت کے مالک ہیں اور ان میں خوب نرمی ہے۔ جب ابو معبد نے یہ سنا تو کہا قسم خدا کی یہ وہی قریشی جوان ہے جن کے بارے میں ایسا ایسا ذکر سننے میں آیا ہے اور اب میں بھی ان کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکا ہوں اور ان کے لئے رہنمائی کروں گا۔ میں نے صبح ہوتے ہی مکہ کی بلندی سے آواز سنی ہے اور جس کو سب نے سنا ہے لیکن کہنے والے کو کسی نے دیکھا نہیں ؎

جزی اللہ رب العرش خیر جزائہ — رفیقین حلی خیمتی ام معبد
هما نزلا بالبر و ارتحلا بہ — وافلح من امسی رفیق محمد
فیا لقصی ما زوی اللہ عنکم — بہ من فعال لا یجازی و سودد
لیهن بنی کعب مکان فتاتهم — ومقعدها للمومنین بمرصد
سلوا اختکم عن شاتها و انائها — فانکم ان تسألوا الشاۃ تشهد[۱]

باقی حاشیہ صفحہ ۶۲ - دودھ دیتی رہی - روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲ حضرت حسان بن ثابتؓ نے بھی (باقی ص ۶۴ پر)

حضرت اسما بنت ابی بکر رضؓ کہتی ہیں ہمیں معلوم نہیں تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اچانک مکہ کی نچلی جانب سے ایک جن آیا اور اُس نے یہ اشعار پڑھے۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ آواز تو سنتے تھے مگر اس کو دیکھ نہیں پاتے تھے اور مکہ کی اوپر کی طرف کو ہو کر چلا گیا۔ جب ہم نے اس کے ابیات کو سنا تو جان لیا کہ آپ کہاں تشریف لائے ہیں

باقی حاشیہ صفحہ ۶۳ ۔ اسی وزن پر چند اشعار کہے ہیں۔

لقد خاب قوم زال عنہم نبیہم — وقدس من یسری الیہم ویغتدی
ترحل عن قوم فزالت عقولہم — وحل علی قوم بنور مجددی
نبی یری ما لا یری الناس حولہ — ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد

چالیسواں باب

قیام مدینہ اور آپ کی مشغولیات

مدینہ میں استقبال

انصار کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ چکے ہیں، اور مدینہ تشریف لا رہے ہیں لہٰذا وہ روزانہ صبح سے لیکر دوپہر تک، حرۃ پر انتظار کرتے اور جب دھوپ تیز ہوجاتی تو حسب عادت واپس ہوجاتے (اس وجہ سے کہ عام طور پر قافلوں کی آمد کا یہی وقت تھا) جب ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی کا اختتام ہوا اور پیر کا دن آیا تو حسب عادت حرہ پر پہونچے اور جب دھوپ تیز ہونے لگی تو واپس ہوئے اتفاق سے کسی ضرورت سے یہودیوں میں کا کوئی آدمی مدینہ سے باہر ٹیلہ پر چڑھا ہوا تھا کہ اس نے آپ کو اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر رض کو سفید لباس میں دیکھا کہ گرد اڑ رہی ہے تو بلند آواز سے چیخا

اے قبیلہ والو! تمہارے وہ صاحب آ گئے
وہ تمہاری امید آ گئی جس کا تم انتظار کرتے تھے

چنانچہ انصار نے جلد جلد ہتھیار لگائے تاکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں، چاروں طرف سے مبارکباد اور تکبیر کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور مسلمانوں نے خوشی سے تکبیریں بلند کیں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور نبوۃ کا سلام پیش کیا۔ اور چاروں طرف سے

آپ کا حلقہ کرلیا اور آپ کے گرد دائرہ بنالیا۔ آپ پر اس وقت عجیب سکینہ اور وقار تھا اُس وقت وحی نازل ہوئی۔

فان اللہ ھو مولاہ وجبریل	اللہ اس کا مولا ہے اور جبرئیل اور نیک
وصالح المومنین والملائکۃ	مومنین اور فرشتے اس کے بعد
بعد ذلک ظھیراً	مددگار ہیں۔

قبا میں تعمیر مسجد آپ نے کچھ دور چل کر قبا میں نزول فرمایا اور بنی عمرو بن عوف میں قیام کیا، اور کلثوم بن ھدم کے یہاں اُترے اور کہا گیا ہے کہ سعد بن خیثمہ کے یہاں اُترے، لیکن پہلا قول درست ہے۔ یہاں آپ نے چودہ راتیں قیام فرمایا۔ اور مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہ نبوت کے بعد سب سے پہلی مسجد ہے جب جمعہ کا دن آیا تو اللہ کے حکم سے آپ سوار ہوئے اور جمعہ کی نماز کا وقت آپ کو بنی سالم بن عوف میں ہوگیا، آپ نے وادی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی[1]، اور اس کے بعد پھر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی اونٹنی کی مہار تھام رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا، اُس کو چھوڑ دو! یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ وہ اونٹنی چلتی رہی۔ آپ جن انصاری کے گھر کے پاس سے ہو کر گذرتے وہ دل وجان سے خوش آمدید کہتے۔ اور آپ یہی فرمادیتے اُس کو چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

مدینہ میں قیام بہرحال وہ اونٹنی چلتی رہی، جب اس جگہ پہونچی جہاں آج مسجد ہے تو وہاں بیٹھ گئی اور وہاں سے نہیں ہٹی۔ اس کو اُٹھایا مگر پھر تھوڑا چل کر وہیں آ بیٹھی۔ آپ اس پر سے اتر آئے یہ جگہ قبیلہ بنی نجار میں تھی جہاں آپ کی ننہال تھی آپ یہی پسند کرتے تھے کہ اپنے ماموں زاد بھائیوں میں قیام کریں

---

[1] اس وادی کا نام وادی صلب ہے یہیں دوسری مسجد تعمیر ہوئی۔ شرح مواہب ج۱ ص۳۵۱ ۱۲

اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی ؎

لوگ آپس میں آپ کی مہمانی کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔ اتنے ہی میں حضرت ابوایوب انصاری آئے اور آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

المرء مع رحلہ — آدمی اپنے سامان کے پاس ہوتا ہے

حضرت اسعد بن زرارہ نے آپ کی اونٹنی کی مہار تھام رکھی تھی۔ حضرت قیس انصاری نے چند ابیات کہے تھے جن کو حضرت ابن عباسؓ نے جو ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے یاد کر لیا تھا وہ اشعار یہ ہیں:۔

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ — یذکر لو یلقی حبیبا موالیاً
ویعرض فی اهل المواسم نفسہ — فلم یرمن یوی ولم یر داعیاً
فلما اتانا واستقرت بہ النوی — واصبح مسرورا بطیبۃ راضیاً
واصبح لایخشی ظلامۃ ظالم — بعید ولا یخشی من الناس باغیاً
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا — وانفسنا عند الوغی والتاسیا
نعادی الذی عادی الناس کلھم — جمیعا وان کان الحبیب المصافیا

ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ
وان کتاب اللہ اصبح ھادیا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ کو ہجرت کا حکم ہوا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وقل رب ادخلنی مدخل — اور کہو اے میرے رب مجھے سچے مدخل

؎ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کا تعلق آپ کے ننہال سے تھا۔ اہل سیرت اس جگہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی محبت کی عجیب حکایات تحریر کی ہیں یہ حاشیہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ شرح مراہب ۲۵۵ ج ۱

صدق و اخرجنی مخرج صدق میں داخل کر اور سچے مخرج سے نکال اور
واجعلنی من لدنک سلطانا نصیرا اپنے پاس سے طاقت والی نصرت عطا فرما

قتادہ نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے مدینہ کی طرف نکالا اور وہ مخرج صدق اور مخرج نبی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے آپ کو اس معاملہ میں قوت کسی طاقت بغیر حاصل نہیں ہوگی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دارالہجرت پہلے ہی سے دکھلا دیا تھا اور فرمایا تھا وہ کھجوروں کے درخت والی جگہ دو پہاڑیوں کے درمیان ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا میرے ساتھ ہجرت میں کون ہوگا عرض کیا "ابوبکر صدیق"۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں "سب سے پہلے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو ہجرت کرکے ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب عمیر اور ابن ام مکتوم ہیں۔ یہ دونوں ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ پھر حضرت بلالؓ اور حضرت سعدؓ آئے اور پھر حضرت عمرؓ بیس سواروں کے ساتھ آئے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور اس دن مرد، عورت بچے اسقدر خوش تھے کہ قسم خدا کی اس سے زیادہ میں نے ان کو کبھی خوش نہیں دیکھا۔ سب کہتے تھے۔

"یہ رسول اللہ ہیں جو تشریف لائے ہیں"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، جس دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے ہیں، میں موجود تھا، میں نے اس دن سے زیادہ اچھا اور نورانی دن کوئی دن نہیں دیکھا اور وہ دن بھی دیکھا ہے جس دن آپ کا وصال ہوا اُس دن سے زیادہ کوئی تاریک دن نہیں دیکھا۔

بہرحال جب تک آپ کا حجرہ شریفہ تیار رہوا، آپ حضرت ابو ایوبؓ کے یہاں مقیم[1]

[1] روایت ہے کہ آپ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے یہاں ۱۰ دن۔ دوسری روایت میں ہے (باقی صفحہ ۶۹ پر)

رہے۔ آپ نے جس وقت زید بن حارثہ اور ابو رافع کو، مکہ کی طرف بھیجا۔ آپ اس وقت حضرت ابو ایوبؓ کے یہاں ہی تھے۔ آپ نے ان دونوں کو دو اونٹ، پانچسو درہم دیئے اور مکہ بھیجا کہ جاکر حضرت فاطمہ رضؓ، ام کلثومؓ (صاحبزادیاں) سودہ بنت زمعہؓ۔ اسامہ بن زید اور ان کی ماں ام ایمن کو لے آئیں، اور حضرت کی تیسری صاحبزادی حضرت زینب کو ان کے شوہر ابو العاص الربیع نے نہیں نکلنے دیا تھا، اور حضرت عبد اللہ بن ابو بکر صدیق۔ حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں اور حضرت عائشہ رضؓ کو لے کر آئے اور حارثہ بن نعمان کے گھر اُن کو اُتارا گیا۔

تعمیر مسجد نبوی

زہری نے کہا ہے کہ جس جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی اس جگہ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیم انصاری بچوں کی تھی۔ اور وہ دونوں حضرت اسعد بن زرارہؓ کی زیر تربیت و پرورش تھے۔ آپ نے اس زمین کا بھاؤ کیا تاکہ اس جگہ مسجد تعمیر کی جائے۔ ان دونوں لڑکوں نے کہا "حضور! یہ ہماری طرف سے ہبہ ہے" آپ نے انکار کردیا اور اس جگہ کو دس دینار میں خرید ا۔ شروع میں بغیر چھت دیوار تھی اور اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف کو تھا، اور اس جگہ حضرت اسعد بن زرارہ آپ کے پاس تشریف لانے سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

اس جگہ ایک کیکر کا درخت، اور کھجور کا درخت اور مشرکین کی قبریں تھیں آپ نے قبروں کے اکھاڑنے کا حکم فرمایا، اور درخت کو کٹوا دیا، اور مسجد میں قبلہ کی طرف چبوترہ بنا دیا گیا، اس وقت قبلہ کی جانب سے پاہر تک۔ اس کا طول سو ذراع

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۸) ایک ماہ تیسری روایت میں ہے کہ غزوہ بدر تک مقیم رہے۔ حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں کہ ایک دن عشا کے کھانے میں ہم نے لہسن یا پیاز ڈال دیا، تو آپ نے اسکو تناول نہیں فرمایا شرح مواہب صفحہ ۳۶۸٫۳۵۸

تھا۔ اور دونوں جانب بھی اسی قدر یا اس سے کچھ کم، اس کی بنیاد تین ہاتھ گہری کھودی گئی۔ اور کچی اینٹوں سے بنایا گیا۔ حضور صلعم صحابہؓ کے ساتھ اینٹ بناتے تھے اور ان ہی کے ساتھ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور فرماتے تھے۔

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ [1]

اور یہ بھی فرماتے:

ھذا الحمال لا حمال خیبر ھذا ابر ربنا واطہر [2]

اور حضرات صحابہؓ اینٹیں ڈھوتے اور رجزیہ اشعار پڑھتے۔ بعض نے کہا ہے

لئن قعدنا والرسول یعمل لذاک منا العمل المضلل [3]

آپ نے مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی طرف کیا اور اس کے تین دروازے بنائے ایک پیچھے کی جانب جس کو باب رحمت کہا جاتا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوا کرتے تھے۔ آپ نے مسجد کے ستون کی جگہ کھجور کے تنے لگائے اور چھت اس کے پٹھوں سے بنائی۔ آپ سے عرض کیا گیا "آپ اس کی چھت نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جھونپڑی کی طرح کوئی جھونپڑی نہیں"

مسجد کی ایک جانب آپ نے رہنے کے گھر چھوٹے چھوٹے حجرے اینٹوں سے بنائے اور ان کی چھتیں کھجور کے پٹھوں سے بنائیں۔ جب آپ اس تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت عائشہ رضہ کے لئے مسجد کے شرقی جانب ایک حجرہ تعمیر کیا اور یہ وہی حجرہ شریف ہے جو آج ہے۔ ایک حجرہ آپ نے حضرت سودہ بنت

---

[1] اے اللہ آخرت کے عیش کے علاوہ کوئی عیش نہیں، تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

[2] یہ بوجھ ہے نہ کہ خیبر کا بوجھ ہے، یہ نیکی ہے۔ اور ہمارے رب کے نزدیک اور زیادہ پاکیزگی ہے۔

[3] اگر ہم بیٹھ گئے اور رسول کام کرتے رہے تو یہ ہمارے لئے بڑا گمراہ کن کام ہوگا۔

زمعہ کے لئے تعمیر کیا۔

مواخاۃ یا بھائی بنانا آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں حضرات مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کی کل ۹۰ حضرات تھے آپ نے ان میں آپس میں بھائی پنے کا رشتہ قائم کیا، وہ آپس میں محبت کریں اور وہ مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے نہ کہ ذوی الارحام، یہ حکم واقعہ بدر تک رہا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض — رشتہ دار بعض، بعض سے قریب ہیں۔

تو وراثت کا حکم ذی رحم کے لئے دید یا گیا، اور مواخاۃ کے رشتہ کی میراث ختم کر دی گئی

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ دوسری مرتبہ آپ نے مہاجرین ہی کے درمیان آپس میں سلسلہ مواخاۃ قائم کیا، چنانچہ آپ نے حضرت علی رض کے ساتھ بذات خود اخوت قائم کی، لیکن پہلی روایت زیادہ ثابت ہے، کیونکہ مہاجرین آپس میں اخوت اسلام اور ہموطنی، قرابت نسبی کی وجہ سے اس سلسلہ سے مستغنی تھے، بہ خلاف مہاجرین اور انصار کے وہ آپس میں یہ رشتے نہیں رکھتے تھے۔ اور اگر پہلی بات تسلیم بھی کرلی جائے تو اس سلسلہ مواخات میں آپ کے لئے سب سے زیادہ مستحق اور سب سے زیادہ محبوب، رفیق ہجرت، انیس غار، افضل صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور آپ نے ارشاد بھی فرمایا:۔

لہ۔ مواخاۃ کا واقعہ ہجرت کے پانچ مہینہ گذرنے کے بعد کا واقعہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے وذکروا نعمۃ اللہ التی اذکنتم اعداءً الآیۃ میں بیان کیا ہے شرح مواہب ج۱ ص۲۵۹ یاد رہے اتحاد اُمت اور مواخاۃ ہی سے نصرت کے دروازے کھلتے ہیں۔

لوکنت متخذا من اھل	اگر میں کسی زمین والے کو دوست
الارض خلیلا لاتخذت ابا	بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا لیکن
بکر خلیلاً ولکن اخوۃ الاسلام	اسلامی اخوت افضل ہے

افضل

اور دوسری روایت میں "اخی و صاحبی" کا لفظ ہے اور یہی اخوت اسلامی ہے۔ اگرچہ اس میں عمومیت ہے۔ جیساکہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

کاش کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا؟ عرض کیا گیا
ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا تم میرے
صحابی ہو۔ اور میرے بھائی وہ قوم ہے جو میرے
بعد آئیگی اور باوجود مجھے نہ دیکھنے کے مجھ پر ایمان
لائے گی۔

بہر حال حضرت صدیق رضؓ کی اخوت کا مرتبہ اس سے اعلیٰ ہے، جیساکہ آپ کے صحابی ہونے کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے، پس حضرات صحابہ رضؓ کو صحبت اور اخوت دونوں حاصل ہیں اور بعد والوں کو صرف اخوت حاصل ہے نہ کہ صحبت۔

دستور مدینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ موا عدت فرمائی[1]۔ چنانچہ ایک اعلانیہ لکھا گیا اور یہود میں جو سب سے بڑے عالم تھے یعنی حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بقیہ تمام یہود نے انکار کردیا اور وہ اپنے کفر پر ہی برقائم رہے۔ ان کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، ان

---

[1] یہودیوں کے ساتھ یہ معاہدہ بھی مواخاۃ ہی کے زمانہ میں ہوا ہے۔

تینوں سے جنگ ہوئی۔ آپ نے بنو قینقاع پر احسان فرمایا۔ اور بنو نضیر کو شہر بدر کر دیا اور بنو قریظہ سے جنگ ہوئی۔ اور ان کی اولاد کو گرفتار کر لیا گیا، سورۂ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی، اور سورۂ احزاب بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

تحویل قبلہ

آپ بیت المقدس کی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن چاہتے یہ تھے کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ مقرر ہو جائے، چنانچہ آپ نے حضرت جبریل سے فرمایا۔

میں چاہتا ہوں کہ ہمارا رُخ قبلۂ یہود سے
پھیر دیا جائے اور کعبہ کی طرف کر دیا جائے۔

حضرت جبرئیل نے کہا میں تو خدا کا بندہ ہوں آپ اپنے رب سے التجا کیجئے پس آپ نے چہرۂ انور آسمان کی طرف کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

قد نری تقلب وجهك فی السماء	ہم نے بار بار آپ کے چہرے کو آسمان
فلنولينك قبلة ترضاها فول	کی طرف اُٹھتے دیکھا ہے لہٰذا آپ جس قبلہ کو پسند
وجهك شطر المسجد الحرام	کرتے ہیں ہم آپ کو اسی طرف پھیر دیں گے۔ پس آپ
	اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کریں۔

یہ واقعہ مدینہ منورہ آنے کے ۱۶ مہینہ بعد واقعہ بدر سے پہلے پیش آیا (یعنی ۲ھ کے چار مہینہ گذر چکے تھے) اور واقعہ بدر سے دو مہینہ پہلے یہ حکم ہوا تھا۔ محمد بن سعد نے سند کے ساتھ کہا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں:۔

آپ نے قبلہ کے بارے میں کسی نبی کی مخالفت
نہیں کی اور نہ کسی سنت میں، مدینہ منورہ میں آنے
کے بعد ۱۶ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے
رہے۔ اس کے بعد یہ آیت قراءت فرمائی:۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک

تمہارے لئے وہی دین مشروع کیا ہے جس کی وصیت نوح علیہ السلام کو کی گئی تھی اور وہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے۔

اور بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف رُخ پھیرنے میں بہت سی عظیم حکمتیں ہیں' اور مسلمانوں، یہودیوں اور منافقین تینوں ہی کے لئے آزمائش ہے مسلمانوں کے لئے تو یہ کہ انھوں نے "سمعنا واطعنا" کہا اور اس پر ایمان لائے۔ اور جس چیز کی اللہ نے اُن کو ہدایت دی وہ اُن پر بار خاطر نہ ہوئی۔ مشرکوں کی آزمائش یہ کہ انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آج محمد (صلعم) جس طرح ہمارے قبلہ کی طرف لوٹ آئے ہیں اسی طرح .. .. ہمارے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے اور ہمارے قبلہ کی طرف اسی وجہ سے لوٹے ہیں کہ وہ حق ہے" اور یہود کی آزمائش یہ ہوئی کہ انھوں نے کہہ دیا کہ" انھوں نے انبیاء کے قبلہ کی مخالفت کی ہے اگر یہ نبی ہوتے تو مخالفت نہ کرتے بلکہ انبیاء کے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہتے، اور منافقین کی آزمائش یہ ہوئی کہ انھوں نے کہا" معلوم نہیں کہ یہ کس وقت، کس طرف پھر جائیں۔ اگر پہلا قبلہ حق تھا تو اُس کو کیوں ترک کیا، اور اگر دوسرا حق تھا تو اب تک باطل پر قائم رہے۔ غرضکہ بیوقوفوں کی کثرت سے مختلف باتیں چلیں اور اصل میں بات یہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ھدی اللہ

اگرچہ معاملہ مشکل ہے، مگر جن لوگوں کو خدا نے ہدایت دی اُن پر مشکل نہیں ہے۔

غرضکہ یہ خدا کی طرف سے بندوں کی آزمائش تھی تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے اور کون اعراض کرتا ہے

تحویل قبلہ قرآن پاک کی روشنی میں

اور چونکہ قبلہ کا معاملہ بہت عظیم تھا اس وجہ سے نسخ کا امر فرمانے سے پہلے

منسوخ اور اس کے مثل کے بارے میں خبر دی گئی۔ اور جن لوگوں نے ہٹ دھرمی اختیار کی ان کو توبیخ کی گئی، اس کے بعد یہود ونصاریٰ کا آپس کا اختلاف ذکر فرمایا، اور بعض کی بعض پر شہادت بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں وہ کسی چیز پر نہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو سختی سے حکم دیا کہ کوئی بھی ان کی اتباع نہ کرے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ اس کے بعد یہود ونصاریٰ کا کفر اور شرک بیان کیا کہ خدا کے بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور صاف ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، مشرق اور مغرب خدا ہی کا ہے۔ جس طرف بھی بندے اپنا رُخ کرلیں گے اُسی طرف خدا کا رُخ ہے وہ بڑی وسعت والا ہے اس کی عظمت اور وسعت کی کوئی انتہا نہیں ہے لہٰذا بندہ جدھر منہ کرلے گا اسی طرف خدا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی، رسول سے اس معاملہ میں دوزخی لوگ ہی جھگڑ سکتے ہیں اور وہی ہیں جو اتباع نہ کریں گے اور نہ تصدیق کریں گے۔ اس کے بعد بتلایا کہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کی ملت کی اتباع نہ کریں۔ اور اگر ایسا کرلیا (پناہ بخدا) تو خدا کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا

اس کے بعد اہل کتاب کو اپنی نعمتیں شمار کرائیں اور خوفِ آخرت دلایا۔ اس کے بعد اپنے خلیل کا جو بانی بیت ہیں ذکر کیا اور اُن کی تعریف کی اور فرمایا وہ لوگوں کے امام ہیں اس کے بعد بیت کا ذکر کیا اور فرمایا جیسا کہ وہ امام ہیں ایسا ہی اُن کا بنایا ہوا گھر بھی امام ہے۔ لہٰذا اس امام کی ملت سے وہی انحراف کرسکتے ہیں جو اصلاً بیوقوف ہیں۔ اور فرمایا کہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں اور جو کچھ بھی ابراہیم اور تمام انبیاء پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائیں۔

اس کے بعد ان لوگوں کے عقیدے کی تردید فرمائی جنھوں نے کہا تھا کہ ابراہیم یہودی یا نصرانی تھے۔ یہ تمام چیزیں قرآن پاک میں تحویل قبلہ سے پہلے مذکور ہیں

اس کے باوجود بھی لوگوں پر تحویل قبلہ بار خاطر ہوا مگر وہ لوگ جو ہدایت یافتہ تھے ان پر نہیں ہوا، اور تحویل قبلہ کے معاملہ کو قرآن پاک میں نہایت موکد طور پر بار بار بیان فرمایا ہے[1]۔ اور فرمایا رسول جہاں بھی اور جہاں سے بھی چلے، وہیں سے مسجد حرام کی طرف رُخ کرلینا چاہیئے، اور فرمایا اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے[2]۔ اسی میں سے اس قبلہ کا معاملہ ہے یہی قبلہ ان کے لئے زیادہ مناسب ہے اور وہ بھی اس قبلہ کے زیادہ اہل ہیں۔ اس لئے کہ اوسط قبلہ، افضل قبلہ یہی ہے اور یہم وسطا ور خیر اُمت ہیں[3]۔ لہٰذا افضل کے لئے افضل کو اختیار کیا جیسا کہ ان کے لئے افضل رسول منتخب کیا، اور افضل کتب ان کو عطا فرمائی۔ اور ان کو خیر قرون میں پیدا کیا، اور ان کو افضل شریعت عطا فرمائی۔ اور ان کو بہترین اخلاق عطا فرمائے اور جنت میں ان کے منازل افضل منازل مقرر ہوئے۔ اور قیامت میں ان کو اعلیٰ ترین موقف ملے گا یعنی اونچے اونچے ٹیلے دوسری اُمتیں ان کے نیچے ہوں گی اللہ تعالیٰ پاک ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے منتخب کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔

---

[1] غالباً اس وجہ سے کہ بیت اللہ مرکز ملت اور وحدت ملت کا نشان ہے یہ خصوصیت بیت المقدس کو حاصل نہیں تھی کیونکہ وہ وحدت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو بھی وحدت ملت اور اس اکائی میں انتشار اور تفریق پیدا کرے گا خدا کو وہ پسند نہیں ہے بلکہ بموجب حدیث شریف وہ عذاب جہنم کا مستحق ہے۔

[2] ۔ معلوم ہوا کعبۃ اللہ کو قبلہ اُمت تسلیم کرنا صراط مستقیم ہے

[3] اس مضمون کو سورۂ بقرہ پارہ ۲ کے پہلے رکوع میں ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ اس نے یہ اس وجہ سے کیا ہے تاکہ لوگوں کی ان پر حجت قائم نہ ہو جائے لیکن جو لوگ باغی اور ظالم ہیں وہ ایسی کٹ حجتی کرتے ہیں جن کو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ رسولوں کے منکران ہی دلائل کو بیان کرتے ہیں جو سب کے سب مردود ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ بھی بیان کیا ہے، کہ تحویل قبلہ کا حکم تکمیل نعمت کے لئے کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس نعمت کا ذکر کیا ہے" یعنی ان کی طرف رسول بھیجا، کتاب نازل کی جس سے ان کا تزکیہ ہوتا ہے اور رسول ان کو علم و حکمت سکھاتا ہے اس کے بعد ذکر فرمایا ہے کہ اس نعمت کے نتیجہ میں ان کو شکر کرنا چاہیئے، اور اس کے بعد فرمایا کہ یہ سب کچھ ان کو صبر اور صلوٰۃ پر استقامت دکھلانے سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ صابرین میں سے ہیں۔

مشروعیت اذان اُن ہی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت مسلمانوں پر یہ ہے کہ ان پر پانچ وقت نماز کے لئے اذان کو مشروع قرار دیا، اور ظہر، عصر، عشاء میں دو دو رکعات کا اضافہ ہوا، اور فرمایا، شروع میں یہ صرف دُو دُو رکعات تھیں اور یہ سب کچھ مدینہ منورہ آنے کے بعد ہوا۔ صعہ ۷۹

لہ مشروعیت اذان سلہ ھ میں ہوئی اور رکعات صلوٰۃ میں اضافہ مشروعیت صلوٰۃ سے قبل ہوا۔ نمازمیں اضافہ سلہ ھ کے پہلے مہینہ ہی میں ہو گیا تھا حنفیہ نے وجوب قصر کے اوپر حضرت عائشہ رضہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے وہ فرماتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب نماز کو فرض کیا تو دو دو رکعات فرض کیا (یعنی چار رکعت والی نمازیں بھی دو رکعت تھیں) سفر کی حالت میں وہی دو رہیں۔ حضر کی حالت میں چار کر دی گئیں۔ روضۃ الاجاب ص۲۰۲ ج۱

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق جس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے (باقی ص۸۰ پر)

باقی حاشیہ صـ۷۷ آپ نے ایک سفر میں اذان بھی دی ہے۔ شرح مواہب صـ۳۸ ج ۱

سـ۱ھـ میں بہت سے اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے مثلاً حضرت سلمان فارسی نے اسلام قبول کیا، عہد مواخاۃ اسی سال ہوا، یہودیوں سے معاہدہ بھی اسی سال ہوا، اسی سال سے مواخاۃ کی وجہ سے میراث کا حکم نافذ ہوا جو غزوہ بدر تک باقی رہا جب یہ آیت نازل ہوئی۔ واولوا الارحام بعضهم الآیۃ تو وہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اسی سال عاشورہ محرم کا روزہ فرض ہوا، اور اس کی فرضیت سـ۲ھـ تک رہی۔ اور اسی سال حضرت براء بن معرور رضؓ کا انتقال آپ کی آمد سے ایک ماہ قبل ہوا تھا۔ آپ نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ گویا صلوٰۃ جنازہ کی مشروعیت بھی اسی سال سے ہوئی۔ اور اسی سال حضرت سعد بن زرارہ رضؓ کا انتقال ہوا۔ اسی سال شوال کے مہینہ میں حضرت عائشہ رضؓ کی رخصتی ہوئی۔ اور شب زفاف حضرت صدیق اکبر رضؓ کے یہاں ہوئی۔ اس وقت تک حجرہ شریفہ تعمیر نہیں ہوا تھا۔ یاد رہے علماء نے حضرت عائشہ رضؓ کی رخصتی سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کو یہ پسند تھا کہ لڑکیوں کی رخصتی شوال کے مہینہ میں ہو اس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

روضۃ الاحباب صـ۲۰۶ تا صـ۲۰۸ ج ۱۔ مواہب صـ۲۰۵ ج ۱

یاد رہے ہجرت کے پہلے سال ہی میں مدینہ منورہ کی آب و ہوا خراب ہونے کی وجہ سے حضرات مہاجرین وبائی بخار میں مبتلا ہوگئے تھے اسی وقت آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

اللّٰھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد اللّٰھم بارک لنا فی صاعنا ومدنا۔ مواہب صـ۳۶۳ ج ۱

اے اللہ ہمیں مدینہ کی محبت مکہ کی طرح عطا فرما بلکہ اس سے زیادہ اے اللہ ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔

اکتالیسواں باب

جہاد، اور اس کے متعلقات

اجازت جہاد جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ اور تمام مومنین کی تایید و نصرت آپ کو حاصل ہو گئی۔ اور اسود، احمر، (سیاہ و سُرخ بلا رنگ و بلا امتیاز) سب آپس میں محبت کرنے لگے اور ایک دوسرے پر اولاد، ماں، باپ سے زیادہ جان نچھاور کرنے لگے تو اب ان کو جنگ کرنے کی صرف اجازت دی گئی، اور ان پر جنگ کرنا فرض نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم	اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اجازت دیدی
ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم	جو جنگ کرتے ہیں، کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے
لقدیر	اور اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ اذن قتال مکہ میں تھا کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ اور یہ بات چند وجہ سے غلط ہے۔

(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں دی اس وجہ سے کہ وہ طاقتور نہیں تھے۔

(۲) سیاق آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ اذن قتال بعد ہجرت اور اخراج دیار کے بعد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللّٰہ۔
جو لوگ اپنے گھروں سے بغیر استحقاق نکالے گئے ہیں وہ یہی کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے

اس آیت مبارکہ میں مہاجرین مراد ہیں۔

۳۔ اور یہ آیت مبارکہ

ھذن ان خصمان اختصموا فی ربھم
یہ دو مد مقابل جو اپنے رب کے بارے میں مقابلہ کر رہے ہیں۔

یہ آیت ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو میدان بدر میں مقابلہ کے لئے اترے تھے۔

۴۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے "یاایھا الذین آمنوا" کہہ کر خطاب فرمایا ہے اور یہ خطاب مدنی سورتوں میں ہے اور یاایھا الناس سے خطاب مکی سورتوں میں سے ہے جو مشترک ہے

۵۔ اسی سورت میں جہاد کا امر فرمایا ہے جو جہاد بالید اور دوسرے جہاد کو شامل ہے اور مطلق امر جہاد یہ بلاشبہ بعد ہجرت ہی ہوا ہے، اور دلائل و براہین کے ساتھ یہ مکہ میں بھی تھا مثلاً

فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ
آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور اُن سے قرآن پاک کے ذریعہ جہاد کریں۔

اور یہ سورت مکی ہے اور مکہ میں جہاد سے مراد تبلیغ اور دلائل ہیں۔ اور وہ جہاد جو سورۂ حج میں مامور بہا ہے اس میں جہاد بالسیف بھی داخل ہے [1]

---

[1] یاد رہے فرضیت جہاد ۲ھ میں ہوئی ہے۔ اسی سال شعبان ۲ھ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال صدقۂ فطر اور صلوٰۃ عید واجب ہوئی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۱

۲۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں
جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے
تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، اپنی میتوں کو نکالو! اناللہ و انا الیہ
راجعون۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اذن للذین الخ

یہ سب سے پہلی آیت ہے جو اذنِ قتال کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس حدیث کے اسناد صحیحین کی شرط کے مطابق ہیں۔ اور یہ سیاقِ سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مکی اور مدنی دونوں قسم کی آیات ہیں کیونکہ اس میں قصہ القاء شیطان فی امنیۃ الرسول ہے جو مکی ہے۔

فرضیت جہاد اجازت جہاد کے بعد فرضیت جہاد ہوئی لیکن یہ حکم ان ہی کے لئے تھا جن کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا معاملہ کیا تھا، لیکن جو کافر اس میں شریک نہیں تھے ان کے ساتھ جنگ کا حکم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین	جن لوگوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے
یقاتلونکم	تم بھی اللہ کی راہ میں ان کے ساتھ جنگ کرو۔

اس کے بعد تمام مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا فرض قرار دیدیا گیا، جو پہلے حرام تھا۔ پھر اجازت ہوئی اور پھر یہ قتال مامور بہ ہوگیا۔ یہ قتال تمام مشرکین کے ساتھ فرض عین ہے یا تو دل سے یا زبان سے یا مال کے ذریعہ یا ہاتھ کے ذریعہ پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ کسی نہ کسی قسم کے جہاد کو ادا کرے۔ لیکن جہاد نفس وہ فرض کفایہ ہے۔ اور مال کے ساتھ جہاد کے واجب ہونے میں دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ واجب ہے، اس لئے کہ نفس اور مال کے ساتھ جہاد کرنا، قرآن پاک میں دونوں برابر ذکر کئے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

انفروا خفافا و ثقالاً وجاهدوا — اور ہلکے اور بھاری نکلو اور اپنے مال
باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ — اور جانوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہ
ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون — تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس جہاد کو متعلق کیا ہے۔ اور فرمایا ہے اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جنت ملتی ہے

یاایھا الذین آمنوا ھل ادلکم — ایمان والو! کیا تمھیں ایسی تجارت بتاؤں
علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب — جو عذاب الیم سے نجات دے! اللہ اور اُس کے
الیم تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون — رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی راہ میں مال اور
فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم — جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم
ذلکم ان کنتم تعلمون، یغفر لکم — جانتے ہو، وہ اللہ تمہارے گناہ معاف کریگا
ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری — اور ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے
من تحتھا الانھار ومساکن طیبۃ — نیچے نہریں جاری ہیں اور ایسے مکانوں میں
فی جنات عدن وذلک الفوز العظیم — جو جنت عدن میں ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے

اور ارشاد فرمایا ہے اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تمھیں محبوب چیز، فتح اور نصرت حاصل ہوگی ارشاد ہے:۔

واخریٰ تحبونھا نصر من اللہ — اور دوسری چیز جو تمھیں پسند ہے یعنی
وفتح قریب — نصرت اور فتح قریب

اور ارشاد فرمایا ہے

ان اللہ اشتریٰ من المومنین — اللہ نے مومنین کے جان اور اموال
انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ — جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔

یہ وعدے توریت اور انجیل اور قرآن پاک میں موجود ہیں، اور فرمایا ہے

یہ بڑی کامیابی ہے۔ لہٰذا اس معاہدہ کرنے والے (مومن) کو غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے اور جنت ثمن ہے اور رضاء باری اور اُس کا دیدار اس کی قیمت ہے اور یہ معاملہ جس کے ہاتھ پر طے ہوا وہ افضل رسول ہیں اور اللہ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ مکرم ہیں۔ اور جان و مال کی حقیقت ظاہر ہے۔[۱]

فضیلت جہاد اللہ تعالیٰ کی محبت اور جنت کا مہر، جان اور مال کو قربان کرنا ہے اور اسی مالک کے لئے جس نے اس کو پیدا کیا ہے، لہٰذا ان بزدلوں کے لئے افسوس ہے جو اس معاملہ میں مفلس ہیں اور اس سے گریز کرتے ہیں بازار میں اس مال کی قیمت ظاہر کردی گئی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ بدون جان اور مال کے راضی نہ ہوگا۔ جھوٹے دعویدار جان چراتے ہیں اور محبین اس میدان میں آگے بڑھ جاتے ہیں، اور انتظار کرتے ہیں کہ ثمن بننے کی صلاحیت ان کی جان رکھتی ہے یا مال رکھتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں مومنین کے نزدیک نہایت کمتر ہیں اور کافروں کے نزدیک بھاری ہیں۔ اور اگر لوگوں کو ان کے زبانی دعویٰ پر سب کچھ مل جائے تو پھر ہر ایک دعویٰ محبت کرنے لگے گا، اور لہٰذا کہا گیا ہے کہ یہ دعوی بلا گواہ کے ثابت نہ ہوگا۔ ارشاد ہے:۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ	اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم کو محبوب بنائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ افعال اور اقوال میں اتباع رسول لازمی ہے۔ اور آپ کی سیرت اور اخلاق اختیار کرنا ضروری ہے

---

[۱] اسی مضمون کو کسی شاعر نے بیان کیا ہے۔

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی ۔۔۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہرحال گواہوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور گواہوں کے لئے پاکدامنی ضروری ہے اور یہ پاکدامنی جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی کہ آدمی اللہ کی راہ میں کسی ملامت کا خیال بھی نہ کرے۔ اس معیار کی بنا پر بہت سے مدعیان محبت نکل جائیں گے اور جہاد کرنے والے ہی باقی رہ جائیں گے۔

عقد بیع کے لئے ضروری ہے کہ دونوں جانب یعنی بائع اور مشتری کی جانب سے سپردگی پائی جائے (یعنی ایک ثمن سپرد کرے تو دوسرا مبیع سپرد کرے) اور جب تجار لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ مبیع کس قدر عظیم چیز ہے اور ثمن کس قدر و منزلت کا ہے۔ اور کس عظیم شخصیت کے ہاتھ پر سودا ہوا ہے اور کتنی بڑی کتاب میں یہ سودا مذکور ہے تب وہ جانتے ہیں اس سامان کے سپرد کئے بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے۔ یہاں نہ دھوکہ چل سکتا ہے اور نہ کھوٹ چل سکتی ہے، کہ کھوٹے دراہم میں مال بیچ دیا جائے اس صورت میں اس کی لذت ختم ہوجاتی ہے اور حسرت اور خسران باقی رہ جاتا ہے

بہرحال جب عقد تام ہوچکا تو جان بھی خدا کی اور مال بھی خدا کا، اس پر بھی بشارت ہے کہ جنھوں نے یہ معاملہ پورا کیا ہے، ان کو اس جان سے بہتر جان ملے گی، ارشاد ہے

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ	اور جو اللہ کی راہ میں مقتول ہوئے انکو مردہ نہ کہو
امواتا بل احیاء ولکن لا تشعرون	وہ زندہ ہیں لیکن تم کو اس کا شعور نہیں ہے

(یعنی بالفاظ دیگر) ہم نے تمہاری جان اور مال اپنے منافع کی غرض سے نہیں لئے بلکہ اپنے جود اور کرم کے اثرات تمہارے اوپر ظاہر کرنے کے لئے ہیں اور سامان اور قیمت دونوں تمھیں ہی مرحمت کر دیئے ہیں۔ اس جگہ حضرت جابرؓ کے قصہ پر غور کرنا چاہیئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اونٹ خریدا اور پھر اُس کو معہ زیادہ قیمت کے واپس کردیا۔

حضرت جابرؓ کے والد غزوہ احد میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے حضرت جابرؓ کو بتلایا کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس نوعیت کا ہوگا (اس جگہ علامہ نے ایک طویل قصیدہ اسی مضمون پر مشتمل تحریر فرمایا ہے۔ تکرار مضمون کی وجہ سے ہم نے اس قصیدہ کو نقل نہیں کیا)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ جو اس پر ایمان لاکر اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی راہ میں نکلیں گے ان کو اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ولولا ان اشق علیٰ اُمتی ما	اگر میں اپنی اُمت پر دشوار نہ جانتا تو
قعدت خلف سریۃ ولوددت	کسی سریہ سے پیچھے نہ رہتا اور میں چاہتا
انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیاء	ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ
ثم اقتل ثم احیاء	کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں

اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے :-

مثل المجاھد فی سبیل اللہ	مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس روزہ دار
کمثل الصائم القائم القانت بآیات	اور نماز گذار کی ہے جو بلا انقطاع ان کو
اللہ لا یفتر من صیام ولا صلوۃ	ادا کر رہا ہے یہاں تک مجاہد فی سبیل اللہ
حتی یرجع المجاھد فی سبیل اللہ	واپس آجائے۔

اللہ تعالیٰ کا مجاہد کے لئے وعدہ ہے کہ یا تو اس کو اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کیا جائے گا یا اُس کو جنت میں داخل کردیا جائیگا، آپ نے ارشاد فرمایا

غدوۃ فی سبیل اللہ او	اللہ کی راہ میں ایک شام یا ایک صبح کو
روحۃ خیر من الدنیا وما فیھا	تھوڑی دیر کے لئے نکلنا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے

ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا

ایما عبد من عبادی خرج مجاھداً فی سبیلی ابتغاء مرضاتی ضمنت لہ ان ارجعہ بما اصاب من اجر او غنیمۃ وان قبضہ ان اغفر لہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ وقال جاھدوا فی سبیل اللہ فان الجہاد فی سبیل اللہ من ابواب الجنۃ ینجی اللہ من الھم والغم	میرے بندوں میں سے جو بندہ بھی میری راہ میں جہاد کے لئے محض میری رضا کے لئے نکلا میں اس کا ضامن ہوں کہ اُس کو اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس کروں اور اگر وہ کام آگیا تو اُس کو بخش دوں اور اس پر رحم کروں اور جنت میں داخل کروں اور فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اسلئے کہ اسکی راہ میں جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اللہ تعالیٰ رنج اور غم سے نجات دیگا

اور ارشاد فرمایا، میں اس کا ذمہ دار ہوں جو مجھ پر ایمان لایا اور اسلام قبول کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اس کو جنت کے درمیان مکان ملے گا اور ایک گھر جنت کے اعلیٰ درجہ پر جھروکے دار ملیگا۔ اور ارشاد فرمایا جس مسلمان نے اللہ کی راہ میں ذرا سی دیر بھی جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اور ارشاد فرمایا۔ جنت میں سو درجہ ایسے ہیں جو صرف مجاہدین کے لئے ہیں ان میں ہر درجہ کے درمیان اتنا بڑا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ اور جب تم مانگو تو اللہ سے جنت الفردوس مانگو، کیونکہ وہ جنت کے بیچ میں ہے اور جنت کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اس سے نہریں جاری ہوتی ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعیدؓ سے فرمایا۔ جو اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی اور رسول ہونے پر راضی ہوگیا، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابوسعیدؓ کو یہ بات بہت پسند آئی اور عرض کیا، حضور! اور ارشاد فرمائیے! آپ نے ارشاد فرمایا " اللہ تعالیٰ

بندے کو جنت میں ایسے سو درجہ مرحمت فرمائیگا کہ جن میں ایک دوسرے سے فاصلہ اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہوتا ہے. عرض کیا وہ کیا عمل ہے جس کی وجہ سے یہ مرتبہ حاصل ہوگا؟ ارشاد فرمایا " اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور جس کی دونوں آنکھیں اللہ کی راہ میں کام آئینگی اس کو جنّت کا داروغہ جنت کے ہر دروازے سے پکارے گا، اور جو نمازی ہوگا اُس کو نماز کے دروازے سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا حضور! کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو جنت کے ہر دروازے سے پکارا جائے گا، ارشاد فرمایا وہ تم ہو گے۔

اور ارشاد فرمایا جس نے اپنی ضرورت سے فاضل اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اس کا سات سو گنا ثواب ملیگا اور جس نے اپنے اوپر اور اولاد کے اوپر خرچ کیا اور راستہ سے اذیت کی چیزوں کو دور کیا اُس کو دس گنا ثواب ملیگا، اور روزہ ڈھال ہے جب تک اُس کو پھاڑا نہ جائے۔ اور جو جسمانی اذیت میں مبتلا ہوا اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے جس نے اپنا مال خدا کی راہ میں بھیج دیا اور خود گھر میں بیٹھا رہا، اُس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملیگا اور جس نے بذات خود جہاد کیا۔ اور اپنے مال کو خرچ کیا اُس کو ہر درہم کے بدلے سات سو ہزار درہم کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد اس آیت کو پڑھا:۔

واللہ یضاعف لمن یشاء — اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے

اور ارشاد فرمایا جس نے مجاہد فی سبیل اللہ کی امداد کی، قرضدار کا قرضہ ادا کردیا اور مکاتب کو آزاد کرا دیا اُس کو اللہ کا سایہ اُس دن نصیب ہوگا جس دن بجز اس کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور ارشاد فرمایا جس کے قدم خدا کی راہ میں گردآلود ہوئے۔ اس کے وہ قدم دوزخ سے آزاد ہو گئے۔ اور ارشاد فرمایا، ایمان اور بزدلی ایک قلب میں جمع نہیں ہوسکتے، اسی طرح خدا کی راہ کی گرد اور دوزخ کا دھواں ایک جگہ

جمع نہیں ہو سکتا۔ ایک روایت میں قلب عبد اور دوسری روایت میں جوف عبد مذکور ہے۔ اور ایک روایت میں ناک کے نتھنے ہیں، اور امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ جس کے قدم خدا کی راہ میں ایک ساعت کے لئے بھی گرد آلود ہوئے۔ دوزخ کی آگ ان پر حرام ہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے جوف میں غبار فی سبیل اللہ اور دوزخ کا دھواں دونوں یکجا نہیں کرے گا اور جس کے دونوں قدم غبار آلود ہوئے دوزخ کی آگ اس کے تمام جسم پر حرام ہے۔ اور جس نے اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھا۔ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہو جائے گا کہ اُس کو تیز رفتار سوار بھی پار نہ کر سکے گا اور جس کے اللہ کی راہ میں کوئی زخم آگیا۔ اس کو شہیدوں کی انگوٹھی پہنائی جائیگی کہ اس کا نور قیامت تک باقی رہے گا، اس کا رنگ زعفرانی ہوگا۔ اور اُس کی بو مشک کی سی ہوگی اُس کو اولین اور آخرین شناخت کریں گے اور کہیں گے کہ فلاں آدمی پر شہیدوں کی مہر لگ گئی ہے اور جس نے اللہ کی طرح میں ذرا دیر بھی جنگ کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اور ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے جو تھوڑی دیر خدا کی راہ میں چلا۔ اور جس قدر غبار اُس کو لگا، قیامت کے دن وہ مشک حیثیت رکھیگا اور امام احمد نے روایت کیا ہے جس کے دل میں خدا کی راہ میں نکلنے کا جوش پیدا ہوا اُس پر دوزخ حرام ہوگئی۔ اور خدا کی راہ میں ایک دن کا پہرہ دُنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ اور ایک دن رات کا پہرہ ایک مہینہ کے روزے اور ایک مہینہ کی نمازوں سے بہتر ہے، اور جس کا اسی حالت میں انتقال ہوگیا، اُس کو برابر اسی عمل کا ثواب ملتا رہے گا۔ اور اس کو تمام فتنوں (فتنہ موت، فتنہ قبر) سے نجات ملے گی اور فرمایا، کوئی میت ایسی نہیں کہ جس کا عمل ختم نہ ہوگیا ہو، مگر اللہ کی راہ میں کھڑا رہنے والا اُس کا عمل برابر بڑھتا رہتا ہے اور اُس کو فتنہ قبر سے امن رہتا ہے۔ اور فرمایا اللہ کی

راہ میں کھڑا رہنا ایک ہزار دنوں کے عمل سے بہتر ہے اور ترمذی نے روایت کیا ہے جو آدمی ایک رات اللہ کیلئے نگرانی کرتا رہا اُس کو ایک ہزار راتوں اور دنوں کے قیام اور صیام کا ثواب ملتا ہے۔ اور فرمایا تمہارا اللہ کی راہ میں کھڑا رہنا، گھر میں ساٹھ سال عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ تو جہاد کرو اور جس نے اللہ کی راہ میں ذرا سی دیر جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جس نے سواحل مسلمین کی ۳ دن نگرانی کی، اُس کو ایک سال کی نگرانی کا ثواب ملتا ہے۔ اور ایک رات کی پہرہ داری کی، اس کو ایک ہزار راتوں کے قیام اور ایک ہزار دنوں کے روزے کا ثواب ملتا ہے۔ اور فرمایا جو آنکھ اللہ کے خوف سے اشکبار ہوئی دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ اور اس آنکھ پر بھی دوزخ کی آگ حرام ہے جو ایک رات اللہ کی راہ میں بیدار رہی۔ اور فرمایا جس نے مسلمانوں کی نگرانی بلا کسی لالچ کے کی، وہ دوزخ کو صرف قسم کے حلال ہونے کے بقدر دیکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

وان منکم الّا واردھا — تم میں سے ہر ایک کو دوزخ سے گذرنا ہوگا

اور آپ نے ارشاد فرمایا جس نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کی نگرانی کی اور صرف نماز کے لئے یا قضائے حاجت کے لئے اُترا، اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور اب اس کو کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں کوئی تیر پھینکا، اُس کو جنت کا ایک درجہ ملیگا۔ اور ترمذی نے درجہ کی تفسیر بیان کی ہے کہ ہر درجہ کے درمیان سَو سال کا فاصلہ ہوگا، اور نسائی نے ۵۰۰ سال کی مسافت ذکر کی ہے

اور ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ صرف ایک تیر پھینکنے پر ہی جنت میں داخل فرما دیگا

اور فرمایا آدمی کے لئے کھیل حرام ہے مگر اللہ کے لئے تیر اندازی، گھوڑ دوڑ اور اپنی عورت کے ساتھ کھیل، یہ حرام نہیں ہے۔ اور وہ آدمی جس کو اللہ نے تیر اندازی سکھائی اور پھر اس نے اس کو ترک کر دیا، اس نے کفران نعمت کیا۔ اس کو اہل سنن نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اس کو ترک کر دیا، اُس نے میری نا فرمانی کی۔

ایک آدمی نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے کوئی وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے ساتھ تقوی کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ ہر چیز کی اصل جینے ہے اور جہاد کو اختیار کر، یہ اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ کا ذکر قرآن کی تلاوت کو لازم پکڑو۔ اس سے تمہاری روح آسمان میں ہو گی اور زمین پر تمہارا ذکر ہو گا، اور فرمایا جہاد اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ پر تین آدمیوں کا حق ہے مجاہد کی مدد کرنے والا، مکاتب کو آزاد کرانے والا، اور اس نکاح کرنے والی کے مدد کرنے والا جو پرہیزگاری سے رہنا چاہتا ہے۔ اور فرمایا جس کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ کبھی نہ جہاد کیا اور نہ اس کا ارادہ کیا۔ وہ ایک قسم کے نفاق پر مرا۔ اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے" نہ جہاد کیا اور نہ مجاہد کی مدد کی بلکہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا، اللہ تعالیٰ اس کو مرنے سے پہلے مصیبت میں مبتلا کرے گا۔

اور ارشاد فرمایا جب لوگ درھم اور دنانیر کے ساتھ بخل کرنے لگیں اور بیل کی دُم کے پیچھے لگ جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بلا نازل کریگا کہ وہ ان سے الگ نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آئیں اور ارشاد فرمایا جس آدمی نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی کہ کوئی اثر جہاد اس کے جسم پر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ملامت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ — اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضرت ابوایوبؓ نے اس آیت کی تفسیر ترک جہاد کی ہے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں اور فرمایا جس نے اللہ کا کلمہ بلند ہونے کے لئے جہاد کیا وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔

اور یہ بھی صحیح روایت ہے کہ دوزخ میں سب سے پہلے وہ عالم اور سخی اور مقتول داخل کئے جائیں گے جنھوں نے شہرت حاصل کرنے کی وجہ سے یہ عمل کیا تھا، اور فرمایا جس نے صرف دنیا کے لئے جہاد کیا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے اور آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے فرمایا، اگر تو نے محض اجر وثواب کے لئے جنگ کی تو اسی کے لئے اٹھایا جائے گا، اور اگر شہرت حاصل کی ہے تو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، لہذا جس طرح چاہئے جہاد کرو (یعنی خواہ دنیا کے لئے یا آخرت کے لئے) اللہ تعالیٰ اسی حال میں اٹھائے گا۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا، جہاد کا مستحب وقت اول نہار ہے جیسا کہ سفر کے لئے مستحب اول نہار ہے۔ اور جنگ اگر اول وقت نہ کی تو زیادہ سے زیادہ نصف نہار اور ہوا چلنے (یعنی دوپہر کی لوئیں مراد ہیں) تک موخر کرنا چاہئے۔ اسی وقت اللہ کی نصرت نازل ہوتی ہے

آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی خدا کی راہ میں کوئی زخم کھائے اور خدا بہتر جانتا ہے وہ کیا کیا زخم کھائے۔ قیامت کے دن اس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر اس سے بو مشک کی آئے گی۔ اور فرمایا اللہ کے نزدیک دو قطرے پسند ہیں۔ ایک وہ قطرہ جو خوف خدا میں آنکھ سے گرا ہوا اور دوسرا وہ قطرہ جو خدا کی راہ میں کسی زخم سے گرا ہو۔ اور نشان بھی دو ہی پسند ہیں، ایک جہاد فی سبیل اللہ میں آیا ہوا نشان اور ایک کسی فریضہ کی ادائیگی کا نشان (جیسا کہ پیشانی میں سجدہ کا نشان) اور ارشاد فرمایا کوئی آدمی ایسا نہیں جو مرنے کے بعد دنیا میں لوٹنا پسند کرے مگر شہید جب

وہاں انعامات خداوند قدوس دیکھے گا تو خواہش کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور پھر خدا کی راہ میں قتل کیا جائے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ " وہ دس مرتبہ قتل کیا جائے "۔

آپ نے اُم حارثہ بنت نعمان سے فرمایا، ان کا بیٹا جنگ بدر میں شہید ہو گیا تھا انھوں نے حضور سے سوال کیا وہ کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا فردوس میں ہے اور آپ نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں وہاں قنادیل میں عرش کے نیچے ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرتا ہے کسی چیز کی خواہش ہے وہ کہیں گے سر راحت ہے جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں جب ان سے بار بار پوچھا جائیگا تو وہ کہیں گے الٰہی بس یہ چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر ہمارے جسموں کو دنیا کی طرف بھیجدے تاکہ ہم تیری راہ میں قتل کیے جائیں۔

ارشاد فرمایا شہید کی چند خصوصیات ہیں۔ اول یہ کہ قطرۂ خون گرنے سے پہلے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا ہی میں جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے، اس کو زیور ایمان سے آراستہ کیا جاتا ہے، اُس کا عقد حور عین کے ساتھ کیا جاتا ہے، اُس کو عذاب قبر سے نجات مل جاتی ہے۔ وہ بڑے خوف سے مامون رہتا ہے اس کے سر پر تاج وقار رکھا جاتا ہے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اُس کو ۷۲ حوریں ملتی ہیں۔ اُس کو اپنے ۷۰ رشتہ داروں کی شفاعت کا حق ہوتا ہے، اس کو امام احمد نے ذکر کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے

آپ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔ میں تبلاؤں اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ سے کیا کہا؟ عرض کیا۔ ارشاد فرمائیے! آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سب سے حجاب کے اندر سے کلام کرتا ہے لیکن تیرے والد سے بلا حجاب کے کلام کیا، اور فرمایا کیا چاہتا ہے؟ تیرے باپ نے کہا مجھے زندہ کردے تاکہ میں دوبارہ شہید کیا جاؤں؟ ارشاد ہوا

جو کچھ ہوا ہو چکا۔ اب نہیں لوٹ سکتے ہو پھر عرض کیا تو اچھا میرے بعد میں آنیوالوں کو اطلاع کر دیجئے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی	جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مُردہ نہ کہو
سبیل اللہ امواتا بل احیاء	بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کو ان کے رب کے
عند ربھم یرزقون	پاس سے رزق دیا جاتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی شہداء احد کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں داخل کر دیا جو جنت میں پھرتی ہیں اس کے پھل کھاتے ہیں اور اُن قنادیل میں جو عرش میں ٹنگے ہوئے ہیں آرام کرتے ہیں ان کو جب یہ راحت میسر ہوتی ہیں تو کہتے ہیں کاش کہ ہمارے بھائیوں کو بھی معلوم ہو جاتا کہ آپ نے ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تاکہ وہ جہاد میں اور کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا، تمہاری طرف سے ہم ان کو خبر کئے دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ان آیات کو نازل فرمایا:۔

مسند میں ہے کہ شہداء نہروں کے کنارے، جو جنت کے دروازے پر ہیں سبز قبہ میں ہیں ان کو صبح و شام جنت سے رزق ملتا ہے۔ اور فرمایا شہید کا خون زمین پر جذب نہیں ہونے پاتا کہ دو حوریں سبقت کرتی ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں جنت کی پوشاک ہوتی ہے جو دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے مستدرک اور نسائی میں ہے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں خدا کی راہ میں شہید کیا جاؤں اور شہید کو صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی ہلکا سا چیرا لگنے میں ہوتی ہے اور سنن میں ہے کہ شہید اپنے ستر خاندان والوں کی شفاعت کر سکتا ہے

مسند میں افضل شہید وہ ہے جس نے صف قتال میں دشمن کا مقابلہ کیا، اور پیٹھ پھیر کر نہ دیکھا وہ جنت کے جھروکوں میں ہوں گے اور اُن کا رب اُن کی طرف

مسکرا کر دیکھے گا، اور جس کو خدا مسکرا کر دیکھ لے اُس پر کوئی حساب نہیں ہے اور اسی میں دوسری روایت ہے وہ یہ کہ شہید تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا ایمان بہت قوی ہے، اور اللہ تعالیٰ پر اس قدر بھروسہ کیا کہ شہید ہوگیا، اس کا مرتبہ یہ ہوگا کہ لوگ اپنی گردنیں بلند کر کے دیکھیں گے، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کو اس قدر بلند کیا کہ آپ کا کلاہ شریف گر پڑا

دوسرا وہ پکے ایمان والا مومن جس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور شہید ہوگیا اس کو اسقدر تکلیف ہوگی جتنا کھال میں کانٹا لگنے سے ہوتی ہے اس کا دوسرا درجہ ہے تیسرا وہ مومن کہ جس کے گناہ بھی ہوں گے اور اچھے اعمال بھی وہ شہید ہوگیا اس کا تیسرا درجہ ہے، اور ایک وہ مومن جس کے بہت گناہ تھے اور وہ دشمن کے مقابلہ میں شہید ہوگیا اس کا چوتھا درجہ ہے

مسند اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ مقتول تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ اس نے جان اور مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور دشمن کو قتل کیا اور خود بھی شہید ہوگیا یہ شہید ممتحن ہے۔ یہ اللہ کے اس خیمہ میں ہوگا جو عرش کے نیچے ہے۔ اس درجہ پر انبیاء کو صرف درجہ نبوت کی وجہ سے فوقیت ہوگی۔ اور ایک وہ شہید جس نے نیکی بھی کی اور گناہ بھی کئے اور اپنے جان اور مال کے ذریعہ خدا کی راہ میں جہاد کیا اور شہید ہوگیا اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ تلوار تمام گناہوں کو معاف کر دیتی ہے اُس کو اجازت ہوگی کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اور دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ ان میں سے بعض بعض پر فوقیت رکھتے ہیں۔

تیسرے وہ رجل منافق جس نے اپنے جان اور مال کے ذریعہ جہاد کیا۔ اور دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ یہ دوزخ میں ہوگا۔ اور تلوار نفاق کو نہیں دھو سکتی۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ کافر اور اس کا قاتل ہمیشہ دوزخ میں جمع نہیں رہ سکتے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے، فرمایا جس نے مشرکین کے ساتھ جان اور مال کے ذریعہ جہاد کیا، پھر دریافت کیا گیا کون سا مقتول افضل ہے؟ فرمایا جس کا خون خدا کی راہ میں بہایا گیا ہو، اور اس کا گھوڑا قتل کر دیا گیا ہو۔

اور سنن ابن ماجہ میں ہے سب سے بڑا جہاد، کلمہ حق جابر بادشاہ کے سامنے کہنا ہے، اس کو امام احمد اور نسائی نے مرسل بیان کیا ہے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا میری اُمت میں سے ایک جماعت حق پر لڑے گی، وہ لوگ حق کے لئے جہاد کرتے ہونگے، ان کو دشمن کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گا " حتی کہ ان کا آخری شخص مسیح دجال کو قتل کرے گا۔

بیعت جہاد آپ اپنے صحابہ سے بیعت جہاد بھی لیا کرتے تھے کہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگیں گے نہیں، اور آپ نے فتح مکہ سے قبل ہجرت پر بیعت لی ہے۔ .. .. اور توحید پر بھی بیعت لی ہے۔ اور آپ نے اپنے فقراء صحابہ سے کسی سے سوال نہ کرنے پر بھی بیعت لی ہے۔ ان حضرات کی یہ حالت تھی اگر کسی کے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا تو خود ہی اُتر کر اُٹھاتے کسی سے مانگتے نہیں تھے۔

آداب جہاد اور آپ اپنے صحابہؓ سے جہاد اور دشمن کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے، اور مستدرک میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنیوالا نہیں دیکھا، آپ سفر میں اپنی سواری پیچھے رکھتے۔ کمزوروں کو ساتھ رکھتے اور اگر کوئی بچھڑ گیا تو اُس کو ردیف بنا لیتے تھے۔ آپ سفر میں لوگوں کے ساتھ انتہائی نرمی سے پیش آتے آپ جب کسی غزوہ کا ارادہ کرتے مثلاً آپ نے غزوہ حنین کا ارادہ کیا تو دشمن کے راستہ کو

معلوم کیا اور دریافت کیا، اس راستہ میں پانی کہاں کہاں ملتا ہے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا جنگ ایک قسم کا داؤں ہے (یعنی اس میں دشمن کو دھوکہ دینا جائز ہے) اور آپ جاسوس بھی بھیجا کرتے تھے، تاکہ وہ دشمن کی خبر لائیں۔ اور پہرہ کے لئے چوکیداروں کو بھی مقرر فرماتے تھے۔ اور جب آپ دشمن کے مقابل ہوتے تو، توقف فرماتے اور دعا کرتے، اور اللہ سے مدد چاہتے۔ آپ اور آپ کے صحابہ بہت زیادہ ذکر اللہ کرتے اور آواز کو پست رکھتے۔ آپ جنگ کے لئے لشکر کو بھی ترتیب دیتے تھے، اور آپ کے سامنے مبارزت کے لئے بھی نکل کر آتے تھے۔ آپ جنگی لباس سے بھی آراستہ ہوتے تھے بعض دفعہ آپ نے دو دو زرع بھی زیب تن فرمائی ہیں اور آپ کے لشکر میں جھنڈا بھی ہوتا تھا۔ جب آپ کسی قوم پر فتح پاتے تو ان کے میدان میں تین دن تک قیام فرماتے پھر واپس ہوتے اور جب آپ کسی قوم پر شب خون کا ارادہ فرماتے تو صبح کا انتظار کرتے۔ اگر وہاں سے موذن کی آواز آتی تو ارادہ ملتوی کر دیتے ورنہ شب خون کا حکم دیتے۔

اور آپ جمعرات کے دن اول وقت سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ اور آپ کے سپاہی اس طرح مل کر کھڑے ہوتے کہ اگر ان پر چادر ڈالی جائے تو ہموار پڑی رہے۔ اور آپ صفوف ٹھیک فرماتے اور جنگ کے وقت ہاتھ کے اشارے سے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتے اور فرماتے، فلاں آگے بڑھو! فلاں پیچھے ہٹو۔ اور آپ کو یہ پسند تھا کہ ہر جماعت اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے رہ کر جنگ کرے، اور یہ دعا کرتے۔

اللّٰھم منزل الکتاب ومجری السحاب و
ھازم الاحزاب اھزمھم وانصرنا علیھم

اور آپ کبھی یہ دعا بھی کرتے

اللّٰھم انت عضدی وانت نصیری و
بک اقاتل۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب جنگ بہت شدت اختیار کرتی تو آپ فرماتے :۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

اور جب جنگ کے شعلے اور زیادہ بھڑکتے تو آپ دشمن کے قریب تر ہو جاتے اور صحابہ آپ کی پناہ میں رہ کر جنگ کرتے۔ اور بوقت جنگ آپ نے صحابہؓ کے لئے بطور علامت ... کچھ الفاظ مقرر فرما رکھے تھے تاکہ ان الفاظ کے بلند کرنے سے معلوم ہو جائے اور وہ علامتی الفاظ یہ ہیں، کبھی تو، "امت امت"، اور کبھی "یا منصور حم لاینصرون" اور آپ ذرع بھی زیب تن فرماتے اور خود اوڑھتے، تلوار کو لٹکاتے اور نیزہ کو ہاتھ میں رکھتے اور عربی کمان کو بھی ہاتھ میں رکھتے اور ترکش بھی پاس رکھتے ... ... آپ نے جنگ کے وقت اکڑنے کی اجازت دی ہے بلکہ اس کو پسند فرمایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

بعض اکڑ اللہ کو پسند ہیں اور بعض ناپسند ہیں،
دشمن سے لڑتے وقت اکڑنا اللہ کو پسند ہے اور
صدقہ کے وقت بھی پسند ہے اور آپ کو فخر اور
بغاوت ناپسند ہے۔

اور آپ نے ایک دفعہ منجنیق نصب کر کے اہل طائف کے ساتھ جنگ کی ہے اور آپ عورتوں، بچوں، کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ آپ جب کبھی کسی سریہ (چھوٹی جماعت کو) بھیجتے تو اس کو اللہ کے ساتھ تقویٰ کی وصیت فرماتے۔ اور فرماتے "اللہ کا نام لیکر اللہ کی راہ میں جاؤ، اور کافروں سے جنگ کرو اور دیکھو مثلہ نہ بنانا، غدر نہ کرنا" آپ قرآن پاک کو سفر میں لے جانے سے منع فرماتے اور امیر لشکر کو جنگ کرنے سے پہلے دعوت دینے کا حکم فرماتے۔ یا تو اسلام اختیار کریں یا ہجرت، یا صرف اسلام اختیار کریں، اس طرح انکو تمام اہل اسلام عرب کے برابر حقوق حاصل ہو جائیں گے

یا پھر جزیہ ادا کریں اگر قبول کرلیں تو بہتر ورنہ پھران سے خدا کی مدد کے ساتھ جنگ کی جائے گی، اور جنگ میں جب کافروں پر غلبہ حاصل ہوتا تو آپ مال غنیمت کے جمع کرنے کا حکم صادر فرماتے۔

تقسیم غنیمت غنیمت جمع ہونے کے بعد، سب سے پہلے اہل اسلام، کو ان کا حصّہ[1] دیتے پھر باقی میں سے خمس نکا لتے اور اُس کو حکم خداوند قدوس کے مطابق تقسیم فرماتے، پھران لوگوں کو بھی بطور بخشش کچھ مرحمت فرماتے جن کا مال غنیمت میں کوئی حصّہ نہ ہوتا تھا جیسے عورتیں، بچے، غلام وغیرہ، اس کے بعد بقیہ مال غنیمت کو اہل لشکر پر اس طرح تقسیم کرتے کہ سوار کے تین حصّے دیتے اور پیدل کو ایک حصّہ اور یہی صحیح اور ثابت ہے[2]، اور مال غنیمت میں سے آپ بطور نفل بقدر مصلحت جس کو چاہتے

---

[1] غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے جنگ کرکے حاصل کیا ہو، اور فئ وہ مال ہے جو ان سے بلا جنگ کے ملا ہو جیسا کہ جزیہ اور خراج مال غنیمت میں خمس جاری ہوتا ہے، چار حصّہ مجاہدین کے اور پانچواں حصّہ اللہ اور اس کے رسول کا سلب وہ مال ہے جو قاتل کو مقتول کے پاس سے ملے مثلاً گھوڑا، ہتھیار، لباس وغیرہ، نفل وہ مال ہے جو امیر لشکر جو جنگ سے پہلے زیادتی وبہادری پر کسی مجاہد کے لئے مقرر کرتا ہے۔ النہایہ ص ۸۰۹

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے لئے لازم نہیں ہے کہ اگر وہ پہلے سے شرط نہ کی ہو، سلب مقتول قاتل کو دیدے بلکہ وہ بھی مال غنیمت میں شمار ہوتا ہے، اور اس پر بہ کثرت دلائل ہیں۔ الرد علی سیر الاوزاعی ص ۴۵ مظہری ص ۴۶/۴

[2] علامہ نے امام شافعیؒ کا مسلک نقل کیا ہے، یہی مسلک صاحبین کا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں پیدل کا ایک حصّہ اور سوار کے دو حصّے اور اس کی تائید میں متعدد صحیح احادیث ہیں اور یہی حضرت عمرؓ کا عمل تھا۔ الرد علی سیر الاوزاعی ص ۱۷

اور جتنا چاہتے مرحمت فرمادیتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ نفل خمس میں سے دی جاتی تھی[۱] اور آپ نے سلمہ بن اکوع کو ایک غزوہ میں دو حصہ مرحمت فرمائے تھے یعنی پیدل اور سوار دونوں کا حصہ دیا تھا کیونکہ اس غزوہ میں انھوں نے بہت کارنمایاں انجام دیا تھا اور تقسیم میں آپ قوی اور ضعیف سب کو برابر رکھتے تھے، اور جب آپ دشمن پر حملہ کرتے تو پہلے کسی سریہ (چھوٹی جماعت) بھیجتے اور وہ مال غنیمت پاتی تو اس میں سے بھی خمس نکالا جاتا تھا اور اسی طرح بقیہ میں سے نفل بھی نکالا جاتا۔ اور باقی مال کو اس سریہ اور بڑے لشکر کے درمیان برابر تقسیم کردیا جاتا، اور یہ تقسیم لوٹتے وقت فرماتے[۲]۔ اور نفل میں زیادہ سے زیادہ ثلث ہے۔ اس کے باوجود آپ نفل کو مکروہ جانتے تھے اور فرماتے قوی اور ضعیف مومن سب برابر ہیں۔

مال غنیمت میں جو چیز آپ کے حصہ میں آتی اس کو صفی کہتے ہیں چاہے وہ غلام ہو یا باندی اور چاہے گھوڑا، صفی خمس سے پہلے دی جاتی ہے اور حضرت عائشہ رضی نے فرمایا حضرت صفیہ صفی ہیں، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ آپ نے بنی زہیر کی طرف مکتوب میں تحریر فرمایا تھا۔

اگر تم اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً
رسول اللہ کہو اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ
ادا کرو، اور غنیمت کا خمس ادا کرو اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ صفی ادا کرو، تو تمھیں امن ہے

---

[۱] یہ حکم آیت خمس کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ اور آیت خمس غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ خمس کا حکم حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر امام نے جنگ سے پہلے شرط کردی ہے تو نفل دیا جائیگا ورنہ نہیں۔ آیت ہے حرض المومنین علی القتال الخ مظہری ج ۴

[۲] یہی حکم امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہے واپسی سے قبل مجاہدین مال غنیمت سے بقدر ضرورت انتفاع کرسکتے ہیں۔ البنایہ ۸۱۴ ج ۵

اور آپ کی تلوار ذوالفقار صفی میں سے تھی، اور آپ مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر مال غنیمت میں غائب کا حصّہ بھی مقرر فرماتے تھے[ا] جیساکہ بدر کے مال غنیمت میں حضرت عثمانؓ کا بھی حصہ مقرر فرمایا تھا۔ اگرچہ وہ بدر میں حاضر نہیں تھے کیونکہ ان کی اہلیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی بیمار تھیں، آپ نے فرمایا تھا۔

عثمان، اللہ اور اس کے رسول کی حاجت میں ہیں

اور حضرات صحابہؓ غزوات میں خرید و فروخت کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ ایک صحابیؓ نے آپ سے آکر عرض کیا کہ مجھے آج ایسا نفع ہوا کہ کسی کو ایسا نفع نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا؟ عرض کیا میں نے خرید و فروخت میں تین سو اوقیہ کمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا اس سے زیادہ نفع کی بات نہ بتاؤں، عرض کیا کیا ہے؟ فرمایا "نماز کے بعد دو رکعت پڑھ لینا"

اور حضرات صحابہؓ غزوہ کے لئے اُجرت پر اجیر بھی رکھ لیا کرتے تھے اور اس کی دو قسم ہیں ایک تو یہ کہ سفر میں اپنی خدمت کے لئے کسی کو رکھ لینا اور دوسرے یہ کہ جہاد میں مجاہد کے مال کو لیکر چلنے والا، اس کا نام "الجعل" رکھ چھوڑا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

للغازی اجرہٗ وللجاعل اجرہٗ — غازی کے لئے بھی اجر اور مزدور کیلئے بھی اجر

اور صحابہ مال غنیمت میں بھی شریک بنا لیا کرتے تھے اور اُس کی دو قسم ہیں۔ ایک تو شرکت ابدان، اور دوسرے یہ کہ کوئی آدمی اپنا اونٹ یا گھوڑا کسی کو دیدیتا تھا کہ وہ اس پر غزوہ کرے۔ اُس کو نصف حصہ ملتا تھا، چنانچہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ اگر مال غنیمت میں کسی کے

[ا] مال غنیمت میں غائب کا حصّہ نہیں ہے۔ مال غنیمت صرف مجاہدین کا حق ہے۔ علامہ نے جو حکم بیان کیا ہے وہ آیت غنیمت کے نازل ہونے سے قبل کا ہے اور اس میں تخصیص کا بھی احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

حصّہ میں تیر آیا ہے تو اس کا پھلکہ ایک کا ہوتا اور دستہ دوسرے کا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ بدر میں، میں اور سعد اور عمار شریک ہو گئے سعد تو دو قیدی لائے اور میں اور عمار کچھ نہیں لائے۔

اور آپ سریہ کو کبھی پیدل اور کبھی سوار بھی بھیجا کرتے تھے اور فتح کے بعد جو مدد پہونچتی اُس کا مال غنیمت میں کوئی حصّہ نہیں ہوتا تھا۔ اور آپ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے عزیزوں کو بھی حصّہ دیا کرتے تھے اور ان کے بھائی بنی عبدشمس بنی نوفل کو نہیں دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی چیز ہیں۔ اور آپ نے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو ملا کر فرمایا۔ اس طرح، اور یہ لوگ ہم سے زمانہ جاہلیت میں بھی جدا نہیں ہوئے اور نہ اسلام میں جدا ہوئے۔

اور غزوات میں اگر مسلمانوں کو شہد، انگور، اور کھانے کی چیزیں مل جاتیں تو اسکو کھاتے اور مال غنیمت میں داخل نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے لشکر کو کھانا اور شہد ملا، آپ نے اُن میں سے خمس نہیں لیا۔ اُس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل کو غزوہ خیبر میں ایک مشک چربی ملی۔ اس نے کہا آج میں اس میں سے کسی کو نہیں دونگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُس کو سُن لیا، اور آپ مسکرا دئیے اور کچھ نہیں فرمایا۔

ابن ابی اوفیٰ سے کہا گیا۔ کیا آپ حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھانے میں بھی خمس جاری کرتے تھے۔ فرمایا ہمیں خیبر میں کھانا ملا ہر آدمی آتا اور بقدر خوراک اس میں سے لے جاتا تھا، اور بعض صحابہؓ نے کہا ہے کہ ہم نے بعض غزوات میں اخروٹ کھائے ہیں اور ان کو تقسیم بھی کیا ہے

مثلہ بنانا آپ نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے

ان ہانڈیوں کو گرا دیا جن میں لوٹ کا مال پکایا گیا تھا۔ ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ایک سفر میں بھوک نے بہت پریشان کیا۔ اتفاق سے ہمیں بکریاں مل گئیں، ہم نے ان کو لوٹ لیا۔ ہماری ہانڈیاں جوش دے رہی تھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے سب ہانڈیوں کو کمان سے گرا دیا اور گوشت میں مٹی ملا دی، اور فرمایا لوٹ مال مردار کے برابر ہے

آپ مال غنیمت کی سواری پر کسی کو سوار ہونے سے نہیں منع کرتے تھے۔ اگر وہ جانور تھک جاتا تو اس کو مال غنیمت میں داخل فرما دیتے ایسے ہی کپڑا استعمال کرنے کی اجازت تھی اور یہ حکم صرف جنگ کے وقت تک تھا۔

مال غنیمت میں چوری

آپ مال غنیمت میں چوری کرنے کی نہایت سختی سے ممانعت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے غلام مدعم شہید ہوئے تو صحابہ نے کہا اُس کو جنت مبارک ہو، تو آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم، وہ شہد جو اس نے غزوہ خیبر کے مال غنیمت میں سے لیا تھا اس کی وجہ سے دوزخ کی آگ اس پر بھڑک رہی ہے چنانچہ جب یہ سنا تو ایک آدمی ایک شراک (تسمہ) یا دو شراک لیکر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا یہ آگ ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے "غلول" کا تذکرہ کیا اور اس کو امر عظیم قرار دیا اور فرمایا:۔

جس نے بکری چرائی ہوگی اُس کے گلے میں بکری
اور جس نے گھوڑا چرایا ہوگا اس کے گلے میں گھوڑا
قیامت کے دن پڑا ہوگا، وہ پکارے گیا رسول اللہ

میری مدد فرمائیے! میں کہوں گا، میں کچھ نہیں
کرسکتا. میں نے پہلے ہی تبلادیا تھا، وہ پھر کہیگا
یارسول اللہ میری مدد فرمائیے! میں یہی کہوں گا
میں کچھ نہیں کرسکتا میں پہلے ہی تبلا چکا ہوں
وہ تیسری مرتبہ کہے گا میں یہی کہوں گا۔ اور
فرمایا اور اس کے ذمہ اگر کچھ ہے وہ دوزخ میں
جائیگا۔ یہ سنکر لوگ بھاگے ہوئے گئے اور تلاش
کیا تو بعض نے عبا لاکر پیش کی جو غلول کی تھی۔
آپ نے فرمایا، فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے
جب فلاں آدمی کا نام لیا وہ بھی شہید ہے آپ
نے فرمایا ہرگز نہیں، میں نے اس کو دوزخ میں
دیکھا ہے کہ ایک چادر اٹھائی تھی یا عبا اٹھائی تھی
پھر آپ نے فرمایا اے ابن خطاب جاؤ اور لوگوں
میں اعلان کردو، جنت میں مومنین ہی داخل ہوسکیں گے۔

ایک آدمی کا غزوہ خیبر میں انتقال ہوگیا، لوگوں نے آپ سے کہا، آپ نے فرمایا، تم لوگ ہی اس کے جنازہ کی نماز پڑھو! یہ سنکر لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے آپ نے فرمایا، اس نے مال غنیمت میں سے چوری کی ہے۔ لوگوں نے جب اس کا سامان تلاش کیا تو، انھوں نے ایک ریشم کا ٹکڑا یا دو ٹکڑے پائے جو دو درھم کے بھی برابر نہ ہوں گے۔

اور جب آپ کے پاس مال غنیمت آتا تو آپ حضرت بلال کو امر فرماتے سب لوگ مال غنیمت لاتے آپ اس میں سے خمس لیتے اور باقی کو تقسیم کردیتے تھے ایک

آدمی بالوں کی ایک لگام لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا، تم نے بلال کی منادی سنی تھی؟ اس نے کہا ہاں، فرمایا تو اس وقت کیوں نہیں لائے تھے۔ اس نے عذر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا میں اس کو قبول نہیں کروں گا تو قیامت کے دن اس کو لائے گا۔

آپ کے بعد دونوں خلیفہ راشد (حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ) نے غلول کی اشیاء کو پھونک دینے کا امر فرمایا۔ کہا گیا ہے جلانے کا حکم تمام احادیث کی موجودگی میں منسوخ ہے، اس لئے کہ احادیث میں جلانے کا حکم نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ بہتر ہے اور درست ہے، کیونکہ یہ معاملہ از قبیل تعزیر اور سزا ہے جس کا تعلق اجتہاد ائمہ سے ہے جیسی مصلحت ہو کیا جائے، اور آپ کے بعد خلفاء نے ایسا ہی کیا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ شراب پینے والے کو تیسری مرتبہ میں قتل کر دیا جائے یا چوتھی مرتبہ میں قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک قسم کی تعزیر ہے جس کا تعلق اجتہاد سے ہے یہ حد شرعی نہیں ہے اور نہ منسوخ ہے۔

قیدیوں کا حکم

آپ نے بعض قیدیوں پر احسان فرمایا۔ بعض کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا بعض کو قتل کیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں چھوڑا۔ یہ سب کچھ مصلحت کے مطابق کیا، چنانچہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑا اور فرمایا مطعم بن عدی اگر زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے بارے میں مجھ سے بات کرتا تو میں اس کے لئے ان کو چھوڑ دیتا[۱]، اور صلح حدیبیہ میں آپ نے ان ستر آدمیوں کو چھوڑ دیا جو غارت گری کرنے آئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ نے ثمامہ بن اثال قبیلہ حنفیہ

---

[۱] مطعم بن عدی وہ شخص ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے واپسی کے بعد اپنی جوار میں لیکر مکہ میں داخل کیا تھا۔ یہ واقعہ ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے یہ فرمایا تھا۔

کے سردار کو گرفتار کیا اور مسجد کے ستون سے باندھ دیا تھا، پھر اُس کو چھوڑ دیا، اور بعد میں وہ مسلمان ہو گیا۔ اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپ نے حضرات صحابہ رضؓ سے مشورہ کیا، چنانچہ حضرت صدیق رضؓ نے مشورہ دیا کہ ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ اس سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہوگی اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو اسلام کے لئے ہدایت دے، اور حضرت عمر رضؓ کا یہ مشورہ نہیں تھا بلکہ انھوں نے کہا یہ کفر کے سرغنہ ہیں ان کی گردنوں کو اُڑا دیا جائے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ کی رائے کو پسند کیا اور حضرت عمر رضؓ کی رائے کو ناپسند کیا جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضؓ نے دیکھا کہ حضور اور صدیق اکبر رضؓ رو رہے ہیں، سبب دریافت کیا اور کہا اگر مجھے سبب معلوم ہو جائے تو میں بھی روؤں، اگر رونا نہ آئے تو آپ کی اتباع میں شکل بنانے والوں سے ہو جاؤں، آپ نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں نے فدیہ لیکر جو چھوڑا ہے تو میں نے اپنے اوپر عذاب کو اترتے دیکھا کہ وہ اتنا قریب ہو گیا جتنا یہ پیڑ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

ماکان لنبی ان یکون لہ اسریٰ — کسی نبی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ

حتیٰ یثخن فی الارض — اس کے قیدی ہوں اور ان کو بلا قتل چھوڑ دیا جائے۔

لوگوں کا اختلاف ہے کہ ان دونوں رایوں میں کون سی رائے درست تھی بعض نے کہا ہے حضرت عمر رضؓ کی رائے درست تھی لهذا الحدیث، اور بعض نے کہا ہے حضرت ابوبکر رضؓ کی رائے درست تھی کیونکہ فیصلہ انہی کے مطابق ہوا۔ . . . .

. . . . اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ فدیہ ان کے لئے حلال قرار دیا، اور اس وجہ سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی موافقت ہے جو غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اس وجہ سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ اور حضرت

عیسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ اور اس وجہ سے کہ اس سے خیر عظیم حاصل ہوئی، کیونکہ بہت سے قیدی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، اور اس وجہ سے کہ اس فدیہ سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی تھی، اور اس وجہ سے کہ حضرت صدیقؓ کی رائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق تھی، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بھی موافقت تھی، کیونکہ اس فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، اور اس وجہ سے کہ حضرت صدیقؓ کی رائے نظر عمیق کے مطابق تھی۔

اب رہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا یہ رحمت اور شفقت کی وجہ سے تھا کہ نزول عذاب ان پر تھا جو دنیا کا ساز و سامان چاہتے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ اس کے طالب نہیں تھے۔ اگرچہ یہ بعض صحابہؓ ہی کا ارادہ ہو مگر فتنۂ عام ہوتا ہے اس میں تخصیص نہیں ہوتی جیسا کہ حنین میں لشکر اسلامی کو شکست ہوئی، صرف ایک آدمی ہی نے کہا "کہ وہ آج غالب نہ ہو سکیں گے کیونکہ ہماری کثرت ہے" چنانچہ اسی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوئے، اگرچہ انجام کار فتح و نصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ واللہ اعلم

آپ سے حضرات انصارؓ نے اجازت چاہی کہ آپ کے چچا عباسؓ کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا، ایک درہم بھی نہ چھوڑو، چنانچہ سلمہ بن اکوع سے اس باندی کو ہبہ کرایا گیا جس کو بطور نفل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض غزوات میں دیا تھا اس کو دیکر حضرت عباسؓ کو مکہ بھیجا گیا تاکہ بطور فدیہ اس کو ادا کریں[۱]۔

آپ نے دو مسلمانوں کو ایک بنی عقیل کے بدلہ میں بھی چھڑایا ہے اور بنی ہوازن کے قیدیوں کو آپ نے تقسیم کے بعد بھی واپس کر دیا تھا۔ اس میں غانمین کی خوشی معلوم کر لی گئی تھی اور انھوں نے اس کی اجازت دیدی تھی اور جو راضی نہ ہوئے تھے ان کو

---

[۱] حضرت عباسؓ کے چھوٹنے کا واقعہ بخاری شریف میں تفصیل سے مذکور ہے۔

ہر آدمی کے بدلے چھ فرائض دیئے گئے تھے

آپ نے عقبہ بن معیط اور نضر بن حارث (قیدیوں) کو ان کی شدت عداوت کی وجہ سے قتل کرادیا تھا، اور امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ قیدیوں میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ جن کے پاس کچھ نہیں تھا۔ آپ نے ان کو اس شرط پر آزاد کردیا کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھائیں گے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ عمل بھی فدیہ بن سکتا ہے جیساکہ مال فدیہ بن سکتا ہے۔

اور آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جو کوئی گرفتار ہونے سے پہلے اسلام لے آیا، آپ اس کو غلام نہیں بناتے تھے، اور اہل عرب کے قیدیوں کو بھی ویسے ہی غلام بناتے تھے جیساکہ اہل کتاب کے قیدیوں کو غلام بناتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضی کے پاس اسی قسم کی ایک باندی تھی، آپ نے اس کو آزاد کرادیا تھا اور فرمایا تھا یہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہے۔ اور طبرانی میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "جس کے پاس بنی اسماعیل میں سے کوئی غلام ہے وہ اس کو آزاد کردے۔

اور جب بنی مصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا گیا تو حضرت جویریہ بنت ابن قیس کے حصہ میں آئیں اور انھوں نے اپنے آپ کو ثابت بن قیس سے مکاتبہ بنوالیا[1]۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدل کتابت ادا کیا تھا اور اس کے بعد نکاح کرلیا کرتے تھے، اور نکاح کے بعد اکرامًا بنی مصطلق کے سو آدمیوں کو آپ نے آزاد کردیا تھا، اور جویریہ خالص عرب تھیں۔

اور حضرات صحابہ رض باندیوں سے وطی بعد استبراء کیا کرتے تھے[2]، ان کے اسلام

---

[1] مکاتب باندی یا غلام وہ ہے کہ جس کو کچھ لے کر آزاد کیا کرتے تھے

[2] استبراء رحم کے پاک کرنیکو کہتے ہیں۔ باندی کو جب حیض آجائے تو یہ علامت ہے کہ وہ حاملہ نہیں ہے

کی شرط نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

والمحصنات من النساء الا — اور محصنہ عورتیں، مگر وہ عورتیں

ما ملکت ایمانکم — جن کے تم مالک ہو

اللہ تعالیٰ نے ملک یمین سے وطی کرنے کو مباح قرار دیا ہے، اور اگر وہ عورت محصنہ[1] ہے تو بعد انقضاء عدت، اور استبراء ...... وطی جائز ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اکواع سے باندی کو ہبہ کرایا تھا۔ تو انھوں نے عرض کیا تھا۔ وہ مجھے بہت پسند ہے اور میں نے اس کا کپڑا ابھی نہیں کھولا ہے۔ لہٰذا اگر اسلام سے پہلے وطی حرام ہوئی ہوتی تو یہ قول بے معنی رہ جاتا ہے، کیونکہ وہ باندی مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اور آپ نے اس باندی کو بطور فدیہ چند مسلمانوں کے بدلہ میں بھیجا تھا جو مکہ میں تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمان کو بطور فدیہ نہیں دیا جا سکتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ وطی کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ یہی آپ کی اور آپ کے صحابہ رض کی سیرت مبارکہ ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قیدیوں میں تفریق کرنے سے منع فرماتے تھے جن میں ماں باپ اور اولاد، بہن، بھائی کا رشتہ ہوتا تھا، آپ نے فرمایا، جو بیٹے اور ماں کے درمیان تفریق کرے، خدا قیامت میں اس کے، اور اس کے دوستوں کے درمیان تفریق کرے گا۔ اس وجہ سے اگر آپ کسی قیدی کو کسی کے حوالہ کرتے تو مع اس کے رشتہ داروں کے سپرد فرماتے تھے۔

جاسوسی کا حکم

آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے مشرکین کے جاسوس کو قتل کرا دیا تھا، اور یہ بھی ثابت ہے کہ حاطب بن بلتعہ کو جاسوسی کے جرم کے

---

[1] محصنہ شادی شدہ کو کہتے ہیں۔

باوجود قتل نہیں کرایا تھا، اور حضرت عمرؓ نے ان کے قتل کی اجازت طلب کی تھی۔ آپ نے فرما دیا تھا "اللہ تعالیٰ اہل بدر کے قلوب سے واقف ہے[۱]۔ اور فرمایا ہے

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم — جو چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی

امام شافعی امام احمد، امام ابوحنیفہؒ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کہ مسلم جاسوس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی آیت سے امام مالک، ابن عقیل نے فرمایا ہے قتل جائز ہے، کیونکہ جب علت ہی موجود نہیں (اور وہ کفر ہے) تو قتل کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اسلام مانع ہے تو علت خاص ہے اور جب علت عام ہو تو خاص علت کوئی اثر نہیں رکھتی۔

غلاموں کو آزاد کرنا کافر غلاموں کو جب وہ مسلمانوں کے پاس آئے تو ان کو آزاد کر دینے کے بارے میں بھی آپ کی سیرت مبارکہ ہے اگر وہ اسلام قبول کرلیں۔ آپ فرماتے یہ اللہ کے لئے آزاد ہیں"

اگر کوئی آدمی مسلمان ہوتا اور اس کے قبضہ میں کوئی چیز ہوتی تو بدستور اسی کے قبضہ اور ملکیت میں رہتی یہی آپ کی عادت شریفہ تھی۔ آپ اس چیز کے سبب حصول کو معلوم نہیں کرتے تھے، اور آپ مشرکین کے ضامن نہیں بنتے تھے یا ان کی طرف سے ضمان ادا نہیں کرتے تھے جب انھوں نے حالت کفر میں کسی مسلمان کی کوئی چیز تلف کی ہوتی خواہ حالت جنگ میں تلف کی ہوتی یا اس سے پہلے (بلکہ مسلمان ہونے پر وہ خود ہی ضمان ادا کرتے) اور حضرت صدیق اکبرؓ نے مرتدین سے ویسا ہی تاوان وصول کیا تھا جیساکہ وہ اہل کفر سے وصول کرتے تھے، چنانچہ مسلمانوں کے جان، اور مال

---

[۱] حضرت حاطب بن بلتعہ کے واقعہ کی تفصیل آتی ہے۔

کی دیت ان سے وصول کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یہ جان اور مال تو اللہ کی راہ میں کام آئے ہیں اور ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ پر ہے اور شہید کی دیت وصول نہیں کی جاتی ہے، چنانچہ حضرات صحابہؓ کا اس پر اتفاق ہو گیا۔

اور آپ کی عادت شریفہ نہیں تھی کہ کافروں پر غلبہ پانے کے بعد ان کے ہاتھوں سے وہ سامان لے لیا جائے جو انھوں نے مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اس سے تعرض نہیں کیا جاتا خواہ وہ زمین ہوتی یا اور کوئی شئے منقولہ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے[1]، اور جب مکہ فتح کیا تو بہت سے مہاجرین کھڑے ہوئے اور اپنی اپنی چیزوں کو واپس ملنے کا مطالبہ کرنے لگے کہ (کم ازکم ان کے گھروں کو واپس دلایا جائے جن پر کافروں نے قبضہ کر لیا ہے) آپ نے واپس نہیں کرایا، کیونکہ ان گھروں کو انھوں نے اللہ کے لئے چھوڑا تھا۔ ان پر اجر کا ترتب ہو گیا کہ آخرت کے بدلے ان سے اچھے جنت میں گھر ملیں گے، اس لئے اب ان کو واپس لینے کا حق نہیں ہے بلکہ آپ نے مہاجرین کو فتح مکہ کے بعد ادائیگی نسک سے علاوہ تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی[2]۔ اس لئے کہ اس شہر کو اللہ کے لئے چھوڑ دیا تھا، لہذا اب حق نہیں ہے کہ اس کو وطن بنایا جائے، اور سعد بن خولہ کے مرثیہ میں اسی وجہ سے ان کا نام "بائس" رکھا گیا ہے کیونکہ ان کا انتقال ہجرت کے بعد مکہ میں ہوا اور وہ وہیں دفن ہوئے۔

وہ زمین جو غنیمت میں ملی آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے بنی قریظہ اور بنی نضیر اور خیبر کی زمین کو مجاہدین کے درمیان

---

[1] استیلاء کفار میں حنفیہ کا مسلک یہی ہے جو علامہ نے بیان کیا ہے

[2] اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقام سے ہجرت کرنے کے بعد اس کو اقامت گاہ بنانا جائز نہیں ہے۔

تقسیم کر دیا تھا ؎۱

مدینہ منورہ چونکہ قرآن کے ذریعہ فتح کیا گیا تھا۔ اور وہاں کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا گیا، اور مکہ معظمہ پر غلبہ پایا گیا تھا۔ اور اس کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا علماء کی جماعت کو اشکال ہوا کہ غلبہ پانے کے باوجود اس کو تقسیم کیوں نہیں کیا گیا۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ چونکہ یہ ادائے مناسک کی جگہ ہے اس وجہ سے وہ تمام مسلمانوں پر وقف ہے۔ اور وہ اس میں سب برابر ہیں۔ اس وجہ سے اس کی تقسیم ممکن نہیں ہے۔ بعض حضرات نے مکہ کی زمین کا اجارہ اور بیع دونوں ناجائز قرار دیئے ہیں، بعض نے اجارہ جائز قرار دیا ہے اور بیع ناجائز قرار دی ہے۔

امام شافعی صاحب کے نزدیک جب یہ چیز ممکن نہ ہوئی کہ غلبہ کے ساتھ فتح کرنا اور تقسیم نہ کرنا ہو نہیں سکتا تو انھوں نے فرما دیا کہ مکہ صلح کے ذریعہ فتح ہوا ہے۔ کیونکہ اگر غلبہ پایا جاتا تو تقسیم کی جاتی۔ کیونکہ اس صورت میں وہ مالِ غنیمت میں شمار ہوتا۔ اور اس کی تقسیم لازمی تھی جیسا کہ حیوان اور اشیاءِ منقولہ کی تقسیم کی جاتی ہے۔ امام شافعی صاحب کے نزدیک اسی وجہ سے اس میں وراثت اور ہبہ وغیرہ جاری ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت صفوان بن اُمیّہ سے گھر خرید ا تھا۔

(اور فتح مکہ کے موقعہ پر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا، کل کو آپ مکہ میں کہاں قیام فرمائیں گے۔ فرمایا کیا ہمارے لئے عقیل نے کچھ چھوڑا ہے؎۲؟ اور عقیل ابوطالب کے وارث تھے، اور ابوطالب کی اولاد تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ زمین مال

؎۱۔ یہ مقامات قہراً فتح کئے گئے تھے اس وجہ سے یہ غانمین کا حق تھے۔

؎۲۔ عقیل حضرت علیؓ کے چھوٹے بھائی کا نام ہے

غنیمت شمار ہوتی ہے۔ اور غنیمت کو تقسیم کرنا واجب ہے اور مکہ کی زمین ملکیت میں بھی آسکتی ہے اور بیچی بھی جا سکتی ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ مکہ کے بارے میں کہا جائے کہ وہ صلح کے ذریعہ فتح کیا گیا۔

لیکن جب احادیث صحیحہ پر غور کیا جائے گا تو اس سے قول جمہور کی تائید ہو گی کہ مکہ پر غلبہ پایا گیا ہے۔ اور یہ بات کہ اس میں تقسیم جاری نہیں ہو سکتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ادائیگی نسک کی جگہ ہے اور محل عبادت ہے پس اللہ کی جانب سے مسلمانوں کے لئے وقف ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے تقسیم کرے اور چاہے اُس کو وقف کر دے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا، مکہ کو تقسیم نہیں کیا، لہٰذا دونوں طریقے جائز ہیں۔ علاوہ ازیں زمین مال غنیمت میں داخل ہی نہیں ہوتی، بلکہ مال غنیمت میں تو حیوان اور اشیاء منقولہ داخل ہوتی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے علاوہ کسی دوسری اُمت کے لئے حلال قرار نہیں دیا۔ ان کے لئے دیار کفر اور اُس کی زمین کو حلال قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم — اے قوم اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جسکو تمہارے لئے اللہ نے واجب کیا ہے

اور دیار فرعون اور اس کی قوم اور اُن کی زمین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

واورثناها بنی اسرائیل — ہم نے اُس کا وارث بنی اسرائیل کو کیا۔

پس معلوم ہوا کہ زمین مال غنیمت میں داخل نہیں ہوتی اور امام کو اختیار ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم بھی کیا۔ اور حضرت عمر رضؓ نے تقسیم نہیں کیا بلکہ اس کو علیٰ حالہٖ باقی رکھا اور اس پر خراج مقرر فرما دیا جو جنگ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس جگہ وقف کے معنی یہ ہیں۔ وقف کے معنی عدم نقل ملکیت کے نہیں ہیں

بلکہ اس کی بیع جائز ہے اور اسی پر اُمت کا عمل ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس میں وراثت بھی جاری ہوگی اور وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اور امام احمد نے فرمایا ہے اُس کو مہر میں دینا جائز ہے، حالانکہ وقف کو مہر میں نہیں دیا جاتا اور اس لئے کہ وقف کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں موقوف علیہم کے حق کا بطلان لازم آتا ہے کہ وہ منفعت سے محروم ہوجائیں گے اور غازیوں کا حق چونکہ زمین سے متعلق ہوتا ہے اور وہ خراج کی صورت میں منفعت حاصل ہوتی رہتی ہے لہٰذا جو بھی اس خراجی زمین کو خریدے گا وہ زمین خریدار کے پاس بھی خراجی رہے گی، جیساکہ بیچنے والے کے پاس خراجی تھی۔ اس طرح کسی مسلمان کا حق باطل نہیں ہوتا جیساکہ میراث اور ہبہ اور مہر سے باطل نہیں ہوتا شریعت میں اسکی مثال مکاتب کی بیع ہے اس میں سبب، حرمت بیع کتابت ہے لہٰذا وہ غلام مشتری کے پاس بھی مکاتب ہی رہے گا جیساکہ بائع کے پاس تھا۔ واللہ اعلم

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل دلالت کرتا ہے کہ آپ نے خیبر کی آدھی زمین تقسیم کی تھی، اگر زمین کا اور مال غنیمت کا حکم ایک ہی ہوا ہوتا تو آپ پوری زمین تقسیم فرما دیتے۔ ابوداؤد اور مستدرک میں ہے:۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فتح حاصل کی تو اس کی کل آراضی کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ پھر ہر حصہ میں سو حصے کئے اس میں آدھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کے لئے رہی اور باقی آدھی کو پیش آمدہ امور کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے

لہ واضح رہے مکاتب کی بیع جائز نہیں ہے اسلئے نقل ملکیت کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ علامہ کا قیاس غلط ہے

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ۸ حصّہ باقی رہنے دیئے۔ اس حساب سے بھی آدھی زمین باقی رہتی، اور ایک دوسری روایت میں بھی لفظ "نصف" ہے کہ آدھی زمین کو ضروریات کے لئے چھوڑ دیا اور آدھی زمین کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی آدھی میں تھا۔

مکہ معظمہ کی حیثیت مکہ معظمہ کو طاقت کے ذریعہ فتح کیا گیا ہے اس کی چند وجوہ ہیں

(۱) یہ کسی سے بھی منقول نہیں ہے کہ زمانہ فتح مکہ میں آپ نے کسی سے صلح کی ہو۔ اور نہ آپ کے پاس کوئی آیا کہ جس نے صلح کی ہو۔ صرف ابوسفیانؓ آئے تھے ان کو امان دیدی گئی تھی۔ اور اُن سے فرما دیا تھا جو ان کے گھر میں داخل ہو جائے یا اپنا دروازہ بند کرے، یا مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔ یا ہتھیار ڈال دے پس وہ مامون ہے اور صلح امن عام کو چاہتی ہے۔

(۲) آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مکہ سے روک دیا تھا اور اللہ نے اپنے رسول اور مومنین کو اس پر مسلط کر دیا آپ نے فرمایا اس نے مجھے دن کی ایک ساعت کے لئے اجازت دی ہے، نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہاں قتال کے لئے رخصت دیدی ہے۔ پس.. اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی ہے تمھیں نہیں دی۔ ایک ساعت کی اجازت کے بعد اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسے پہلے تھی۔

اس میں صراحت ہے کہ مکہ عنوۃ فتح ہوا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو دائیں جانب حضرت زبیرؓ کو بائیں جانب اور ابو عبیدہ کو بطن وادی کی طرف مقرر فرمایا۔ اور فرمایا اے ابوہریرہ انصار کو بلاؤ

چنانچہ وہ نیزے ہلاتے ہوئے آئے۔آپ نے فرمایا، اے معاشر انصار! جب کل کو تمہارا مقابلہ قریش سے ہو تو انکو گہا دو اور آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا، اس طرح مسل دو اور ہمارے تمہارے ملنے کی جگہ صفا پہاڑی پر ہوگی چنانچہ انصار صفا پر پہونچے اور آپ بھی صفا پر پہونچے۔ آپ نے دریافت کیا، کسی نے مقابلہ کیا، عرض کیا نہیں اتنے ہی میں ابوسفیان آگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج کے بعد قریش نظر نہیں آئیں گے۔ آپ نے فرمایا، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امن، جو ہتھیار ڈال دے اُسے امن، جو دروازہ بند کرلے اُسے امن' اور نیز ام ہانی نے ایک آدمی کو پناہ دیدی تھی، حضرت علیؓ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "جس کو ام ہانی نے پناہ دی ہے ہم نے اُس کو پناہ دی۔

اور حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا اس دن میں نے دو آدمیوں کو پناہ دی تھی اور اُن کو اپنے گھر میں داخل کرلیا تھا، اور دروازہ بند کر دیا تھا۔ اتنے ہی میں میرے ماں جائے علیؓ آگئے۔ اور ان دونوں پر تلوار سونت لی۔ میں نے ان کو حدیث امن سنائی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا کہ "ہم نے اُس کو پناہ دی جس کو اُم ہانی نے پناہ دی" اور یہ چاشت کا وقت تھا۔ اور عین مکہ کے درمیان فتح کے بعد کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ام ہانی رض کی یہ امان حضرت علیؓ نے قبول کی"، اس میں صراحت ہے کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے مقیس بن حبابہ، ابن خطل، اور دو باندیوں کو قتل کا حکم دیا اگر صلح کے ذریعہ فتح کیا ہوتا تو کسی کے قتل کا حکم نہ صادر فرماتے، اور ان چند لوگوں کا ذکر صلح میں مستثنیٰ ہوا ہوتا، اور سنن میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا، سب لوگوں کو امن ہے مگر دو عورتیں اور چار نفر، ان کو قتل کردیا جائے۔ اگرچہ وہ بیت اللہ کے پردے میں چھپے ہوں۔ واللہ اعلم

بیالیسواں باب

مدینہ منورہ کا انتظام اور اسکے قبائل

مشرکین کے درمیان قیام آپ نے فرمایا ہے کہ جب ہجرت پر قادر ہو تو مشرکین کے درمیان قیام نہ کرو، اور آپ نے ارشاد فرمایا میں اس آدمی سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے۔ آپ سے کہا گیا حضور کیا ان کو دوزخ ہوگی فرمایا، جو مشرک کے ساتھ آئے گا وہ اسی کے مثل ہوگا۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا، جب تک توبہ کا حکم ہے اسی وقت تک ہجرت کا حکم ہے اور توبہ اُس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو یعنی قیامت تک یہ حکم ہے۔ اور آپ نے فرمایا، ہجرت کے بعد ہجرت جاری رہے گی تم میں بہترین وہ ہے جو مہاجر ابراہیم (شام) کو اختیار کرے اور لبقیہ زمین پر شریر پھیل جائیں گے ان کی زمین ان سے بات کرے گی۔ اور اُن کا حشر بندر اور سور کی طرح ہوگا۔

اہل کفر کے ساتھ معاملہ آپ سے ثابت ہے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے ان کا ادنیٰ ترین پناہ دے سکتا ہے جس نے کسی مسلمان کی دی ہوئی ذمہ داری کو توڑا اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی تمام انسانوں کی لعنت اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کا کوئی معاملہ قبول نہ کرے گا اور فرمایا، مسلمان کافروں کو پناہ دے سکتے ہیں، ان کی جانوں کی ذمہ داری لے سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں ان کا ادنیٰ، اعلیٰ سب برابر ہیں، اور مومن کو کافر کے

بدلے ہرگز قتل نہ کیا جائے۔ اور نہ کسی معاہد کو (جس سے معاہدہ کیا گیا ہو) معاہدہ کے باوجود قتل کیا جائے۔ جس نے کوئی بدعت شروع کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت

آپ نے ارشاد فرمایا، اگر کسی کا کسی قسم کے ساتھ معاہدہ ہو تو، تا وقتیکہ مدت پوری نہ ہو جائے اس کو نہ توڑے اور نہ اس کو مزید مضبوط کرے۔ یا برابر برابر معاملہ کرے اور فرمایا، جس آدمی نے اپنی ذمہ داری پر کسی کو امن دی، اور اس آدمی کو قتل کر دیا گیا، میں قاتل سے بری ہوں، اور ارشاد فرمایا۔ ہر غدار کے پاس قیامت کے دن جھنڈا ہو گا جس کے ذریعہ وہ شناخت کیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ یہ غدار فلاں بن فلاں ہے"

مدینہ کے کفار جب آپ مدینہ منورہ پہونچے وہاں تین قسم کے کافر تھے جن سے آپ نے صلح کی تھی، اور معاہدہ کیا تھا کہ وہ جنگ نہ کریں۔ وہ دشمن کی مدد نہ کریں۔ وہ دشمن سے دوستی نہ کریں اور ان کی جان و مال کو امن نہ دیں۔

ایک قسم کا فروں کی یہ تھی کہ انھوں نے حضور سے جنگ کی اور عداوت کو باقی رکھا اور ایک قسم ایسی تھی کہ نہ انھوں نے جنگ کی اور نہ صلح کی۔ بلکہ انجام کار کے انتظار میں رہے۔ اور خفیہ طور پر مدد پہونچنے کے اُمیدوار رہے۔

ان کافروں میں سے بعض وہ تھے کہ دشمن کا غلبہ پسند کرتے تھے۔ ان میں سے بعض لوگ ظاہر میں ساتھ رہتے تھے۔ تاکہ دونوں جماعتوں سے امن میں رہیں۔ یہ لوگ منافق تھے۔ آپ نے ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق معاملہ کیا

آپ نے یہود مدینہ سے صلح کر لی تھی۔ اور اس صلح کا معاہدہ لکھا گیا تھا۱۔ اور

۱۔ سیرت ابن ہشام میں اس معاہدہ کی جو موجودہ زبان میں ایک چارٹر ہے۔ تقریباً دو باقی صفحہ ۱۴۹

مدینہ منورہ کے گرد تین قبیلے آباد تھے۔ بنی قینقاع، بنی قریظہ، بنی نضیر، آپ سے بنی قینقاع نے جنگ کی۔ اور یہ جنگ غزوہ بدر کے بعد ہوئی۔ واقعہ بدر کے موقعہ پر انھوں نے بغض و حسد کا خوب مظاہرہ کیا۔

اللہ کے لشکر یعنی مسلمانوں نے شوال کے مہینہ میں ہجرت کے بیس مہینہ بعد ان پر حملہ کیا اور ان کا حلیف عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین تھا۔ یہود مدینہ میں سب سے بہادر تھا، اس دن جھنڈا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے پاس تھا۔ اور اس وقت ابو لبابہ کو مدینہ منورہ میں نگرانی کے لئے خلیفہ بنا دیا گیا تھا۔ پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا گیا کہ ذی قعدہ کا چاند نظر آ گیا۔ یہود کا سب سے پہلا گروہ یہی ہے کہ جن کا محاصرہ کیا گیا اور ان کو ان قلعوں میں بند کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ ان کو اور ان کی اولاد کو ان کی عورتوں کو اور ان کے اموال کو امن دیدی گئی اور اجازت دیدی گئی کہ وہ مدینہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ وہ ملک شام کی طرف چلے گئے۔ ... ... وہاں بہت کم رہنے پائے تھے کہ سب ہلاک ہو گئے۔ یہ زرگری اور تجارت کا کام کرتے تھے ان کی تعداد چھ سو کے قریب تھی اور یہ جنگجو قسم کے تھے۔ ان کے گھر مدینہ منورہ کی ایک سمت تھے۔ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال لیا تھا دو زرہ، تین تلواریں، تین نیزے اور غنیمت کا خمس وصول کیا تھا۔

باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۷ ۵۲ دفعات ہیں جن میں سے بعض کو بارج کونسنان نے اپنی کتاب "پیغمبر اسلام" صفحہ ۹۵ پر ذکر کیا ہے اور علامہ کشمیری نے ۱۹۲۷ء میں اپنے خطبہ صدارت میں بھی ان میں سے بعض کو ذکر کیا ہے۔ یہ دستور ہجرت کے پہلے سال مرتب ہوا اور ہجرت کے دوسرے سال تحویل قبلہ کا معاملہ پیش آیا۔ اس دستور میں یہودیوں کی انفرادیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور تحویل قبلہ سے اسکی مزید تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

بنو نضیر کا معاملہ اس واقعہ کے بعد بنو نضیر نے بھی عہد توڑ دیا تھا۔ بخاری نے کہا ہے کہ یہ احد کے چھ مہینہ بعد ہوا۔ اور عروہ نے اس کے سبب کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہؓ کے ساتھ ان کے یہاں دیت وصول کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے کہ (وہ بقدر حصہ دیت ادا کریں) اُنھوں نے کہا آپ تشریف رکھیں ابھی دیتے ہیں۔ آپکو ایک جگہ بٹھلا کر سب نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے اور چکی کا پاٹ اوپر سے گرایا جائے۔ عمرو بن حجاش نے کہا میں یہ کام کروں گا۔ سلام بن مشکم نے کہا۔ ایسا نہ کرو اللہ تعالیٰ ان کو اس کی خبر کر دے گا اور خواہ مخواہ عہد ٹوٹ جائیگا۔

ان میں یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ آئے۔ اور مدینہ شریف آ گئے۔ اور اپنے صحابہ کے پاس پہونچ گئے اور ان کو یہودیوں کے ارادہ کی اطلاع کر دی۔ پھر آپ نے ان یہودیوں کے پاس خبر بھیجی کہ مدینہ منورہ خالی کر دو۔ اور تم کو دس دن کی مہلت دی جاتی ہے جو آدمی بھی دس دن کے بعد یہاں پایا جائیگا، قتل کر دیا جائیگا۔ چنانچہ وہ چند دن تیاری کے لئے ٹھہرے۔ اسی دوران رأس المنافقین، عبداللہ بن ابی سلول نے خبر بھیجی کہ تم اپنے گھروں کو نہ چھوڑو۔ میں دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا جو تمہارے ساتھ جان دیں گے اور تمہاری مدد بنی قریظہ اور تمہارے حلیف بھی کریں گے اور چنانچہ سردار یہود حیی بن اخطب کو اس منافق کے کہنے سے لالچ پیدا ہوا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خبر بھیجدی کہ ہم نہیں جا سکتے جو آپ کا جی چاہے کیجئے! پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی آپ کے سب صحابہ جمع ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے جھنڈا اُٹھایا اور اُن کے قلعہ کی طرف پیشقدمی کی اور ان پر تیروں اور پتھروں کی بارش کی لیکن ان کی مدد کو نہ بنی قریظہ آئے اور نہ وہ منافق

آیا۔ اور نہ ان کے حلیف بنی غطفان آئے اللہ تعالیٰ نے ان کے قضیہ کو قرآن پاک میں تمثیلاً بیان فرمایا ہے۔

مثلهم كمثل الشيطان اذا	ان کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کسی سے
قال للانسان اكفر فلما كفر قال	کہے تو کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو جائے تو
انی بریٔ منك	کہہ دے میں تجھ سے بری ہوں۔

کہا گیا ہے کہ سورۂ حشر کا نام سورۂ بنی نضیر بھی ہے۔ اس میں اول تا آخر ان کا قصہ مذکور ہے، بہرحال جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا۔ ان کے باغوں کو کاٹ دیا گیا، اور جلا دیا۔ تب انھوں نے پیغام بھیجا، اب ہم جاتے ہیں تب ان کو اجازت دی گئی کہ وہ خود اور اپنی اولاد کو لے کر نکل جائیں اور جس قدر اونٹوں پر سامان لاد سکتے ہوں لے جائیں اور ہتھیار نہ لے جائیں۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے املاک پر قبضہ کرلیا۔ یہ املاک خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ضروریات اور مصالح مسلمین کے لئے رہیں۔ اس میں سے خمس نہیں لیا گیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ کرا دیا تھا مسلمانوں کو جنگ نہیں کرنی پڑی تھی، اور بنی قریظہ سے خمس لیا گیا تھا۔

امام مالک نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ سے خمس لیا تھا بنی نضیر سے خمس نہیں لیا تھا۔ کیونکہ بنی نضیر پر مسلمانوں نے لشکر کے ذریعہ چڑھائی نہیں کی تھی جیسا کہ بنی قریظہ کے ساتھ کی تھی۔ بہرحال ان کو خیبر کی طرف سے نکال دیا گیا انھیں میں حیی بن اخطب بھی تھا جو ان کا سردار تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا اور ان کی زمینوں پر تسلط جمالیا۔ ہتھیاروں میں پچاس زرہ پچاس خود، ۳۴۰ تلواریں ہاتھ آئیں۔ یہ قبیلہ اپنی قوم میں ایسا ہی تھا جیسا کہ قریش میں بنی مغیرہ تھے۔ ان کا واقعہ

ربیع الاول ۵ھ میں پیش آیا۔

بنو قریظہ کا معاملہ

بنو قریظہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سب سے زیادہ شدید تھے، اس وجہ سے اُن کے ساتھ وہ معاملہ ہوا جو ان کے دیگر قبائل کے ساتھ نہیں ہوا، سبب اس کا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ خندق کے لئے نکلے اور جن کے ساتھ صلح تھی وہ سب آپ کے ساتھ تھے تو حیی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس ان کی بستی میں آیا اور کہا کہ میں دنیا کی عزت لیکر تمہارے پاس آیا ہوں اور سردار قریش کو تمہارے پاس لایا ہوں اور غطفان کے قائدین کو ساتھ لایا ہوں، اور تم لوگ بھی صاحب طاقت اور ہتھیار والے ہو۔ آؤ ہم سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں۔ اور ان سے فارغ ہو جائیں۔ بنی قریظہ کے سردار نے کہا قسم خدا کی تو دنیا کی ذلت کو لایا ہے اور تو ایسے بادل کو لایا ہے جو گرجتا ہے، چمکتا ہے اور پہلے برس چکا ہے۔

ان دونوں میں اسی طرح تکرار ہوتی رہی، آخر کار یہ جواب ملا کہ آپ ہمارے ساتھ قلعہ میں داخل ہو جائیں جو ہمارا حشر ہوگا وہی تمہارا ہوگا۔ چنانچہ یہی کیا گیا اور معاہدہ ختم کر دیا گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ یہ خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہونچی۔ آپ نے ایک آدمی تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ اس نے آکر خبر دی کہ انھوں نے معاہدہ ختم کر دیا ہے۔ یہ سنکر آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا اے مسلمانو! بشارت ہو۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، اور آپ نے ہتھیار اتارے ہی تھے کہ جبریل تشریف لائے۔ اور کہا، آپ نے ہتھیار اتارنے شروع کر دیے ہیں، حالانکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں اتارے ہیں، آپ سب کو لیکر بنی قریظہ کی طرف چلیے۔ اور میں آپ سے پہلے جاتا ہوں اور ان میں زلزلہ ڈالتا ہوں۔

اور اُن کے لوگوں میں رعب طاری کرتا ہوں۔ چنانچہ جبرئیلؑ تشریف لے گئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے حضرات صحابہ مہاجرین اور انصار کو ساتھ لیکر چلدیئے! اور آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ایک اختلاف

لا یصلین احدکم العصر الا فی بنی قریظہ — آج عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں ادا کی جائے۔

یہ سنکر سب لوگوں نے تعمیل حکم کی اور سب تیزی سے چل دیئے اتفاق سے راستہ ہی میں عصر کی نماز کا وقت ہوگیا چنانچہ بعض نے کہا ہم تو عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں پڑھیں گے جیسا کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے چنانچہ ان حضرات نے عصر کی نماز عشا کے بعد ادا کی

اور بعض حضرات نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس ارشاد سے تیزی کے ساتھ جانا ہے نہ کہ نماز قضا کرنا ان لوگوں نے عصر کی نماز راستہ ہی میں ادا کی۔ اس جگہ فقہاء میں اختلاف ہوگیا ہے کہ ان دونوں فریق میں کون صواب پر تھا۔ بعض نے کہا ہے جنھوں نے نماز کو موخر کیا ہے وہ صواب پر تھے۔ اور اگر ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو نماز موخر کردیتے اور ہم بھی بنی قریظہ ہی میں جاکر نماز پڑھتے کیونکہ امتثال امر اسی میں ہے اور ہم تاویل کو ختم کر دیتے۔

دوسری جماعت نے کہا ہے جن لوگوں نے راستہ میں نماز پڑھی ہے وہ صواب پر تھے، ان لوگوں نے دونوں قسم کے امر کی تعمیل کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل بھی کہ جلدی چلدیئے اور خدا کے حکم کی تعمیل بھی کہ نماز کو وقت پر ادا کیا۔ اس طرح ان کو جہاد کی اور نماز کی دونوں قسم کی فضیلت حاصل ہوئی انھوں نے وہی کیا جو سمجھا اور وہ لوگ سب سے زیادہ سمجھدار تھے۔ اور خصوصاً وہ نماز جس کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا جاتا ہے جو نص صریح سے ثابت ہے۔ اور صحیح احادیث موجود ہیں کہ جس نے اس کو ترک کیا گویا اس کا جان اور مال اور اولاد

سب ہلاک ہو گئے ، یا اس کے سب عمل ختم ہو گئے لیکن جن لوگوں نے اس نماز کو موخر کیا وہ معذور نہیں ہیں بلکہ ماجور ہیں کیونکہ ان لوگوں نے ظاہر نص کو اختیار کیا۔ ان کا ارادہ بھی امتثال امری تھا۔ غرضکہ دونوں فریق صواب پر ہیں۔ جن لوگوں نے راستہ میں نماز پڑھی انھیں نماز اور جہاد دونوں کی فضیلتیں حاصل ہوئیں اس لئے اُن کا دوگنا اجر ہے اور دوسرے بھی ثواب کے مستحق ہیں رضی اللہ عنہم

اور اگر یہ کہا جائے اس وقت جہاد کی وجہ سے تاخیر صلوٰۃ جائز تھی۔ اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خندق میں عصر کی نماز کو رات تک موخر کیا۔ لہذا صحابہؓ کی یہ تاخیر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاخیر کی طرح تھی۔ خصوصاً جبکہ ابھی صلوٰۃ خوف کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ بہرحال یہ سوال قوی ہے اور اس کا جواب دو طرح پر دیا جاتا ہے

ایک جواب تو یہ ہے کہ جبکہ اوقات صلوٰۃ کو بیان کر دیا گیا تو اب تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے بجز اس کے کہ واقعۂ خندق سے استدلال کیا جائے اور یہ بھی ہے کہ اس سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہ ظاہر نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ہی نماز کو موخر کیا تھا شاید بھول کر ایسا کر لیا ہو۔ علاوہ ازیں واقعہ خندق کے بارے میں جو وجہ بیان کی ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

یارسول اللّٰہ ما کنت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب	حضور میں نے عصر کی نماز غروب شمس کے قریب پڑھی ہے۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا

واللہ ما صلیتہا	قسم خدا کی میں نے نہیں پڑھی

اس میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ علیہ وسلم اس دن مشاغل کی وجہ

سے بھول گئے تھے۔ اسی عذرِ نسیان کی وجہ سے اس کو موخر کر دیا تھا جیساکہ عذرِ نوم کی وجہ سے مؤخر کر دیا تھا۔ لہ

دوسرا جواب یہ ہے کہ غزوہ خندق میں خوف اور دہشت اور دشمن کے گھیرا ڈالنے کا معاملہ تھا کہ صحابہؓ کے لئے بنی قریظہ کی طرف جانے میں یہ معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ سفر بھی مثل اور اسفار کے تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات صحابہؓ عام طور سے نماز کو موخر نہیں کرتے تھے اور بنی قریظہ بھی ایسے طاقتور نہیں تھے کہ جن سے خوف کیا جائے زیادہ سے زیادہ یہاں ایک معاملہ اقدام کرنے کا معاملہ ہے کہ (جنگ کا اقدام کون کرے

بہرحال اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈہ حضرت علیؓ کے سپرد فرمایا اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب مقرر کیا، اور بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ اور ۲۳ دن تک گھیرا ڈالے رکھا۔ اس شدت سے گھبرا کر ان کے سردار نے قوم کے سامنے تین باتیں رکھیں۔

(۱) یا تو اسلام قبول کر لیا جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائیں

(۲) یا اپنی اولادوں کو قتل کر کے تلوار ہاتھ میں لیکر اُس وقت تک جنگ کی جائے یا تو خود ختم ہو جائیں یا فتح حاصل کر لیں

(۳) یا ہفتہ کے دن کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ نہیں کریں گے ہم اچانک ان پر حملہ کر دیں اور سب کو قتل کر دیں

ان تینوں شرطوں کا عوام نے انکار کر دیا اور یہ طے پایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خبر بھیجی جائے وہ حضرت ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے

لہ یہ واقعہ لیلۃ التعریس کے نام سے احادیث میں مذکور ہے

پاس بھیجدیں ہم ان سے کچھ مشورہ کریں گے۔ جب ابو لبابہ آئے تو ان کو دیکھ کر سب رونے لگے، اور کہا ابو لبابہؓ ہمیں مشورہ دو ہم کیا کریں؟

ابو لبابہ کا واقعہ

حضرت ابو لبابہ رضؓ نے گردن کی طرف اشارہ کیا (کہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے) لیکن فوراً ہی متنبہ ہوئے کہ مجھ سے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت ہوگئی ہے، اور فوراً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے بغیر مدینہ منورہ مسجد میں پہونچ گئے اور اپنے آپ کو ستون سے باندھ کر کھڑا کر دیا اور قسم کھائی کہ جب تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھولیں گے نہ ہٹوں گا اور کبھی بنی قریظہ کے علاقہ میں نہیں جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا "اس کو رہنے دو جب تک اللہ کی طرف اس کی قبولیت توبہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو نازل فرمایا اور آپ نے ان کو کھول دیا۔

بنی قریظہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے حکم کے مطابق اترائے، تو قبیلہ اوس کے حضرات کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضور! آپ نے بنی قینقاع کے ساتھ جو برتاؤ کیا تھا اُس کو آپ جانتے ہیں اور وہ ہمارے بھائی قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور یہ لوگ ہمارے حلیف اور کرم فرما ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا آپ حضرات کو یہ بات پسند ہے کہ یہ فیصلہ تم میں ہی کا کوئی آدمی کردے؟ عرض کیا ہمیں منظور ہے۔ آپ نے فرمایا وہ فیصلہ کرنے والے سعد بن معاذؓ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا ہم ان پر راضی ہیں۔ چنانچہ حضرت سعدؓ کی طرف آدمی بھیجا گیا۔ وہ مدینہ میں تھے، ان کے زخم تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ان کو دیکھ کر قبیلہ اوس والے بھی ان کے گرد جمع ہوگئے۔ اور کہنے لگے "سعد! اپنے موالی کے ساتھ احسان فرمائیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاملہ میں آپ کو حکم بنایا ہے۔ حضرت سعد بالکل خاموش رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ جب بہت کچھ کہا تو بولے "اس معاملہ میں سعد کسی ملامت

کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ سنکر بعض حضرات مدینہ منورہ واپس آئے اور ان کے گھر والوں کو بھی (سفارش کے لئے) لائے۔ بہرحال جب حضرت سعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے تو آپ نے ارشاد فرمایا

قوموا الی سیدکم[۱] اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ

ان کو سواری سے اتار لیا گیا۔ پھر لوگوں نے کہا۔ یہ قوم آپ کے حکم کی منتظر ہے۔ بولے کیا کہا میرا حکم ان پر نافذ ہو گا۔ بولے ہاں۔ پھر کہا کیا مسلمانوں پر بھی۔ بولے ہاں، اور پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر تشریف فرما تھے اُس طرف اشارہ کرکے کہا، اور جو یہاں موجود ہیں ان پر بھی۔ تو اس کے بعد کہا میرا فیصلہ ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ عورتوں کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کا مال آپس میں تقسیم کر لیا جائے۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! سعد! تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے۔

یہود اسی رات قلعوں سے اُترے پہلے بنی قریظہ کے کچھ افراد مسلمان ہو گئے اور عمرو بن سعد بھاگ گیا پھر معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہر اس آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جن پر استرہ چل سکتا ہو اور جس کے بال نہ نکلے ہوں۔ ان کے لئے مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں اور انکی گردنوں

---

[۱] بعض حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنے والے کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے بعض علماء نے کہا ہے حدیث شریف میں ہے لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔ مگر میں کہتا ہوں اس حدیث میں کما کا لفظ کسی پس منظر پر دلالت کرتا ہے عجمی لوگ اپنے سردار کیلئے رکوع جیسی حالت بنا لیتے تھے جو ناجائز ہے البتہ اذا اتاکم کریم القوم فاکرموہ کے تحت آنیوالے کے منجملہ اکرام میں سے کھڑا ہو جانا بھی جو جائز ہے۔

تو اڑا دیا گیا، ان کی تعداد چھ سو سے لیکر سات سو تک ہوگی۔ عورتوں میں سے بجز ایک عورت کے کسی کو نہیں قتل کیا گیا۔ یہ وہ عورت تھی جس نے سوید بن صامتؓ کے سر پر چکی کا پتھر گراکر شہید کردیا تھا۔ بہر حال ٹکڑیاں بنا کر اور خندقوں میں بٹھا کر ان کو قتل کردیا گیا۔ جب ان کا سردار کعب بن اسد کی باری آئی تو اس سے کہا، بتلائیے آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرتے۔ بولا تم میں سے کوئی بھی واپس نہیں آسکتا تھا یعنی قتل کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی نے حضرت سعد بن معاذؓ سے بنی قریظہ کے بارے میں کہا "وہ ہمارے دو بازوؤں سے ایک ہیں۔ ان کے پاس تین سو زرہیں چھ سو تلواریں ہیں۔ آپ ملامت کی پرواہ نہ کریں (بے خوف فیصلہ کریں) جب حیی بن اخطب کو ان کے سامنے لایا گیا اور حضرت معاذ کی نظر اس پر پڑی تو بولے قسم خدا کی میں تیرے بارے میں فیصلہ کرنے میں ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا، لیکن اللہ جس کو غالب کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے۔ اور بولے لوگو! کوئی خوف نہیں ہے، اور بنی اسرائیل پر خونریزی مسلط کردی گئی ہے۔ پھر اس کو بحکم قتل کردیا گیا

ثابت بن قیس نے زبیر بن طارکو اور اس کے اہل اور مال کو اپنے حق میں ہبہ کرالیا، چنانچہ وہ ان کو دیدیئے گئے۔ تو ثابت بن قیس نے اس سے کہا، تجھے اللہ اور اس کے رسول نے مجھے دیدیا ہے۔ یہ مال اور اولاد سب کا سب اب تیرا ہے زبیر بولا میں آپ کو اس قبضہ اور قدرت کا حوالہ دیتا ہوں جو مجھ پر آپ کو حاصل ہے آپ مجھ کو میرے عزیزوں اور دوستوں سے ملا دیجئے۔ چنانچہ اس کی بھی گردن اڑا دی گئی

یہ تمام حالات یہود مدینہ کے بارے میں تھے۔ ان کے ساتھ جتنے غزوات ہوئے ہیں وہ کسی نہ کسی بڑے غزوہ کے بعد ہوئے ہیں۔ غزوہ بنی قینقاع، غزوہ بدر کے بعد ہوا۔ غزوہ بنی نضیر، غزوہ احد کے بعد ہوا، غزوہ بنی قریظہ غزوہ خندق کے بعد ہوا، یہود خیبر کا معاملہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔

صلح اور نقض عہد

جب آپ نے کسی قوم سے صلح کی اور ان کے کچھ افراد نے نقض عہد کیا تو یہ نقض عہد پوری قوم کی طرف سے سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ بنی قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع کے ساتھ پیش آیا اور جیسا کہ اہل مکہ کے ساتھ پیش آیا۔ یہ آپ کی سنت شریفہ تھی، اور اسی پر اہل ذمہ کو قیاس کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے، امام احمد اور آپ کے اصحاب کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعی صاحب اس بارے میں مخالف ہیں، وہ فرماتے ہیں نقض عہد کے نتائج ان ہی کے ساتھ مخصوص ہیں جنہوں نے عہد توڑا ہے اور جنھوں نے نہیں توڑا ان کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے دونوں حالتوں میں فرق کیا ہے اور کہا ہے عقد ذمہ زیادہ موکد اور قوی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے بخلاف صلح کے۔ امام احمد وغیرہ کا کہنا ہے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ عقد ذمہ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مشروط ہوتا ہے، اس کا لزوم شرط کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی عقد صلح کی طرح ہے، اور اُس کا لزوم اور اس کے احکامات بھی ویسے ہی ہیں۔ ان حضرات نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد صلح کو موقت نہیں فرمایا تھا، جب آپ کے درمیان اور یہود کے درمیان جنگ بندی معاہدہ یا صلح ہوئی تھی، بلکہ اُس کو مطلق رکھا تھا کہ جب تک وہ اس کے پابند رہیں گے اور آمادہ جنگ نہ ہونگے۔ (اُس وقت تک صلح باقی رہے گی یہی ان کا ذمہ ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت تک جزیہ کی فرضیت بھی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب وہ فرض ہوا تو شرائط جزیہ کا اضافہ کر دیا گیا اور صلح کے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی اور جزیہ کا حکم بھی ہمیشہ کے لئے رہا۔

جب بعض یہود نے نقض عہد کیا اور بعض عہد پر باقی اور راضی رہے اور مسلمانوں کو اس کا علم نہ ہو سکا (کہ بعض راضی ہیں یا سب عہد توڑ چکے ہیں)

لہٰذا انھوں نے نقض عہد اور صلح دونوں کو برابر قرار دیا اور دونوں میں کوئی تفریق نہیں کی۔

اور اگر نقض صلح اور نقض معاہدہ میں کسی دوسری وجہ سے فرق ہے تو وہ وضاحت طلب ہے چنانچہ صلح پر باقی رہنے والا اس سے راضی، یا اس معاملہ میں سکوت اختیار کرنے والا، اگر صلح اور عہد پر باقی ہے تو اس کا قتال جائز نہیں ہے اور اگر خارج ہو چکے ہیں تو وہ صلح سے قبل والی حالت پر لوٹ جائیں گے اس طرح عقد صلح اور عقد ذمہ میں کوئی فرق نہ ہوگا یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں اس حکم میں حال اول کی طرف نہ لوٹیں۔ اس طرح تین قول ہوئے دو صورتوں میں نقض لازم آتا ہے اور اسی پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شریفہ دلالت کرتی ہے۔ اور دو صورتوں میں عدم نقض ہے اور اس پر آپ کی کوئی سنت نہیں ہے بلکہ سنت سے بہت دور ہے۔ اور دونوں حالتوں میں فرق بہت واضح ہے۔ اور پہلا قول صواب ہے اور اسی پر ہم نے فتویٰ دیا ہے جب نصاریٰ نے ملک شام میں مسلمانوں کے املاک اور اموال کو اور ان کے گھروں کو جلا دیا تھا۔ اور ان کی بڑی جامع مسجد کے جلانے کا وہ ارادہ کر رہے تھے اور اس کے منارہ تک جلا دیئے تھے اگر خدا کی طرف سے نصرت نہ ہوئی ہوتی تو وہ سب کو جلا ڈالتے۔ یہ حالت جن کو معلوم ہے وہ جانتے ہیں اس وقت کے حکام نے فقہاء کرام سے استفتاء کیا تھا ہم نے اس وقت مرتکبین کے خلاف نقض عہد کا فتویٰ دیا تھا۔ اور جنھوں نے مرتکبین کی کسی بھی طرح اعانت کی تھی یا اس کو پسند کیا تھا، اس کے بارے میں قتل کا حکم صادر کر دیا تھا، اور یہ حکم لازمی تھا حاکم کو اختیار نہیں تھا کہ وہ یہ حکم نافذ نہ کرے بلکہ وہ سب قیدیوں کے حکم میں داخل کئے گئے تھے۔ گویا قتل ان کے لئے "حد" شرعی تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں، اسلام قبول کرنا حدِ شرعی کو ساقط نہیں کر سکتا۔ بخلاف حربی کے جب وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا قتل جائز نہیں ہے۔ یہ اس کا حکم ہے رہا ذمی اور عہد توڑنے والے

کا معاملہ وہ اگر مسلمان ہو جائیں تو ان کا حکم دوسرا ہے اسی پر امام احمد کی نصوص اور تصریحات دلالت کرتی ہیں اور اسی کی شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تائید کی ہے اور متعدد فتاویٰ دیئے ہیں۔

جنگ بندی معاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی قوم سے صلح اور معاہدہ کرتے اور کوئی دوسری قوم اس میں داخل ہونا چاہتی تو وہ بھی معاہدین کے ساتھ داخل ہو جاتے تھے۔ اور اصل معاہدین اور اُن کے ساتھ شریک ہونیوالوں کا ایک ہی حکم ہوتا۔ اسی وجہ سے اہل مکہ کے ساتھ غزوہ کیا تھا، کیونکہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۰سال کے لئے جنگ بندی معاہدہ کی توثیق کر کے وہ قریش کے شریک ہوگئے تھے، اس کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ساتھ عداوت کی اور اُن کو قتل کیا۔ قریش نے بنو بکر کی خفیہ طور پر ہتھیار اور جنگی سامان سے اعانت کی۔ اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقض عہد قرار دیا۔ اور غزوہ بنی بکر کو ظالم قرار دیا، اُس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ اسی بنیاد پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے نصاریٰ مشرق کے ساتھ جہاد کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، کیونکہ انھوں نے نصاریٰ یورپ کی مسلمانوں کے خلاف مال اور جنگی سامان سے مدد کی تھی۔ اگرچہ وہ براہ راست جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن ان کو ناقضین عہد قرار دیا گیا جیساکہ قریش کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناقض عہد قرار دیا گیا تھا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ اہل ذمہ نے مشرکین کی مسلمانوں کے خلاف اعانت کی ہو تو بطریق اولیٰ وہ ناقضین عہد ہیں۔

سفراء کفار جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسیلمہ کذاب کے دو ایلچی عبداللہ بن نواحہ اور ابن اثال آئے تو آپ نے

ان سے فرمایا، کیا کہتے ہو؟ تو بولے ہم وہی کہتے ہیں جو کہا جا رہا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا :۔

لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما — اگر قاصدوں کو نہ قتل کرنے کا قاعدہ نہ ہوا ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

پس اس سے یہ سنت جاری ہوئی کہ سفیر کو قتل نہیں کیا جا سکتا اور قاصد کو قید بھی نہیں کیا جا سکتا، چاہے وہ اپنے کفر پر راضی ہو بلکہ اس کو واپس کر دیا جائے گا جیسا کہ ابو رافع نے کہا ہے۔

قریش نے مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جب میں حاضر ہوا تو میرے دل میں مسلمان ہونے کا داعیہ پیدا ہوا، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کے پاس جانا نہیں چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، میں معاہدہ کو نہیں توڑ سکتا اور نہ سفیر کو روک سکتا ہوں، لہٰذا لوٹ جاؤ۔ اور اگر تیرے دل میں یہی داعیہ باقی رہے جواب ہے تو دوبارہ واپس آ جانا۔

ابو داؤد نے کہا ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے (صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے) کہ جب آپ کے اور کافروں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا، کہ اگر ان کا کوئی آدمی آ جائے تو واپس کرنا ہوگا، اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ حکم آج نہیں ہے۔

ارشاد گرامی میں ہے " میں سفیر کو نہیں روک سکتا" اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حکم قاصد کے لئے مخصوص ہے، لیکن دوسرے کسی آدمی کو روکنا۔ اس کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ ابو داؤد نے کہا ہے بہرحال آپ نے مسیلمہ کذاب کے قاصد کے ساتھ

تعرض نہیں کیا، اگرچہ انھوں نے آپ کے سامنے ہی یہ کہا تھا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔

اور آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ کے صحابہؓ میں سے اگر کوئی دشمنوں کے ساتھ معاہدہ کر لیتا اور اس میں کوئی مضرت نہ ہوتی تو آپ اس معاہدہ کو باقی رکھتے جیسا کہ صحابہ نے "حذیفہ اور ان کے باپ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اور آپ نے اس کو باقی رکھا تھا۔

قریش کے ساتھ جنگ بندی معاہدہ آپ نے قریش کے ساتھ ۱۰ سال کے لئے جنگ بندی معاہدہ کیا تھا اس میں شرط تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی آئے گا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو آپ اُسکو واپس کریں گے اور جو آپ کے پاس سے اُن کے پاس چلا جائے گا اُس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہ حکم عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کو عورتوں کے حق میں منسوخ کر دیا اور مردوں کے حق میں باقی رکھا اور مومنین کو حکم دیا کہ جب کوئی مسلمان عورت آئے تو اس کو آزمایا جائے۔ اور وہ مہر جو کافر ان کو ادا کر چکے ہیں وہ واپس کر دیا جائے۔ کیونکہ جب کافروں سے ان کی منفعت کی چیز (ملک بضع) فوت ہو گئی تو مہر روک لینا مناسب نہیں ہے۔ اور یہ بھی حکم تھا اگر کوئی عورت مرتد ہو گئی تو اس کو بھی واپس کر دیا جائے اور اس کا مہر بھی اس کو ہی دیدیا جائے، اور مسلمان عورت کو اس کے مشرک خاوند کے پاس نہ لوٹایا جائے

اس حکم میں یہ فقہ ہے کہ ملک بضع کا ملکیت سے خارج ہونا متقوم ہے اور وہی مہر ہے جو بہ وقت عقد مقرر ہوا ہے نہ کہ مہر مثل۔ اور یہ بھی ہے کہ کافروں کے نکاح صحیح ہیں۔ ان کے بطلان کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور یہ بھی حکم ہے کہ مسلمان مہاجرہ کو کافروں کی طرف نہ لوٹایا جائے گا، اگرچہ انھوں نے شرط لگا دی ہو کیونکہ

مسلمان عورت کا نکاح کافر کے ساتھ درست نہیں ہے۔ اور مسلمان مرد کے لئے اس مسلمان عورت سے نکاح درست ہے کہ جو ہجرت کر کے آئی ہے اور اسکا مشرک خاوند حیات ہے اور اس کی عدت پوری ہو چکی ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ ہجرت اور اسلام کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور ملک بضع شوہر کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔ اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ مسلمان کا کافرہ سے نکاح حرام ہے اور مسلمہ کا کافر سے نکاح حرام ہے۔ یہ احکام اسی آیت سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا حکم متفق علیہ اور بعض مختلف فیہ ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ جو شرط حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کافروں کے درمیان قرار پائی تھی کہ اس آدمی کو لوٹایا جائے گا جو آپ کے پاس پہونچے گا۔ یہ حکم اگرچہ عورتوں اور مردوں دونوں کو عام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نہ لوٹانے کا حکم خاص کر دیا ہے کہ ان کو نہ واپس کیا جائے اور اُن کا مہر واپس کر دیا جائے اور فرمایا ہے کہ حکم ہمارے علم اور حکمت بالغہ سے بندوں کے لئے صادر ہوا ہے۔ اس حکم کے بعد کوئی دوسرا حکم نازل نہیں ہوا جس کو ناسخ قرار دیا جائے۔ کیونکہ جب یہ صلح ہوئی تھی کہ مردوں کو لوٹایا جائے تو یہ ممکن تھا کہ آنے کے بعد واپس نہ کیا جاتا اور یہ بھی شرط تھی کہ اگر کوئی کافروں میں سے قتل کر دیا گیا۔ یا کوئی مال لیکر آگیا

لہ یاایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات المہاجرات فامتحنوا ھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتوھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے یہ واقعہ سنہ ۶ھ کا ہے اور سورۂ فتح کا نزول بھی سنہ ۶ھ میں ہوا ہے۔

لیکن وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہونچا۔ یا آپ کے قبضہ میں نہیں ہے تو اس پر ضمان نہ دیا جائے گا۔ اور اس سے معاہدۂ صلح میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ لیکن جو قبضہ میں ہے اس کا ضمان دینا پڑیگا، جیسا کہ حضرت خالدؓ نے بنی خذیمہ کے چند نفوس اور کچھ مال کو تلف کر دیا تھا۔ تو اس کا ضمان آپ نے ادا کیا تھا اور بریت ظاہر فرمائی تھی۔

واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت خالدؓ کو اشتباہ ہو گیا تھا جب اُنھوں نے کہا صبانا "ہم صابی ہیں" یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مسلمان ہیں اس وجہ سے آپ نے ان کی نصف دیت ادا کی تھی۔ کیونکہ اشتباہ ہو گیا تھا یہ حکم لوگوں کے اعتبار سے ان اہل کتاب کی طرح ہیں جو عقد ذمہ میں داخل ہو چکے ہیں اور مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔

اور اس معاہدہ میں یہ بھی ہے کہ کافروں سے کسی دوسرے فریق نے جنگ کی تو آپ پر لازم نہیں ہے کہ آپ ان کی مدد کریں کیونکہ فریق مخالف آپ کے قبضہ اور اختیار سے باہر ہیں، اس طرح وہ معاہدہ نہیں ٹوٹے گا۔ اس شرط میں اس طرف اشارہ اور دلیل ہے کہ اگر معاہدین سے کوئی دوسری قوم جنگ کرے جو امام کے تسلط اور سلطنت سے باہر ہے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو تو امام کی ذمہ داری نہیں ہے کہ ان کو کافروں سے ہٹائے اور جو کچھ جنگ میں کافروں کا نقصان ہوا ہے اس کا تاوان دیا جائے بہرحال احکامات سیاست، صلح و جنگ آپ کی سیرت مقدسہ سے اخذ کرنا اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے قیاس اور رائے پر عمل کیا جائے، کیونکہ یہ رنگ جدا ہے اور وہ رنگ جدا ہے۔

اہل خیبر سے معاہدہ جب آپ نے اہل خیبر پر غلبہ پایا اور اُس کو فتح کر لیا تو حکم فرمایا، جس قدر وہ مال لے سکتے ہوں

یا لاد سکتے ہوں وہ اُن کا سونا، چاندی اور ہتھیار سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے، اس صلحنامہ میں یہ شرط تھی کہ وہ لوگ کوئی مال نہ غائب کریں گے اور نہ چھپا کر لے جائیں گے اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو ذمہ داری ختم، لیکن اُن انھو نے کچھ مال اور زیورات غائب کر دیئے جو حی بن اخطب کے تھے جن کو وہ بنی نضیر کے ساتھ لے گیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حییٰ بن اخطب کے چچا جس کا نام سعیہ تھا سے فرمایا تھا۔

حُیٰ بن اخطب کا وہ مال کہاں ہے جو بنی نضیر
کے ساتھ یہاں آیا تھا، اس نے کہا وہ سب
جنگ میں صرف ہوگیا، آپ نے ارشاد فرمایا
وہ مال بہت ہے اور عہد قریب (یعنی اتنی ذرا
سی مدت میں اتنا مال خرچ نہیں ہو سکتا)

حیٰ بن اخطب بنی قریظہ کے ساتھ قتل ہوگیا تھا۔ بہر حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعیہ کو زبیرؓ کے حوالہ کر دیا کہ اس کو ایذا دیکر دریافت کیا جائے تو اس نے کہا میں نے فلاں جنگل میں حیٰ بن اخطب کو گھومتے پھرتے دیکھا تھا۔ وہاں جاکر دیکھا تو مال سے بھرا ہوا پایا گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حقیق کے دونوں بیٹوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا، ان میں سے ایک حضرت صفیہ رضہ کا شوہر تھا جو حی بن اخطب کی بیٹی ہوتی ہیں۔ بہر حال اہل خیبر کو گرفتار کر لیا گیا، ان کا مال اسباب چھین لیا گیا اور حکم فرمایا کہ ان سے خیبر کو خالی کرا لیا جائے تب ان لوگوں نے کہا، آپ ہمیں یہاں سے نہ نکالیں۔ ہم یہاں کی زمین میں کاشت کرتے رہیں گے۔ ہم یہاں کی آراضی سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میں سے کسی کے پاس بھی غلام

بھی موجود نہ تھے تاکہ خیبر کی کاشت کا کام ان کے سپرد کردیا جائے اس لئے اہل خیبر ہی کو آدھ بٹائی پیداوار پر وہ آراضی دیدی گئی۔ اور سب کے قتل عام کو روک دیا گیا۔ باوجودیکہ وہ نقض عہد میں بنی قریظہ کی طرح تھے۔ البتہ ان لوگوں کو جنھوں نے جاننے کے باوجود وہ چھپالیا تھا، ان کو قتل کردیا گیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سب اہل خیبر کو اس کا علم بھی نہیں تھا[۱]

اس معاہدہ یا معاملہ میں ذمی اور معاہد کے لئے نظیر موجود ہے کہ جب کوئی عہد توڑ دے اور دوسرا کوئی اس میں ملوث نہ ہو تو صرف مرتکب کو ہی قتل کیا جائے گا[۲]۔

دوسری نظیر آراضی کے بارے میں ہے کہ بٹوارہ پر زمین کو دینا جائز ہے۔ اس سے مزارعہ اور مساقاۃ[۳] کے جواز کا حکم نکلتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ حکم صرف کھجور کے باغات کے لئے ہی ہے بلکہ سب چیز کو یہ حکم شامل ہے۔ کیونکہ خیبر میں انگور، انجیر وغیرہ بہت سے پھل پیدا ہوتے تھے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین والے کو بیج دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھ بٹائی پر زمین کو دیا اور بیج کا دینا اپنے ذمہ نہیں رکھا، اور نہ آپ ان کے پاس بیج بھیجتے تھے۔ یہ بات قطعی طور پر آپ کی سیرت مبارکہ سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ بعض اہل علم نے کہہ دیا ہے کہ بیج کا عامل کے لیے شرط کرنا یہ زیادہ قوی ہے کہ اس کو زمین والے کے لئے شرط کردیا جائے[۴]

---

[۱] واقعہ خیبر سے آراضی اور مساقات کے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے جن میں سے بعض کا ذکر علامہ نے آئندہ سطور میں کیا ہے [۲] جیسا کہ حُیَی بن اخطب اور ربیعہ کے واقعہ سے ظاہر ہے [۳] مزارعت، اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ زمیندار، کاشتکار کو زمین اور بیج دیتا ہے اور کاشتکار اس میں کھیتی کرتا ہے اور پھر پیداوار تقسیم ہوجاتی ہے فقہ کی رو سے ابتداءً یہ اجارہ ہے اور اختتام میں یہ شرکت ہے۔ اور مساقات اسکو کہتے ہیں کہ باغات یا پیڑ (باقی ص ۱۳۷ پر)

کیونکہ اہل خیبر کے معاملہ میں یہی سنت شریفہ ہے اور جائز یہ بھی ہے کہ بیج کاشتکار دے اور زمین والا بھی دے (دونوں صورتیں گویا جائز ہیں) اور دونوں میں سے کسی ایک کے لئے لازم ہونا یہ درست نہیں ہے۔ جن حضرات نے زمین کے مالک کے لئے بیج دینا لازم کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے[۱]۔ ان لوگوں نے زیادہ سے زیادہ اس مزارعت کو مضاربت پر قیاس کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسا کہ مضاربت میں مال رب المال کا ہوتا ہے اور عمل مضارب کا، ایسے ہی یہاں ہے اور ایسے ہی مساقات میں کہ پیڑ ایک کا ہو اور عمل دوسرے کا۔ یہ قیاس مضاربت کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ مضاربت میں مال، رب المال کی طرف لوٹتا ہے اور منافع دونوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اگر یہی شرط مزارعت میں کر دی جائے تو وہ عقد فاسد ہو جائیگا۔ کیونکہ بیج راس المال کے قائمقام نہیں ہے لہذا اس کو مضاربت پر قیاس کرنا باطل ہے۔

(**باقی حاشیہ ص۱۳۶**) کسی کو دیدیئے جائیں کہ وہ ان کی پرورش کرے اور اصلاح کرے اور پھر پیداوار تقسیم ہو جائے۔ ان دونوں معاملوں کے بارے میں کچھ شرائط ہیں۔ اہل خیبر کے ساتھ جو معاملہ ہوا تھا ان سے فقہ کے یہ دو باب ماخوذ ہیں

[۲] حنفیہ کے نزدیک زمیندار کو بیج دینا ضروری ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا۔ [۱] علامہ در اصل امام صاحب پر اعتراض کر رہے ہیں۔ امام صاحب کا قیاس ہم نے اوپر ذکر کیا ہے لیکن فتویٰ صاحبین کے مسلک پر ہے اور وہی امام احمد کا مسلک ہے اور اس بارے میں بکثرت آثار موجود ہیں لیکن افسوس کہ قلت تفکر کی بنا پر امام صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے اس پر غور نہیں کیا گیا، ورنہ صاحبین نے جو کہا ہے وہی امام صاحب کا مسلک ہے فتح القدیر ج۸ ۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی ص۱۴

علاوہ ازیں دوسرا قیاس یہ ہے کہ بیج پانی کے قائمقام ہے یا منافع کے قائمقام ہے کیونکہ کھیتی کے لئے پانی دینا ضروری ہے وہ خود بخود نہیں ہوتی اور عمل اور بیج دونوں زمین میں حل کر فنا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے پیدا کرتا ہے اس کے ساتھ پانی، ہوا، دھوپ، یہ بھی خدا کی طرف سے ہے۔ پس بیج ان ہی چیز فعل کا ایک جزو ہے اس لئے کہ زمین راس المال ہے جس کو مالک نے کاشتکار کے سپرد کیا ہے اور کاشتکار نے اسکو بویا ... ہے اور سیراب کیا ہے اور یہ عمل مضاربت کی طرح ہے۔ لہٰذا کاشتکار کا بیج ہونا چاہیئے نہ کہ زمیندار کا یہی قیاس سنت شریفہ اور واقعہ خیبر کے عین مطابق ہے جو کہ اصل شرع ہے۔

واقعہ خیبر میں جنگ بندی معاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ معاہدہ مطلقاً ہے اس میں کوئی وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے[۱]۔ امام کی مرضی پر موقوف ہے اور اُس کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہے۔ روایت مزنی میں امام شافعیؒ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ اور یہی بہت سے آئمہؒ کا فرمانا ہے لیکن معاہدین کے ساتھ بلا اطلاع کے جنگ نہیں کی جائے گی تاکہ ان کو نقضِ عہد ہونا معلوم ہو جائے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو لوگ عقوبت کے ساتھ متہم ہیں ان کو تعزیر دینا جائز ہے اور یہی سیاست شرعیہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ خزانہ کی جگہ بتلا دیتا۔ لیکن اُمت کے لئے

---

[۱] واقعہ خیبر جنگ بندی معاہدہ نہیں ہے بلکہ واقعہ حدیبیہ جنگ بندی معاہدہ ہے اور اس میں مدت مذکور ہے۔ علاّمہ کا خیال غلط ہے جو واقعہ خیبر کو جنگ بندی قرار دیا ہے۔ کیونکہ خیبر کو فتح کر لینے کے بعد حاکم اور محکوم کا معاملہ تھا اور اہل خیبر کی حیثیت ذمیوں کی تھی۔

متہم کو عقوبت دینے کے لئے طریقہ شروع کر دیا۔[1]

اس واقعہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ قرائن سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے[2]۔ جیساکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعیہ سے فرمایا تھا کہ "اتنے قریب زمانہ میں اتنا مال خرچ نہیں ہوسکتا"۔ اسی طرح حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے بچہ کی ماں کو متعین کرنے کے لئے کیا تھا ایسکے بچہ کو بھیڑیا لے گیا تھا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا تھا، دوسرا بچہ اس کا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان نے فیصلہ کیا کہ چھری لاؤ۔ تاکہ اس کو کاٹ کر آدھا آدھا بانٹ دیا جائے۔ یہ دیکھ کر چھوٹی عورت نے کہا، آپ ایسا نہ کریں۔ یہ بچہ اسی بڑی عورت کا ہے۔ لہذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے رحمت اور شفقت کو قرینہ بنا لیا۔ اگر اس ہی جیسا کوئی قضیہ ہماری شریعت میں پیش آئے تو امام مالک، امام احمد امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ قیافہ کے قول پر عمل کیا جائے گا۔ قیافہ کے قول کو ثبوت نسب کے لئے ترجیح دی جائے گی۔[3]

ایسے ہی ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے اگر کسی مسلمان عورت اور کافر عورت کے بچہ پیدا ہو، اور کافرہ مسلمہ کے بچے کو کہے یہ میرا ہے؟ امام احمد سے جب دریافت کیا گیا تو فرمایا، اس میں قیافہ پر عمل کرنا چاہئے اور اگر کوئی قیافہ نہ ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح حکم حاکم پر عمل کرنا چاہئے یہ قرعہ سے زیادہ بہتر ہے

---

[1] سعیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[2] قرائن حجت نہیں بنتے بلکہ حجت تک پہونچنے کے لئے معین ہوتے ہیں۔ علامہ کا قیاس غلط ہو

[3] ۔ حضرت سلیمانؑ کے قصہ پر غور کیا جائے انھوں نے اصلیت معلوم کرنے کے لئے ایسا کیا اور فیصلہ اقرار پر کیا۔ قیافہ کا قول معتبر نہیں، ثبوت نسب کے لئے شہادت ضروری ہے یہی امام صاحب کا مسلک ہے۔

کیونکہ قرعہ تو اس صورت میں ہے جب دو مدعی ہوں اور کسی ایک کو ترجیح نہ دی جا سکتی ہو۔ اور اگر قبضہ کی وجہ سے یا ایک گواہ یا کسی قرینہ کی وجہ سے ترجیح دی گئی مثلاً دوسرا فریق قسم سے انکار کرے یا بچہ کے رنگ میں فرق ہو۔ تو ان وجوہات سے ترجیح دینا مناسب ہے جیسا کہ زوجین میں سامان بیت پر تنازعہ ہو جائے اور برتن ایک جیسے ہی ہوں۔ یا دو آدمیوں میں جو ننگے سر تھے عمامہ پر تنازعہ ہو جائے تو ان جیسے مسائل میں قرعہ کو اختیار کرنا مناسب ہے' اور امام نسائی نے قصۂ سلیمانؑ کو تراجم الابواب کے تحت بیان کیا ہے ترجمہ الباب ہے۔ الحکم بزعمهم خلاف الحق لیستعلم الحق"۔

اور اس واقعہ سے ثابت ہے کہ اگر ملاعنہ عورت، اگر لعان سے انکار کرے تو اس کو رجم کر دینا چاہیئے اور عورت کا انکار کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ خاوند نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے اور اس کا انکار گویا حد مشروع سے انکار ہے (جو اس کے انکار سے ساقط نہیں ہو سکتی)، اور یہ بھی ثابت ہے کہ مسلمان کے خلاف اہل کتاب کی شہادت وصیت کے بارے میں قبول کی جا سکتی ہے اور اولیاء میت کو اگر معلوم ہو جائے وصی خیانت سے کام لے رہا ہے تو اس سے قسم لی جا سکتی ہے۔ یہی حکم مال میں ملوث لوگوں کا ہے اور یہی دم (قتل) میں ملوث لوگوں کا ہے۔ اسی وجہ سے اگر وہ آدمی جس کا مال چوری ہو گیا ہے اگر اپنے مال پر مطلع ہو جائے کہ فلاں خائن کے ہاتھ میں ہے اور یہ ظاہر نہیں ہے کہ اس نے خریدا ہے، تو اس سے بھی قسم لی جا سکتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ قرائن جو کسی معاملہ کو ظاہر کرتے ہوں (معتبر ہیں) مثلاً قسامت میں اولیاء مقتول

لہ جبکہ قرائن کے پہلے سے مؤیدات بھی موجود ہوں اور سنت شریفہ سے یہی ثابت ہے سبعہ کے واقعہ میں قرائن کے مؤیدات پہلے سے موجود تھے۔

سے حلف لینا کہ فلاں آدمی نے اس کو قتل کیا ہے اور مال کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ سہل ہے کیونکہ وہ ایک شاہد اور ایک قسم سے ثابت ہو جاتا ہے اور ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ بخلاف قتل کی واردات کے پس اس کا اثبات اور جو از ملوث کے ساتھ جب ثابت ہو سکتا ہے تو اموال کا اثبات بہ طریق اولیٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور قرآن اور سنت اس پر دلالت کرتے ہیں جن لوگوں نے قرآنی دلالت کے نسخ کا دعویٰ کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ حکم سورۂ مائدہ میں ہے اور وہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کے موجب کا حضرات صحابہ نے حکم دیا ہے جیسے حضرت ابو موسیٰؓ اور دیگر حضرات صحابہ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ نیز اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بیان کیا ہے۔ اس میں ہے کہ "شاہد نے قمیص کے پچھلے حصہ کے پھٹنے سے حضرت یوسف علیہ السلام کے صدق پر استدلال کیا اور عورت کے کذب پر کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھاگتے ہوئے ان کے دامن کو کھینچا تھا جس کی وجہ سے وہ قمیص پھٹ گئی تھی۔ حاضرین نے اس فیصلہ کو قبول کیا، اور عورت کو گنہگار ٹھہرایا اور اُس کو توبہ کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس حکایت کو اسی حکم کے اثبات کے لئے بیان فرمایا ہے کہ جس کا کوئی منکر نہیں ہے، نہ کہ محض حکایت کے لئے۔ اور اگر ہم قسم واقعات، قرآن پاک احادیث، عمل رسول، اور عمل صحابہ سے جمع کرنا چاہیں تو بات طویل ہو جائے گی۔ اس کے لئے انشاء اللہ ہم علیحدہ کتاب لکھیں گے۔ مقصود اس جگہ اس کی سنت ہے اور

لہ یہ امام شافعی صاحب کا مسلک ہے۔ امام صاحب کا مسلک مدعی کے لئے نصاب شہادت اور منکر کے لئے یمین ہے یہی اصل شریعت ہے۔

آپ کی سیرت پاک اور مغازی سے احکامات کا استنباط کرنا ہے۔

بہرحال جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو ان کی زمینوں پر قائم رکھا تو آپ ہر سال خراص (اندازہ کرنے والا) کو بھیجتے تاکہ وہ دیکھے کس قدر پیداوار ہے تاکہ مسلمانوں کا حصہ مقرر ہو جائے۔ آپ صرف ایک ہی خراص کو بھیجا کرتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو پھل پیڑ پر ظاہر ہو چکا ہے۔ اس کا اندازہ اور پھر اسی اندازہ پر اس کی تقسیم جائز ہے اور اس طرح شریکوں کا حصّہ معلوم اور ظاہر ہو جاتا ہے (دوسرا مسئلہ یہ کہ) تقسیم[1] ایک قسم کا افراز ہے۔ بیع نہیں ہے (تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ) ایک ہی آدمی کے اندازہ اور بانٹ پر اکتفا کرنا جائز ہے (چوتھا مسئلہ یہ کہ) جس کے قبضہ میں وہ پھل ہیں وہ اس اندازہ کے بعد اس میں تصرف کر سکتا ہے اور شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا۔ (اگر شریک کا حصّہ ضائع ہو جائے)

جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو خیبر میں مسلمانوں کے مال کے لئے بھیجا، اہل خیبر نے ان پر زیادتی کی اور اُن کو چھت کے اوپر سے گرا دیا جس کی وجہ سے ان کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ تب حضرت عمرؓ نے ان کو خیبر سے شام کی طرف نکال دیا۔ اور تمام املاک کو اہل مدینہ پر تقسیم کر دیا جو غزوہ میں شریک تھے

عہد ذمہ اور جزیہ آپ نے کفار سے جزیہ سورۂ برآت کے نازل ہونے کے بعد ہی لیا ہے اس کا نزول ۸ھ میں ہوا، اس کے نزول کے بعد آپ نے مجوسی، اہل کتاب، نصاریٰ سے جزیہ لیا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا یہودیوں سے جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے ساتھ عقد ذمہ ہوا اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا گیا۔ اور آپ نے یہود خیبر سے جزیہ نہیں لیا جس کی بنا پر بعض لوگوں کو غلطی ہوئی کہ یہ حکم صرف اہل خیبر کے لئے ہی مخصوص ہے کہ ان سے جزیہ نہیں لیا گیا اور بقیہ سب اہل کتاب سے جزیہ لیا گیا یہ ان لوگوں

---

[1] جدا کرنا۔

کی سیر اور مغازی میں عدم بصیرت کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ بھی کی اور صلح بھی کی کہ وہ اپنے علاقہ میں رہ سکتے ہیں، اس وقت تک آیت جزیہ نازل نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا اہل خیبر کے ساتھ صلح اور جنگ نزول آیت سے قبل ہوئی اس کے بعد حکم ہوا کہ اہل کتاب کے ساتھ اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے، حتیٰ کہ وہ جزیہ کا اقرار کریں[1]۔ اس لئے اہل خیبر اس کے تحت نہیں آتے ہیں کیونکہ یہ آیت واقعہ خیبر کے بعد نازل ہوئی اور ان کا اقرار اور عہد قدیم تھا و نیز وہ زمین کے معاملہ میں آدھ بٹائی پر عامل تھے۔ اس لئے اس کے علاوہ ان سے کوئی دوسرا مطالبہ کیا گیا جن کے درمیان پہلے سے کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ جیسا کہ نصاریٰ نجران، یہود یمن، جب یہود خیبر کو حضرت عمرؓ نے ملک شام کی طرف نکال دیا تب وہ عقد ختم ہو گیا، پھر ان کے لئے بھی حکم دیگر اہل کتاب کی طرح ہوا۔

جعلی معاہدہ بعض مسلم حکومتوں پر جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت شریفہ پوشیدہ رہی اور اُن کو مغالطہ بھی دیا گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر پر جزیہ مقرر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اس قسم کا معاہدہ دکھلایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے جزیہ ساقط کر دیا تھا اس پر حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن معاذ رضا اور دیگر صحابہ رضا کی شہادتیں تھیں۔ پس عدم علم کی بنا پر ان حکومتوں میں یہی رواج پا گیا اور اسی بناوٹی معاہدہ پر حکم جاری کر دیا گیا

---

[1] قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر۔ الی قولہ من الذین اوتوا الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون الآیۃ۔ سورۂ توبہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ حکم ۹ھ میں نازل ہوا۔

اور یہ حکومتیں دھوکہ میں مبتلا رہیں۔ جب یہ معاہدہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ اس پر دستخط کر دیں تو انھوں نے اس پر تھوک دیا۔ اور اس کے جھوٹ ہونے پر دس دلائل قائم کر دیئے۔

۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضؓ کی وفات واقعہ خیبر سے پہلے ہو چکی تھی۔

۲۔ اس معاہدہ میں ہے کہ حضور نے اہل کتاب سے جزیہ ساقط کر دیا تھا حالانکہ اُس وقت تک یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی اور اس کو صحابہ جانتے بھی نہ تھے۔ اس لئے کہ اس کا نزول خیبر کے بعد تبوک کے موقعہ پر ہوا۔ اور تبوک اور خیبر میں تین سال کا فاصلہ ہے۔

۳۔ یہ کہ اہل خیبر سے بیگار کا معاملہ بھی ساقط کر دیا گیا تھا۔ اور معاملات میں سے ہے کیونکہ اس وقت تک اس کا رواج ہی نہیں تھا یہ تو ظالم حاکموں کے زمانہ میں مروج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے صحابہ رضؓ کو اس ظلم سے محفوظ رکھا ہے

۴۔ اس معاہدہ کو کسی اہل علم نے ذکر نہیں کیا۔ اور اس کو کسی اہل مغازی اور اصحاب سیر نے بھی ذکر نہیں کیا اور نہ کسی اہل حدیث نے ذکر کیا۔ اور نہ اہل فقہ اور اہل افتاء نے ذکر کیا اور نہ اہل تفسیر نے ذکر کیا۔ اور نہ اہل علم کے زمانہ میں یہ معاہدہ ظاہر ہوا کیونکہ یہ سراسر جعلی تھا۔ اس سے اس کا کذب اور بطلان معلوم ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس کو دھوکہ بازی کے لئے جاری کیا گیا۔ اور بعض خائن لوگوں نے اس کی تائید بھی گھڑ لی۔

آیت جزیہ جب آیت جزیہ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جماعتوں سے جزیہ وصول کیا۔ مجوسی، یہود و نصاریٰ، اور کافروں سے جزیہ نہیں لیا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ کفار عرب کے

علاوہ دیگر کافروں سے بھی جزیہ نہیں لیا جا سکتا ہے جیسا کہ عرب اور عجم کے بُت پرست پہلا قول امام شافعیؒ امام احمدؒ کا ہے اور دوسرا قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے [1]

دوسرے قول کے قائل کہتے ہیں چونکہ جزیہ مشرکین عرب سے نہیں لیا گیا اس لئے کہ اُس کی فرضیت اس وقت نازل ہوئی جب پورا عرب حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ اور کوئی مشرک باقی نہیں رہا تھا، اور بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی ہے اس وقت عرب اللہ کے دین میں داخل ہو چکے تھے اور غزوہ تبوک بعد فتح مکہ کے ہوا ہے اور وہاں نصاریٰ تھے۔ اگر عرب میں مشرکین ہوتے تو پھر ان کے ساتھ بھی غزوہ کیا جاتا

جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر و مغازی اور عرب کی تاریخ پر غور کریں گے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ یوں ہی ہے کہ کفار سے جزیہ اس وجہ سے نہیں لیا گیا کہ وہ موجود ہی نہیں تھے۔ البتہ

---

[1] جزیہ کے بارے میں امام اعظم رح کا ارشاد ہے کہ جزیہ مرتدین کے علاوہ تمام مشرکین سے خواہ عرب ہوں یا غیر عرب ہوں اور تمام اہل کتاب سے خواہ عربی ہوں یا عجمی ہوں، اور مجوسیوں سے غرضکہ تمام سے وصول کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہے ان مذکورہ سے جزیہ لیا جائے گا بشرطیکہ وہ اہل عجم ہوں اور اگر عرب ہیں تو نہیں لیا جائے گا۔ امام مالک اور امام اوزاعی نے فرمایا ہے۔ قریش کے علاوہ سب مشرکین سے لیا جائے گا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جزیہ اہل ادیان پر ہے ہذا اہل کتاب سے لیا جائے گا خواہ عربی ہوں یا عجمی ہوں۔ اس اختلاف پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ج ۴ ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۴

مجوس سے لیا گیا، اور وہ اہل کتاب نہیں تھے[1] اور یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مجوس بھی اہل کتاب تھے۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث لائی جائے تو وہ صحیح نہیں ہے اور نہ اُس کی سند درست ہے (بلا شک) بت پرست اور آتش پرست میں کوئی فرق نہیں ہے آتش پرستوں کو قوم ابراہیم بتلانا غلط ہے بلکہ وہ تو دشمن ابراہیم تھے۔ لہٰذا جب مجوس سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے تو دیگر بت پرستوں سے بھی جزیہ وصول کیا جائیگا اسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دلالت کرتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا :-

جب تمہارا اپنے دشمن مشرکین سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے کہو۔ ان میں سے جو بھی وہ اختیار کریں اس کو قبول کرو اور پھر ان کو قتل نہ کرو، وہ یہ ہیں اسلام یا جزیہ یا جنگ

حضرت مغیرہ نے حاکم کسریٰ سے کہا تھا۔

ہم کو ہمارے نبی نے حکم دیا ہے ہم تم سے جنگ جاری رکھیں گے تاوقتیکہ تم اسلام قبول کرلو، یا جزیہ ادا کرو

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا :-

" تم وہ کلمہ قبول کرلو، پورا عرب تمہارے دین میں داخل ہو جائے اور عجم جزیہ ادا کرے لوگوں نے کہا وہ کیا ہے فرمایا لا الٰہ الا اللہ

---

[1] اہل فقہ نے ان کو مشرک قرار دیا ہے

جب آپ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو اکیدر دومہ کے سواروں سے مقابلہ[له] ہو گیا۔ اس نے آپ سے جزیہ پر صلح کر لی اور آپ نے اس کو عقدِ ذمّہ تحریر فرما دیا۔ اور آپ نے نجران کے نصاریٰ سے دو ہزار جوڑوں پر صلح کی کہ ایک ہزار صفر میں ادا کریں گے اور ایک ہزار رجب میں۔ اور تیس گھوڑے عاریۃً دیں گے اور تیس اونٹ اور تیس ہر قسم کے ہتھیار مسلمانوں کو عاریۃً دیں گے تاکہ مسلمان جہاد کریں اور مسلمان اس سامان کے لوٹانے کے ضامن ہوں گے (گویا عاریۃً جنگی امداد ہو گی) اور یمن میں ان کے موجودہ عبادت خانے منہدم نہ کئے جائیں گے۔ وہ لوگوں کو اپنے دینی فتنہ میں مبتلا نہ کریں گے اور اگر وہ اپنے دین میں بدعات شروع کر دیں اور سودی کاروبار چالو کر دیں تو عقدِ ذمہ ختم ہو جائے گا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقدِ ذمہ میں سود کی شرط لگائی جا سکتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا، اور ہر بالغ سے ایک دینار یا معافر کی قیمت وصول کی جائے (معافر ایک یمنی کپڑے کا نام ہے) اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جزیہ کسی خاص جنس اور خاص مقدار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ کپڑا، سونا، چاندی، زیور وغیرہ بھی جزیہ میں لیا

[له] اکیدر بن عبد الملک نصرانی دومۃ الجندل کا حاکم تھا۔ تبوک سے واپسی پر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضؓ کو ۴۲۰ سواروں کا سردار مقرر کر کے بھیجا تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے اکیدر کو گرفتار کیا اور مدینہ منورہ لائے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے جزیہ پر صلح کر لی۔ اہل سیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اکیدر بعد میں مسلمان ہو گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب اس کے نام بعد مسلمان ہونے کے موجود ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۱۹۵ ج ۲

ہے۔ اور اس میں مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق کمی بیشی بھی ہوسکتی ہے۔ اور دینے والے کی حالت کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہے۔

جزیہ لینے کے سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے عرب اور عجم میں امتیاز نہیں برتا۔ آپ نے عرب کے نصاریٰ اور عجم کے مجوس سے جزیہ وصول کیا ہے۔ مجوس بھی مہاجر تھے وہ عرب سے بھاگ گئے تھے اس لیئے کہ عرب اصل کے اعتبار سے کوئی ایک اُمت (قوم) نہیں تھے[1]۔ اور ان کے پاس کوئی ایک کتاب نہیں تھی۔ عرب کا ہر قبیلہ وہی دین اختیار کرتا تھا جو اس کے پڑوسیوں کا دین ہوتا تھا۔ لہٰذا بحرین کے عرب اپنے پڑوسی ملک فارس کی وجہ سے مجوسی تھے۔ اور قبیلہ تنوخ، بہرہ، بنو تغلب روم کی وجہ سے نصاریٰ تھے۔ اور یمن کے قبائل یہودیوں کے قرب کی وجہ سے یہودی تھے اس لئے ان قبائل پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام جزیہ نافذ کردیئے اور ان کے آباؤ اجداد (نسب) کا اعتبار نہیں کیا۔

وہ قومیں جو دینِ اہل کتاب میں داخل ہوئیں تھیں، ان کے بارے میں اختلاف ہے آیا ان کا دخول نسخ اور تبدیل کے بعد ہوا یا پہلے ہوا؟ اور اس کی کیا دلیل ہے؟ سیرا ور مغازی میں اس قدر ثابت ہے کہ نصاریٰ میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ ان کی اولادیں بعد نسخ کے یہودی ہوگئیں اور انھوں نے چاہا کہ پھر ان کو اپنے دین میں داخل کرلیا جائے اور مسلمانوں نے چاہا کہ ان کو مسلمان کرلیا جائے تو

---

[1] علامہ کی اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ قوم یا ملت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں ہے یہ انگریز کا افسوں تھا کہ ۱۹۱۴ء کے بعد خلافت کو ختم کرنے اور تصور ملت میں رخنہ پیدا کرنے کے لئے یہ نکالا تھا اور قومی تصور کو حدود میں مقید کردیا تھا۔ یہ سحر فرنگ کا اثر ہے (باقی صفحہ ۱۴۹ پر)

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

لا اکراہ فی الدین　　　　دین میں زبردستی نہیں ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا تھا "ہر بالغ سے دینار لیا جائے" اس سے معلوم ہوا کہ بچہ اور عورت سے جزیہ نہیں لیا جائے گا[۲]۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضؓ کو
امر فرمایا تھا کہ ہر بالغ مرد اور عورت سے جزیہ لیا جائے

اس روایت پر ابوعبیدہ نے اضافہ کیا ہے "غلام ہو یا باندی ہو" اس سے معلوم ہوا کہ جزیہ عورت اور مرد ہر ایک سے لیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متصل نہیں ہے، بلکہ منقطع ہے اور یہ زیادتی مختلف فیہ ہے تمام راویوں نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بعض راویوں کی تفسیر ہو۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ان سب حضرات نے اس زیادتی کو روایت نہیں کیا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن یہود، نصاریٰ، مجوس سے جزیہ لیا ہے وہ سب

باقی حاشیہ صفحہ ۱۴۸ ۔ کہ وسیع ترین قوم، چھوٹے چھوٹے علاقوں کے نام سے موسوم ہونے پر فخر کر رہی ہے اور اسی پر قتل و غارت گری ہو رہی ہے۔ افسوس کہ انگریزی کی اس سیاسی چال کو ہندوستان میں مذہب کی آنکھ سے دیکھا گیا اور مسلمانوں ہی میں مناظروں کا بازار گرم ہو گیا اور اب یہ ایک عقیدہ ہے کہ ملت از وطن است یا مذہب است

[۲] یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ مظہری ص۱۸۹ ج ۴

عرب ہی تھے لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان لوگوں نے تبدیل مذہب کب کیا۔ ۵

کفار اور منافقین کے ساتھ برتاؤ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی طرف وحی بھیجی، وہ اقرا باسم ربک الذی خلق تھی یہیں سے آپ کی رسالت کی ابتدا ہوئی۔ اس آیت میں آپ کو .... قرارت کا امر ہے کسی کو تبلیغ کرنے کا امر نہیں ہے۔ اس کے بعد

یاایھا المدثر قم فانذر — اے لحاف میں لپٹنے والے کھڑا ہوا ور ڈرا

اور اس کے بعد نازل ہوئی۔

وانذر عشیرتک الاقربین — اپنے خاندان کے قریبی لوگوں کو ڈرا

چنانچہ آپ نے اپنی قوم کو ڈرایا اور پھر آس پاس کے قبیلوں کو ڈرایا پھر پورے عرب کو اور پھر تمام جہان کو، اس دعوت کو آپنے دس سال سے زیادہ جاری رکھا۔ اس دعوت کو آپ نے بغیر جنگ و قتال کے جاری رکھا بلکہ ساتھیوں کو صبر اور درگذر کی تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کا امر ہوا اور ساتھ ہی قتال (جنگ) کا حکم ہوا۔ اور اس میں بھی صرف ان ہی لوگوں کے ساتھ جنگ کا حکم ہوا جنھوں نے آپ کے ساتھ قتال کا معاملہ کیا تھا۔ غیر متعلقین سے جہاد کا امر نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد امر ہوا کہ تمام مشرکین سے جہاد کیا جائے تا آنکہ دین واحد قائم ہو جائے۔ یہ حکم نازل ہونے کے بعد تین قسم کے گروہ ہو گئے۔ اہل صلح اور جنگ بندی معاہدین، اہلِ جنگ اور اہل ذمّہ اہلِ عہد اور صلح کے بارے میں یہ امر ہوا کہ وہ جب تک معاہدہ اور صلح پر قائم رہیں۔ ان سے جنگ نہ کی جائے اگر ان سے کوئی اندیشہ ہے کہ وہ دھوکہ بازی کرینگے تو ان کے ساتھ عہد کو توڑ دیا جائے اور بغیر اطلاع کیے ان سے جنگ نہ کی جائے اور پھر ان سے نقض عہد کی بنیاد پر جنگ کی جائے۔

جب سورۂ براۃ نازل ہوئی تو اس میں نہایت واضح طور سے ان اقسام

کو بیان کردیا گیا۔ اور حکم دیدیا کہ اہل کتاب سے بھی اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے تاآنکہ وہ جزیہ ادا کریں یا دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

اس صورت میں کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کا امر ہے۔ کافروں سے ہتھیاروں کے ذریعہ جہاد اور منافقین کے ساتھ دلائل کے ذریعہ جہاد کیا جائے گا اسی سورت میں امر فرمایا ہے کہ کفار کے ساتھ جو معاہدہ ہے اُس کو توڑ دیا جائے

اس سورت میں معاہدین کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قسم وہ کہ جنھوں نے عہد توڑ دیا اور معاہدہ پر قائم نہیں رہے۔ آپ نے ان سے جنگ کی اور ان پر فتح پائی دوسری قسم وہ کہ جن کے ساتھ عہد موقت تھا، انھوں نے اس کو نہیں توڑا، اور آپ نے بھی ان پر چڑھائی نہیں کی اور معاہدہ کی مدت کو پورا کیا۔ تیسری قسم وہ کہ جن سے کوئی معاہدہ نہیں تھا، لیکن انھوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی پیشقدمی نہیں کی، یا جن کے ساتھ مطلق معاہدہ تھا اور اس میں کوئی مدت مقرر نہیں تھی۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار مہینہ کی مہلت دی جب وہ چار مہینہ گذر جائیں تو ان پر چڑھائی کردی جائے، ان چار مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فاذا انسلخ الاشھر الحرم	جب ماہ محرم گذر جائیں تو مشرکین کے
فاقتلوا المشرکین	ساتھ جہاد کرو۔

اس آیت میں حرم سے مراد وہ مہینہ ہے جس کا پہلا دن یوم اذان ہے اور وہ عاشورۂ حج ہے وہی حج اکبر کا دن ہے اور اسی دن اعلان ہوا ہے۔ اور آخری دن ربیع الآخر کی دسویں تاریخ ہے۔ یہ اشہر حرم وہ نہیں ہیں جو اس آیت مبارکہ میں مراد ہیں۔

عدۃ الشھور عند اللہ اثنا	اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد
عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم	جس دن سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے

خلق السمٰوات والارض منھا   بارہ مہینہ ہے۔ ان میں سے چار
اربعۃ حرم   محرم ہیں۔

وہ چار مہینے ذوالحجہ، ذوالقعدہ، محرم، رجب ہیں۔ ان مہینوں میں کفار جنگ نہیں کرتے تھے۔ یہ چاروں مہینے غیر مسلسل ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کی مہلت دی اور ان کے ختم ہونے کے بعد جنگ کا امر فرمایا۔ جن لوگوں کا عہد مطلق تھا ان کو یہ مہلت مل گئی۔ اس کے ختم ہونے کے بعد وہ سب لوگ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور اپنے کفر کو ترک کر دیا۔

جو اہل ذمہ تھے آپ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اس طرح اس سورت میں تین اقسام کے درمیان ان چیزوں کو محصور کر دیا۔ اہل عہد، اہل ذمہ جو اہل عہد تھے وہ مدت ختم ہونے کے بعد مسلمان ہو گئے۔ اس طرح دنیا کی آبادی کی تین قسم ہوئی مومن۔ اہل صلح اور اہل کفر۔

منافقین کے ساتھ آپ کی یہ سیرت مبارکہ ہے کہ آپ نے امر فرمایا کہ ان کے ظاہر کو قبول کیا جائے، اور ان کے چھپے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ اور ان پر دلائل اور براہین پیش کئے جائیں اور ان پر شدت کی جائے حتّٰی کہ وہ دلائل کو قبول کرلیں۔ آپ نے ان منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر جانے سے منع کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرما دیا کہ اگر ان کے لئے استغفار کی گئی تو وہ قبول نہ ہوگی

اہلِ طاعت کے ساتھ برتاؤ

آپ نے اپنے دوستوں کو صبر کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ صبح و شام خدا کی یاد کرتے ہیں وہ ان کے ساتھ قائم رہیں۔ ان کے لئے طلب مغفرت بھی کی جائے گی اور معافی اور درگذر بھی کی جائے گی۔ ان سے مشورہ بھی لیا جائے گا اور ان کے

جنازوں کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔ ان میں سے جو لوگ نافرمانی کریں ان سے ترک تعلق کر لیا جائے تا وقتیکہ وہ توبہ کریں، جیسا کہ آپ نے تین صحابہ کے ساتھ معاملہ کیا تھا[1]۔

آپ نے اپنے دوستوں (مسلمانوں) کو امر فرمایا۔ وہ حدود اللہ کو قائم رکھیں اور شریف و رذیل کا فرق کئے بغیر ان کو جاری کریں اور شیطانی قسم کے انسانوں کے ساتھ احسن طریقہ پر مدافعت کرنے کا امر فرمایا۔ ان میں سے جو لوگ برائی کریں ان کے ساتھ احسان کیا جائے۔ ان کے جہل کو حلم کے ساتھ اور اُن کے قطع رحمی کو صلہ رحمی کے ساتھ برداشت کیا جائے فرمایا۔ اگر ایسا برتاؤ کیا گیا تو ان کا جانی دشمن بھی جگری دوست بن جائے گا۔

اور وہ گروہ جو انسانوں کا دشمن ہے یعنی شیاطین الجن ان سے مدافعت کے لئے استعاذہ باللہ کا امر فرمایا ہے۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تین جگہ بیان فرمایا ہے سورۂ اعراف، سورۂ مؤمنین، سورہ حم السجدۃ، سورۂ اعراف میں ارشاد ہے۔

خذ العفو وامر بالمعروف	معافی کو اختیار کرو نیکی کا امر کرو، اور
واعرض عن الجاھلین و اما	جاہلوں سے بچو اور اگر شیطان کوئی دغدغہ
ینزغنک من الشیطان نزغ	پیدا کرے تو اللہ کی پناہ تلاش کرو
فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع	وہی سننے والا اور جاننے والا
العلیم	ہے۔

لہٰذا جاہلوں کے شر سے پناہ ان سے اعراض کرنا اور شیطان کے شر سے پناہ استعاذہ باللہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں حکام کے لئے مکارم اخلاق اور عمدہ خصلتوں کو بیان

---

[1] جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر تین صحابہ رہ گئے تھے جن کا ذکر سورۂ براۃ میں ہے وہ تین یہ ہیں کعب بن مالک رضؓ، ہلال بن اُمیّہ مرارۃ بن ربیع رضؓ، اس واقعہ اور دوسرے چند واقعات سے ثابت ہے کہ عصاۃ اور نافرمان لوگوں سے قطع تعلق کرنا جائز ہے۔

کر دیا ہے۔ اس لئے کہ حاکم کی حالت عیت کے ساتھ تین طرح پر ہے کیونکہ حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان پر حق کو قائم کرے اور اس کا امر کرے۔ دشمن کو زیادتی سے روکے اور ان سے حق کو وصول کرے۔ اور معروف کا حکم کرے۔ عرف وہی ہے جس کو عقول سلیمہ تسلیم کرتی ہیں۔

اور حکم ہے کہ جاہل کے جہل سے اعراض کیا جائے: کہ ان کے ساتھ جہل کا برتاؤ کیا جائے۔ اور سورۂ مومنین میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قل رب اما تُرینّی ما یوعدون ربّ فلا تجعلنی فی القوم الظالمین وانا علیٰ ان نریک ما نعدھم لقادرون ادفع بالتی ھی احسن ... نحن اعلم بما یصفون وقل رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیطان واعوذبک رب ان یحضرون

کہہ دیجئے۔ اے رب اگر تو دکھانے لگے وہ جو ان سے وعدہ ہوا ہے تو اے رب مجھے نہ کیجئے گنہگار لوگوں میں سے اور جس چیز کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہم آپ کو اسے دکھلانے پر قادر ہیں اور برائی کے بدلے اچھائی کر ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں اور کہہ اے رب میں پناہ چاہتا ہوں تیری شیطان کی چھیڑ سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ حم السجدہ میں ارشاد فرمایا ہے

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن۔ فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقاھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم واما ینزغنک من الشیطان نزغ

اور نیکی بدی برابر نہیں ہے اور اچھے طریقہ پر دفاع کیجئے اس طرح آپ کے وہ جو دشمن ہیں ایسے ہو جائیں گے گویا گہرے دوست ہیں اور یہ بات صبر کرنیوالوں اور بڑے نصیبے والوں کو ملتی ہے اور اگر تیرے دل میں شیطان کبھی دغدغہ پیدا کرے تو

فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع العلیم — اللہ کی پناہ تلاش کیجئے، وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

بہرحال یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن و انس، مسلم و کافر تمام زمین پر بسنے والوں کے ساتھ سیرت مبارکہ ہے [1]

---

[1] مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ شیاطین الجن کے شر سے بچنے کے لئے استعاذہ باللہ مفید ہے۔ آکام المرجان میں اس کے دس طریقے تحریر کئے ہیں مثلاً ۲ قرأۃ معوذتین ۳ قرأۃ آیۃ الکرسی ۴ قرأۃ سورۂ بقرہ ۵ خاتمہ سورۂ بقرہ ۶ اول سورۂ حم۔ الیہ المصیر تک ۷ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر ۸ کثرت ذکر اللہ ۹ وضو کرنا اور نماز پڑھنا ۱۰ بری نظر اور بری باتوں سے پرہیز کرنا۔

یہ طریقے شیاطین الجن کے شر سے محفوظ رہنے کے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں مدتوں سے ٹونا، ٹوٹکا، جھاڑ پھونک کے جو طریقے رائج ہیں وہ غیر اسلامی ہیں۔

تینتالیسواں باب

غزوات[1] ___ اور ___ سرایا

سریہ سیف البحر ہجرت کے سات مہینے گذرنے کے بعد رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ نے حضرت حمزہ رضہ کو جھنڈا ابنا کر رحمت فرمایا۔ یہ جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ اس سریہ میں ۳۰ آدمی تھے اور جھنڈا ابو مرثد غنوی کے ہاتھ میں تھا۔ اس سریہ میں سب مہاجرین ہی تھے، جن کا مقابلہ قریش کے اس قافلہ سے ہوگیا جو ملک شام سے آرہا تھا۔ اس قافلہ میں تین سو آدمیوں کے ساتھ ابوجہل موجود تھا۔ سیف البحر کی جگہ دونوں لشکروں میں صف بندی ہوگئی۔ اتفاق سے مجدی بن عمرو جہنی (دونوں فریق کا حلیف تھا) درمیان میں حائل ہوگیا اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ بطن رابغ اس کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ نے عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کی سرکردگی میں ایک سریہ بطن رابغ کی طرف بھیجا۔ یہ سریہ ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد ہوا، اس کا جھنڈہ بھی سفید تھا جس کو حضرت مسطح بن اثاثہ بن عبد المطلب بن عبد مناف اٹھائے ہوئے تھے اس لشکر میں بھی ۶۰ مہاجرین تھے انصار کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ بطن رابغ میں ابو سفیان بن حرب سے (جو دوسو آدمیوں کے ساتھ تھا) مڈبھیڑ ہوگئی۔

بطن رابغ جحفہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس مرتبہ صرف تیراندازی تک

(1 حاشیہ صفحہ ۱۵۱ پر ملاحظہ کیجئے)

ہی جھڑپ ہوئی تلواریں کام میں نہیں آئیں۔ اسی جماعت میں حضرت سعد بن وقاص رضؓ تھے جنھوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا۔

سریہ سعد بن وقاص اس کے بعد ہجرت کے نو مہینے گذرنے کے بعد ذی قعدہ کے مہینے میں سفید جھنڈا دیکر آپ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کو بھیجا اور ان کے ساتھ بیس صحابہ رضؓ تھے جھنڈے کو حضرت مقداد بن عمروؓ اٹھائے ہوئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا تھا کہ مقام حرا سے آگے نہ جانا۔ اس جماعت نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دن کو چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے۔ اس طرح ایک صبح کو حرا پہونچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ ایک دن پہلے گذر گیا ہے

غزوہ ابوار اس کے بعد آپ نے بذات خود غزوۂ ابوار میں شرکت کی۔ ابوار کو ودان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ غزوہ ہجرت کے بارہ مہینے گذر جانے کے بعد صفر کے مہینہ میں ہوا۔ اس لشکر کا جھنڈا بھی سفید تھا جس کو حضرت حمزہ رضؓ اٹھائے ہوئے تھے۔

اس مرتبہ آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ اس لشکر میں بھی سب مہاجرین ہی تھے۔ آپ قریش کے قافلہ اور

حاشیہ ص۱۵۶ سلے غزوہ وہ کہ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک ہوئے جس میں آپ شریک نہیں ہوئے اس کو سریہ کہتے ہیں غزوات کی تعداد بہ اقوال مختلفہ ۱۹ یا ۲۱ یا ۲۴ یا ۲۷ ہے۔ ۹ غزوات میں کفار کے ساتھ جنگ ہوئی۔ بدر، احد، احزاب، بنی قریظہ، بنی مصطلق خیبر، حنین، طائف، فتح مکہ میں صرف حضرت خالد بن ولید رضؓ کے ساتھ جھڑپ ہوئی تھی سرایا کی تعداد ۵۶ ہے۔ روضۃ الاحباب ص۲۱۶ ج۱

قبیلۂ بنی ضمرہ کے ارادے سے نکلے تھے۔ جب مقام ابوار پر پہنچے تو عمرو بن مخشی ضمری نے صلح کی درخواست کی اور آپ نے اس کو صلح نامہ لکھ دیا۔ اور یہ واقعہ ۱۵/ ذی قعدہ کو پیش آیا تھا۔

غزوہ بواط

اس کے بعد ہجرت کے تیرھویں مہینے آپ نے غزوہ بواط کیا اور جھنڈا حضرت سعد بن وقاص رضی کو مرحمت فرمایا۔ اور مدینہ میں سعد بن معاذ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اور دو سو ساتھیوں کو لیکر آپ قریش کے قافلہ کے تعاقب میں نکلے اس قافلہ کا سردار امیہ بن خلف تھا۔ اس قافلہ میں سو آدمی اور پندرہ سو اونٹ تھے جب آپ بواط کے پاس پہونچے (بواط ایسے دو پہاڑ ہیں کہ جن کی جڑ ایک ہے اور چوٹیاں دو ہیں) یہ قبیلہ کے پہاڑ کا ایک سلسلہ ہے جو شام کے راستہ میں ہے اور مدینہ منورہ سے چار منزل دور ہے) تو قافلہ جا چکا تھا

غزوہ سفوان

اس کے بعد آپ کرز بن جابر فہری کے تعاقب میں نکلے۔ اس مرتبہ بھی جھنڈا سفید تھا۔ مدینہ منورہ میں زید بن حارثہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ کرز بن جابر فہری نے مدینہ میں لوٹ مار کی تھی اور چراگاہ سے اونٹ لوٹ کر لے گیا تھا۔ آپ نے اس کا پیچھا کیا۔ جب آپ وادی صفوان میں پہونچے (اور یہ بدر کا ایک حصہ ہے اس وجہ سے اس کو بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں) تو کرز بھاگ چکا تھا۔ آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوہ ذوالعشیرہ

ہجرت کے ۱۶ مہینہ گزرنے پر جمادی الآخر کے مہینہ میں آپ دو سو افراد کو لیکر نکلے اور جھنڈا حضرت حمزہ کو مرحمت فرمایا۔ اور یہ بھی سفید ہی تھا، مدینہ منورہ میں ابو سلمہ اسدی کو خلیفہ[1] مقرر کیا۔ اس لشکر میں بھی سب ہی

---

[1] مدینہ منورہ سے باہر جانے کی حالت میں کسی کو خلیفہ مقرر کرنا اور باہر جانیوالوں کے لئے کسی ایک کو امیر مقرر کرنا، یہ سیرت پاک میں بکثرت ہے مگر اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ داخلی اور (باقی صفحہ ۵۹ پر)

مہاجرین ہی تھے اور تیس اونٹ تھے۔ آپ نے قریش کے اس قافلہ کا تعاقب کیا۔ آپ کے پاس خبر پہونچی تھی کہ اس قافلہ میں بہت مال ہے آپ جب ذوالعشیرہ پہونچے (اس کو عسیرہ بھی کہتے ہیں یہ ینبوع کا ایک حصہ ہے اور مدینہ سے ۹ منزل ہے) تو قافلہ جا چکا تھا۔

یہ وہی قافلہ تھا جو ملک شام سے آرہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا آپ سے وعدہ کیا تھا[۱]۔ اس غزوہ میں آپ نے بنی مدلج اور ان کے حلیف بنی ضمرہ سے صلح کی۔ عبدالمومن بن خلف نے کہا ہے اسی غزوہ میں حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب رکھی۔ عبدالمومن نے جو یہ بات کہی ہے، یہ حقیقت سے بہت دور ہے کیونکہ یہ کنیت آپ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے نکاح کے بعد رکھی تھی اور حضرت فاطمہ کا نکاح غزوہ بدر کے بعد ہوا تھا۔

واقعہ یوں ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نکاح حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو دریافت کیا تیرا ابن عم کہاں ہے؟ عرض کیا وہ غصہ ہو کر باہر چلے گئے ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت علی رضؓ کو دیکھا کہ زمین پر لیٹے ہوئے ہیں تب آپ نے ارشاد فرمایا "قم یا اباتراب" اے ابوتراب اُٹھو! آپ حضرت علیؓ کے جسم سے مٹی صاف کرتے جاتے اور فرماتے "ابوتراب بیٹھ جاؤ!" یہی پہلا دن ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب مقرر فرمائی تھی۔

سریہ عبداللہ بن جحش ہجرت کے سترھویں مہینے رجب المرجب میں آپ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ کو نخلہ کی طرف روانہ

باقی حاشیہ ص۱۵۷ خارجی معاملات میں فلاح اور کامیابی نظام امارت اور خلافت میں منسلک ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ مسلمان غور کریں کہ ان کا علاج کہاں ہے؟ اور وہ کیا کر رہے ہیں۔

[۱] غالباً سورۂ انفال کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے - اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم

کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش کو ایک مکتوب لکھ کر حوالہ کیا اور یہ حکم دیا کہ اس پرچہ کو دو منزل کے بعد کھول کر پڑھنا، دو دن کے سفر کے بعد جب اس مکتوب کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔

جب اس مکتوب کو پڑھو تو وادی نخلہ کی طرف کوچ کرو جو درمیان طائف اور مکہ کے ہے۔ اور قریش کے قافلہ کا انتظار کرو اور اُس کی اطلاع ہمارے پاس پہونچاؤ۔ یہ پڑھ کر حضرت عبداللہ بن جحش نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور دوسرے ساتھیوں سے کہا جس کو شہادت مطلوب ہو وہ چلے اور جس کو موت سے ڈر ہو واپس چلا جائے۔

جب یہ جماعت آدھے راستہ پر پہونچی تو حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا، اس وجہ سے یہ دونوں اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور حضرت عبداللہ بن جحش نخلہ پہونچ گئے تو قریش کا قافلہ سامان لادے ہوئے آیا۔ اس میں عمرو بن حضرمی، عثمان اور نوفل عبداللہ بن مغیرہ کے بیٹے اور حکم بن کیسان تھے مسلمانوں نے مشورہ کیا، آج ماہ محترم رجب کا آخری دن ہے۔ اگر ان کو چھوڑ دیا تو یہ لوگ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور جنگ کی تو حرمت کا مہینہ ہے۔ بہر حال دونوں جماعت کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اور عمرو تیر سے مارا گیا۔ دو گرفتار ہو گئے اور نوفل بھاگ گیا۔ قافلہ تمام مال اور اسیر لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مال غنیمت کا خمس پیش کیا۔ اسلام میں یہ پہلا خمس تھا اور یہ دو پہلے قیدی تھے اور عمرو پہلا مقتول تھا۔

فتنہ کے معنی | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ کی حرکت

ناپسند فرمائی اور دوسرے لوگوں نے بھی بُرا بھلا کہنا آغاز کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یسئلونک عن الشھر الحرام	آپ سے ماہ محرم میں قتال کے بارے میں دریافت
قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر	کرتے ہیں فرما دیجئے، قتال اس میں بڑا جرم ہے
وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ	(لیکن) اللہ کے راستہ سے روکنا اور اس
والمسجد الحرام واخراج اھلہ	کا کفر کرنا اور اس کے اہل کو وہاں سے نکالنا
منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر	اس سے بڑا ہے۔ اللہ کے نزدیک اور فتنہ تو قتل
من القتل	سے بھی بڑھ کر ہے۔

اکثر اسلاف نے فتنہ کی تفسیر "شرک فرمائی ہے" چنانچہ قرآن پاک میں ہے

وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ	ان سے اس وقت تک جنگ کرو کہ شرک باقی نہ رہے

اور اس پر دوسرا ارشاد بھی دلالت کرتا ہے۔

ثم لم تکن فتنتھم	پھر ان کا شرک باقی نہ رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ فتنہ شرک ہے جو مشرک کو فتنہ کی دعوت دیتا ہے۔ اسی وجہ سے مشرکوں سے عذاب نار کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ذوقوا فتنتکم	اپنے فتنہ (شرک) کا مزہ چکھو!

(اس جگہ علامہ نے اسی طور پر بہت دلائل پیش کئے ہیں اس کے بعد فرمایا ہے)
لیکن وہ فتنہ جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنی طرف منسوب کیا ہے مثلاً

وکذالک فتنا بعضھم ببعض	اور ایسے ہی ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول

ان ھی الا فتنتک تضل بھا	یہ تیری ایک آزمائش ہی ہے اس سے جس کو چاہے
من تشاء وتھدی بھا من تشاء	تو گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔

اس کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتوں اور مصیبتوں کے ذریعہ آزماتا ہے وہ ہر ایک کا رنگ جدا ہے، اور مشرک کے فتنہ کا رنگ جُدا ہے اور وہ فتنہ جو اہل اسلام کے درمیان واقع ہوا، جیسے اصحاب علیؓ اور اصحاب معاویہ کے درمیان جمل اور صفین کا واقعہ، اس کا رنگ جدا ہے، اس قسم کے فتنہ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ستکون فتنۃ القاعد فیھا خیر من القائم والقائم فیھا خیر من الماشی، والماشی فیھا خیر من الساعی

عنقریب فتنہ ہوگا اس وقت بیٹھا رہنے والا کھڑے ہوئے سے بہتر ہے کھڑا ہوا چلنے سے بہتر ہے اور چلتا ہوا دوڑتے ہوئے سے بہتر ہے۔

فتنہ کے بارے میں وہ احادیث جس میں آپ نے دونوں جماعتوں سے یکسو رہنے کو کہا ہے۔ وہ یہی فتنہ ہے اور وہ فتنہ جس سے مراد معصیت ہے مثلاً ارشاد ہے

ومنھم من یقول ائذن لی ولا تفتنی

اور اُن میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں مجھے اجازت دیدیجئے اور گناہ میں مبتلا نہ فرمایئے۔

یہ بات جد بن قیس نے اس وقت کہی تھی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے بلایا تھا تو جد بن قیس نے کہا تھا، مجھے رخصت مرحمت فرمادیجئے اور بنات اصغر کے فتنہ میں مبتلا نہ فرمایئے، میں اُن کو دیکھ کر صبر نہیں کرسکوں گا تب اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا تھا۔

الا فی الفتنۃ سقطوا

وہ تو خود ہی معصیت میں مبتلا ہوچکے ہیں۔

یعنی فتنہ نفاق میں، فتنہ بنات اصغر سے بچ کر اس میں مبتلا ہوگئے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور دشمنوں کے

درمیان فیصلہ کردیا ہے۔ دوستوں کی قتل کے جرم سے بریئیت نہیں فرمائی بلکہ فرمایا یہ بڑا گناہ ہے لیکن دشمنوں کا جو رویہ ہے وہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ لہذا مشرکین مذمت کے زیادہ مستحق ہیں۔ رہا مسلمانوں کا معاملہ ان سے اگرچہ کوتاہی ہوگئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا۔ کیونکہ ان کی طاعات، توحید پرستی، ہجرت اور اُن کا ایثار (بہت سے کارنامے ہیں)

واضح رہے جب شعبان المکرم (سنہ ۲ھ) آیا تو تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا۔

غزوۂ بدر جب سنہ ۲ھ کا رمضان المبارک آیا تو حضور صلعم کو اطلاع ملی کہ قریش کا قافلہ شام سے آرہا ہے اور ابوسفیان ساتھ ہیں یہ وہی قافلہ تھا جس کا انتظار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عرصہ سے تھا۔ اس قافلہ میں چالیس آدمی تھے اور مال بہت تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ کے تعاقب کے لئے لوگوں کو پکارا، اور آپ تین سو کچھ زیادہ افراد کو ساتھ لیکر چل دیئے دو گھوڑے تھے۔ ایک حضرت زبیر بن عوام کے پاس اور ایک حضرت مقداد بن اسود کے پاس اور ستر اونٹ تھے جن پر سوار ہونے کے لئے دو یا تین آدمیوں کی باری مقرر تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت مرثد بن ابی مرثد، یہ تینوں ایک اونٹ پر باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ اور حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے، اور کبشہ، ایک اونٹ پر باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ مدینہ میں نماز وغیرہ کے لئے عبداللہ بن مکتوم رض کو خلیفہ مقرر کیا گیا جب مقام "روحاء" پہونچے تو آپ نے حضرت ابولبابہ رض کو مدینہ منورہ پر عامل مقرر کر کے واپس کیا اور حضرت مصعب بن عمیر رض کو جھنڈا مرحمت فرمایا، اور ایک جھنڈا حضرت علی رض کو دیا اور دوسرا جھنڈا انصار کے لئے سعد بن معاذ رض کو دیا۔ اور ساقہ پر قیس بن صعصعہ کو مقرر فرمایا۔

جب آپ مقام صفرا، پر پہونچے تو ابن عمر جہنی اور عدی بن الزعبار کو بدر کی طرف جاسوسی کے لئے بھیجا۔ ابوسفیان کا معاملہ یہ ہوا کہ جب اس کو معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تعاقب میں مدینہ منورہ سے نکل چکے ہیں تو اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو" اجرت پر مقرر کر کے مکہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ قافلہ کی امداد کے لئے پہونچیں۔ جب یہ قاصد مکہ پہونچا تو وہ بہت جلد روانہ ہو گئے۔ مکہ کے سرداروں میں سے سوائے ابولھب کے کوئی باقی نہیں رہا اسی نے اپنے بدلے میں ایک آدمی دیدیا، اس پر ابولھب کا قرضہ چاہتا تھا اور قریش کی شاخوں میں سے بنی عدی کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا، ان میں سے کوئی بھی نہیں نکلا غرضکہ اہل مکہ کے کروفر کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے

بطراً رئاء الناس ویصدون — اکڑتے ہوئے۔ لوگ دکھاوے کو اور وہ
عن سبیل اللہ — روکتے تھے اللہ کے راستہ سے

غرضکہ نہایت ساز و سامان اور غیض و غضب کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیئے۔ ادھر یہ توقع تھی کہ کل کو قافلہ کو پکڑ لیا جائے گا، اور ان کو قتل کر دیا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے بغیر مقررہ طور پر دونوں فریق کا مقابلہ کرا دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے

ولو تواعدتم لاختلفتم — اور اگر تم سے پہلے سے وعدہ کیا جاتا تو
فی المیعاد ولکن لیقضی اللہ — مقررہ امر میں مختلف ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ
امرا کان مفعولاً — ہی ہونے والے امر کا فیصلہ کرتا ہے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کا آنا معلوم ہوا تو آپ نے اپنے صحابہ رضہ سے مشورہ کیا۔ تو مہاجرین بولے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رائے کی تصویب فرمائی۔ دوسری، تیسری مرتبہ دریافت کیا تو یہی عرض کیا۔ یہ دیکھ کر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ رضؓ بولے!

حضور! شاید آپ کو یہ خیال ہوگا کہ ہم نے آپ کے تحفظ اور تعاون کے لئے، صرف اپنے شہر میں رہ کر وعدہ کیا تھا۔

(اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت پیش آیا۔) بہر حال حضرت سعد بن معاذ رضؓ بولے۔

میں انصار کی طرف سے کہتا ہوں جو آپ کا ارادہ ہو کر گذریئے۔ آپ جس کی رسی چاہیں کاٹ دیں اور جس کی رسی چاہیں باقی رکھیں۔ ہمارے اموال میں سے جو چاہے لے لیں اور جو چاہے چھوڑ دیں آپ جو کچھ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند ہے جو آپ ہمارے پاس چھوڑیں گے اور جو بھی امر فرمائیں گے ہم اس کا اتباع کرینگے اور اگر آپ "برک" تک سفر کریں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر آپ ہمیں سمندر میں کود نے کا امر فرمائیں گے تو ہم اس میں پھلانگ جائیں گے

حضرت مقداد نے عرض کیا۔ حضور! ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ سے کہی تھی "موسیٰ! آپ اور آپ کا خدا ہی جنگ کرے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپکے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑینگے

یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دمک اٹھا، اور آپ نے فرمایا خدا کا نام لیکر چلو! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ اور میں نے خواب میں قریش کے مستقبل کو دیکھ لیا ہے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے مقام پر پہونچے اور ادھر ابوسفیان ساحل کی طرف ہوتا ہوا چلا جب اس کو یہ محسوس ہوا کہ وہ بچ نکلا ہے تو اس نے قریش کو لکھا کہ واپس چلے جاؤ۔ تمہارا قافلہ محفوظ نکل آیا۔ یہ خبر قریش کو جحفہ میں ملی، اور لوٹنے کا ارادہ کرلیا، لیکن ابوجہل نے کہا ہم بدر تک جائیں گے اور وہاں ٹھہر کر جشن منائیں گے، اس سے اہل عرب پر دھاک جم جائیگی۔ اخنس بن شریق نے لوٹنے کا مشورہ دیا، اور مخالفت کی، چنانچہ وہ اور بنو زہرہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ بنی ہاشم نے بھی لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن ابوجہل نے ان پر سختی کی۔ بہرحال دونوں جماعتیں (مسلمان اور مشرکین) بڑھنا شروع ہوئے اور بدر کے پانی کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کے بارے میں مشورہ کیا تو جناب منذرؓ نے کہا حضور اس جگہ سے میں بخوبی واقف ہوں، ہمیں قلیب بدر تک جانا چاہیئے۔ وہ جگہ بہت پانی کی ہے چنانچہ پانی کی جگہ آپ نے پڑاؤ کیا اور پانی پر قبضہ کرلیا۔ اور مشرکین نے بھی کوشش کی مگر وہ پانی پر قابض نہ ہوسکے۔

آپ نے حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ کو خبر کے لئے بھیجا، وہ قریش کے دو غلام پکڑ کر لائے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے صحابہؓ نے ان سے دریافت کیا تم کون ہو، انھوں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں۔ آپ کے صحابہؓ کو یہ برا معلوم ہوا، کیونکہ ان کو امید تھی کہ وہ ابوسفیان کے قافلہ کے ہونگے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ نے دریافت کیا،

تبلاؤ! قوم قریش اس وقت کہاں ہے اور وہ کس قدر ہے؟ عرض کیا وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں عرض کیا ایک دن دس اور ایک دن نو، آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ ۹ سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔

اسی رات اللہ تعالیٰ نے بارش برسادی۔ یہ بارش کافروں کے حق میں مصیبت اور مسلمانوں کے حق میں نعمت اور رحمت ثابت ہوئی۔ اس سے ریت بیٹھ گیا۔ اور پیر جمنے لگے۔ آپ کے صحابہؓ نے پانی کو گھیر کر گڑھوں میں کرلیا۔ اور ان حوضوں کے کنارے آپ نے پڑاؤ ڈالا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے کھجور کے پتوں کی ایک جھونپڑی بنادی گئی جو میدان جنگ سے اوپر کی طرف تھی، آپ نے میدان جنگ میں چل پھر کر معائنہ کیا۔ اور فرمایا۔ یہ فلاں کا مقتل ہے اور یہ فلاں کا مقتل ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ نام زد لوگ نشان زدہ جگہ پر ہی کھیت ہوئے جب آپ کو مشرکین کے جھنڈے دکھائی دیئے تو آپ نے دعا کی۔

اے اللہ یہ قریش اپنے لاؤ لشکر اور فخر کے ساتھ
تیری اور تیرے رسول کی تکذیب کے لئے آئے ہیں

آپ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا:۔

اے اللہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسکو
پورا فرمایئے! میں تجھے تیرے وعدے کا واسطہ دیتا ہوں۔

نصرت الٰہی

یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبرؓ پیچھے سے آپ کو چمٹ گئے۔ اور عرض کیا، یارسول اللہ بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کو ضرور پورا کرے گا، اور مسلمانوں کی مدد فرمائیگا۔ مسلمانوں نے بھی گڑگڑا کر دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو امر فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

فثبتوا الذین آمنوا سالقی — مومنین ثابت قدم ہو گئے اور ہم نے
فی قلوب الذین کفروا الرعب — کافروں کے دل میں رعب ڈال دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آئی کہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کی مدد کی جا رہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ ایک ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہے اور سورہ آل عمران میں ہے:

اذ تقول للمومنین الن — جب آپ مومنین سے فرما رہے تھے
یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاث — کہ کیا تمھیں کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین
آلاف من الملائکۃ منزلین بلی — ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔ ہاں
ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من — اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو اسی وقت
فورھم ھذا یمددکم ربکم — تمہارا رب تمہاری پانچ ہزار سوار فرشتوں
بخمسۃ آلاف من الملائکۃ — سے تمہاری مدد
مسومین — کرے گا۔

لہٰذا اس میں اور اُس میں توافق کی کیا صورت ہے؟ اس کا جواب ہے کہ تین اور پانچ ہزار کی تعداد دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ معاملہ غزوہ احد کا ہے، اور امداد شرط کے ساتھ معلق تھی جو فوت ہو گئی تو امداد بھی فوت ہو گئی، یہی قول ضحاک و مقاتل کا ہے اور یہی ایک روایت عکرمہ کی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بدر ہی کا واقعہ ہے اور یہ قول ابن عباسؓ مجاہد، قتادہ کا ہے اور عکرمہ کی دوسری روایت بھی یہی ہے اور اسی کو مفسرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور سیاق آیت بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

لقد نصرکم اللہ ببدر — اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں مدد کی
وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم — اور تم کمزور تھے پس ڈرو اللہ سے تاکہ

تشکرون، اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثۃ آلاف من الملائکۃ منزلین (الیٰ قولہ تعالیٰ) وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ

شکر گذار بنو، جب آپ مومنین سے فرمارہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہاری مدد تین ہزار فرشتے اتار کر کرے (الیٰ قولہ) اور اسکو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خوشخبری اور سکون قلب کے لئے کیا ہے۔

ان علماء نے فرمایا ہے امداد کی یہ ترتیب تدریجی ہے زیادہ قوی اور اطمینان بخش ہے بمقابلہ یکبارگی امداد کے، اور اس کو نزول وحی سے بھی مشابہت ہے۔

علماء کرام کی پہلی جماعت نے کہا ہے کہ سیاق احد میں واقعہ بدر کو داخل کر دیا ہے گویا یہ بطور جملہ معترضہ کے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال (الیٰ قولہ) فلیتوکل المومنون

جب آپ صبح کو نکل کر مومنین کو جنگی ٹھکانوں پر بٹھا رہے تھے (الیٰ قولہ) پس مومنین کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

اس کے بعد واقعۂ بدر کو بیان فرمایا ہے۔ گویا حق تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے جو بدر میں ان کی مدد کی گئی تھی جب وہ کمزور تھے اور پھر اس کے بعد ہی قصۂ احد بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ گویا یہ رسول کا نقل مقولہ تھا اور جو امداد بدر میں ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا وہ معلق بالشرط ہے اور یہ مطلق ہے اور سورۂ آل عمران میں جو قصہ ہے، وہ قصۂ احد ہے جو نہایت تفصیل سے مذکور ہے اور بدر کا قصہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔ لہٰذا سورۂ آل عمران کا جو سیاق ہے وہ سورۂ انفال کے سیاق سے جداگانہ ہے، اور اس کی وضاحت "ویاتوکم من فورھم ھذا" سے ہو رہی ہے۔

مجاہد نے کہا ہے یہ واقعہ احد کا ہے۔ لہٰذا یہ امداد احد میں ہوئی ہے اس لئے

وہ قول درست نہیں ہے کہ اس تعداد میں امداد بدر میں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم
بہرحال یہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات گذاری اور پیڑ کے پاس نماز ادا کی۔ یہ رمضان المبارک کی ، ۱۷ تاریخ اور شب جمعہ تھی اور سنہ ۲ ہجری تھا جب صبح ہوئی تو قریش لشکر لیکر مقابل ہوئے اور مسلمانوں نے بھی صف بنالی حکیم بن حزام اور عقبہ بن ربیعہ نے کوشش کی اور چاہا کہ قریش واپس ہوجائیں لیکن ابوجہل نہ مانا۔ اور اس میں تو تو، میں میں بھی ہوگئی۔ ابوجہل نے عمرو بن حضرمی کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کا دم وصول کرے۔ لہذا اس نے کپڑے اتار کر کے چیخنا شروع کیا (تاکہ لوگوں کو جوش آجائے) اس سے جنگ بھڑک اٹھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو درست کیا اور خود جھونپڑی میں تشریف لائے حضرت ابوبکر رضہ اور سعد بن معاذ رضہ پہرے پر کھڑے ہو گئے (میدان جنگ کا یہ نقشہ ہوا) عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ اور ربیعہ کے دونوں بیٹے ولید مبارزت کے لئے نکلے ان کے مقابلہ کے لئے انصار میں سے تین آدمی نکلے یعنی عبداللہ بن رواحہ۔ عوف اور معوذ ، قریش نے کہا تم کون ہو؟ جواب دیا ہم انصار میں سے ہیں۔ بولے ہمیں اپنے نبی عم کی تلاش ہے یہ سنکر حضرت علی ، حضرت عبیدہ بن حارث ، حضرت حمزہ آئے حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کیا ، اور حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور ان کے مقابل میں تھوڑی جھڑپ رہی لیکن حضرت علی اور حمزہ نے مل کر اس کو بھی قتل کر دیا۔ اس جنگ میں حضرت عبیدہ کے کاری زخم آیا تھا۔ وہ واپسی میں مقام صفراء پر جاں بحق ہو گئے۔ حضرت علی رضہ قسم کھاکر فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت مبارکہ "ھذان خصمان اختصموفی ربھم" حضرت عبیدہ رضہ کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہے

اس کے بعد جنگ کی چکی تیزی سے چلنے لگی۔ اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے" ادھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ شانہ کے سامنے گڑگڑانا شروع کر دیا۔ حتیٰ

کہ آپ کے کاندھوں سے ردائے مبارک گر پڑی جس کو حضرت صدیق اکبرؓ نے اٹھایا اور عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اِدھر قوم پر اونگھ طاری ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا۔ ابوبکر بشارت ہو! یہ جبرئیل ہیں جو سوار ہیں، اللہ کی مدد آگئی ہے اور اس کا لشکر آگیا ہے۔ چنانچہ مشرکین دھڑا دھڑ قتل اور قید ہونے لگے، ستر قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔

بنی کنانہ کا واقعہ جب قریش مکہ سے نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے تو ان کے سامنے بنی کنانہ کے ساتھ لڑائیوں کا ذکر آیا۔ چنانچہ ابلیس سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں آیا (یہ بنی کنانہ کا سردار تھا) اور کہا آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور کنانہ کی طرف سے میں تمہارا حمایتی ہوں۔ چنانچہ شیطان قریش کے ساتھ ساتھ چلا اور ان سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور اس نے اللہ کے لشکر کو دیکھا تو بھاگ نکلا۔ تو قریش نے کہا سراقہ اب کہاں جاتا ہے بولا میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ابلیس نے یہ بات صحیح کہی کہ "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے" لیکن یہ جھوٹ بولا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ یہ بات اس نے اپنی جان کے خوف سے کہی کہ کہیں میں کافروں کے ساتھ ہلاک نہ ہو جاؤں۔

چند واقعات (۱) جب منافقین نے کافروں کی کثرت اور مومنین کی قلت دیکھی تو بولے، غلبہ تو کثرت کو ہوگا، اللہ تعالیٰ نے خبر دی غلبہ توکل کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ کثرت اور تعداد پر۔ اللہ تعالیٰ متوکلین کی جماعت کی مدد کرتا ہے

(۲) جب دشمن سامنے آیا اور مسلمان ان کے مقابل ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت کی اور صبر کی فضیلت بتلائی کہ صبر کرنے سے نصرت اور کامیابی آتی ہے۔ اور فرمایا جو شہید ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے اس کے

لئے جنت کو واجب کر دیا ہے۔ یہ سنکر عمیر بن حزام کھڑے ہوئے اور دریافت کیا کیا جنت کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے، فرمایا ہاں، عرض کیا، بہت خوب بہت خوب، اُمید ہے کہ میں جنتی ہوں، فرمایا، ہاں تو جنتی ہے۔ یہ سنکر، سوکھی کھجوریں جو پاس تھیں نکال کر کھانا شروع کر دیں اور پھر از خود کہا، ان کے کھانے تک کون زندہ رہے گا، یہ کہکر وہ سب پھینک دیں اور جنگ میں کو د پڑے اور خوب قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے، چنانچہ یہ سب سے پہلے شہید ہوئے۔

(۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی سنگریزے اُٹھائے اور اُن کو دشمن کی طرف پھینک دیا، چنانچہ کوئی بھی ایسا باقی نہ بچا جس کی آنکھ میں وہ سنگریزے نہ گرے ہوں وہ آنکھیں ملنے میں مشغول ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو قتل کرنا شروع کیا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ۔

وما رمیت اذ رمیت	اور جب آپ نے سنگریزے پھینکے وہ
ولکن اللہ رمیٰ	آپنے نہیں اللہ نے پھینکے تھے۔

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ کام بندہ کا نہیں تھا، بلکہ خدا کا تھا وہی فاعل حقیقی ہے یہ خیال ان کا چند وجہ سے غلط ہے جو دوسری جگہ مذکور ہے۔ اور آیت مبارکہ کے معنی یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اس فعل کو اپنے رسول کے لئے ثابت کیا ہے، اور سنگریزوں کے پہونچانے کی نفی کی ہے پس نبی صلعم کا پھینکنا ثابت ہے اور ان کے پہونچنے کی نفی کی ہے

۴۔ اس دن فرشتے بھی دشمنوں کو قتل کرنے میں سبقت کر رہے تھے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ایک مسلمان نے ایک کافر کا تعاقب کیا تو اس نے دیکھا کہ دشمن کے اوپر کوڑے کا وار ہو چکا تھا، اور وہ زمین پر گر پڑا تھا، اور اس کے چہرے پر کوڑے کا نشان تھا۔ یہ بات اس انصاری نے آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ سچ کہتے ہو۔ یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔

۵ ۔ ابوداؤد مازنی کہتے ہیں، میں نے ایک مشرک کا پیچھا کیا، اور چاہتا تھا کہ اس پر وار کروں، لیکن میں نے دیکھا کہ اس کا سر کٹا ہوا پڑا تھا۔ یہ میرے علاوہ کسی اور نے قتل کیا تھا۔

۶ ۔ ایک انصاری رضؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب کو پکڑ کر لائے تو حضرت عباس نے کہا قسم خدا کی مجھے ان کے علاوہ کسی دوسرے نے قید کیا ہے جو بہت حسین تھا اس کا گھوڑا ابلق تھا، اور وہ اب نہیں دکھائی دے رہا ہے۔ انصاری نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو پکڑا ہے۔ آپ نے فرمایا خاموش رہ! اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ تیری مدد کی ہے۔ اور بنی عبدالمطلب میں سے تین آدمیوں عباس، عقیل، نوفل کو ابن حارث رضؓ نے گرفتار کیا۔

۷ ۔ طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ جب ابلیس نے فرشتوں کا وہ معاملہ دیکھا کہ وہ کافروں کو بدر کے میدان میں قتل کر رہے ہیں تو فرار کی راہ اختیار کرنا چاہی تاکہ اس قتل سے محفوظ رہے۔ حارث بن ہشام رحمن کا خیال تھا کہ وہ سراقہ بن مالک ہے، جب اُس کو پکڑنا چاہا تو شیطان نے ایک گھونسہ ان کے سینہ پر رسید کیا اور وہ گر گئے۔ اور وہ خود سمندر میں جا کودا، اور دعا کی۔ خدایا جو مہلت آپ نے مجھے دی ہے اس کا سوال کرتا ہوں۔ جب ابوجہل نے یہ دیکھا تو قوم کی طرف متوجہ ہوا اور بولا! لوگو! سراقہ کی بزدلی سے پریشان نہ ہو۔ یہ "محمد" صلعم سے ملا ہوا تھا، اور عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل کی وجہ سے بھی بزدلی نہ اختیار کرنا۔ انھوں نے جلد بازی سے کام لیا تھا لات اور عزیٰ کی قسم تاوقتیکہ ہم ان سے پورا پورا بدلہ نہ لے لیں، اس وقت تک واپس نہ ہوں گے۔ اور دشمنوں کو تم لوگ گرفتار کر لو، تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا بھگتیں اور ابوجہل نے اس وقت خدا سے صلہ رحمی کا واسطہ دیکر

دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی۔

ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح — اور تم لوگ فتح مانگتے ہو۔ فتح آچکی ہے

وان تنتھوا فھوا خیر لکم وان — اگر تم لوگ باز آجاؤ وہ تمہارے لئے بہتر ہے

تعودوا نعد — اگر تم لوٹ جاؤ، ہم بھی لوٹ جائیں گے۔

۸۔ جب مسلمان کافروں کو قتل اور گرفتار کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت سعد بن معاذ رض، اس خیمہ کے دروازے پر کھڑے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ ایک جھونپڑی تھی جس میں کھجور کے پٹھے بچھے ہوئے تھے۔ چند انصار آپ کے پاس تھے آپ نے حضرت معاذ رض کے چہرے پر کچھ کراہت کے اثرات دیکھے تو آپ نے فرمایا، شاید تمھیں اس سے تکلیف ہو رہی ہے کہ مسلمان کافروں کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں۔ عرض کیا، ہاں، اور شاید یہ پہلا واقعہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ برتاؤ کیا ہے۔

۹۔ جب جنگ ٹھنڈی ہوگئی اور کافر بھاگ کھڑے ہوئے تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا، ذرا ابوجہل کی خبر لینا اس کا کیا ہوا، یہ سنکر حضرت ابن مسعود رض گئے تو دیکھا کہ قتل ہوا پڑا ہے اور اس کو عفراء کے دونوں بیٹوں نے قتل کیا تھا، اور اس کی داڑھی پکڑ کر کہہ رہے تھے تو ابوجہل ہے۔ اے اللہ کے دشمن خدا نے تجھے ذلیل کیا۔ بہرحال حضرت ابن مسعود رض ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آپ نے ان سے دریافت کیا۔ کیا تم نے ابوجہل کو قتل کیا ہے، انھوں نے کہا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ نے قتل کیا ہے اور یہ تین مرتبہ کہا۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور فرمایا، یہ اس اُمت کا فرعون تھا،،

۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض نے اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے

علی کو گرفتار کیا۔ جب بلالؓ نے اس کو دیکھا تو کہا "کفر کا سر غنہ اُمیّہ بن خلف ہے" اس کو نہ چھوڑنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان دونوں پر سختی کی۔ اور کسی نے تلوار لیکر اُمیّہ بن خلف کو بھی قتل کر دیا۔ قتل ہونے سے پہلے اس نے کہا تھا یہ شخص جو میرے سینہ پر ہے کون ہے۔ کہا حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ بولا اللہ بلال پر رحم کرے میں اس کی وجہ سے اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں۔

۱۱۔ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصن کی جب تلوار ٹوٹ گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک لکڑی مرحمت فرمائی۔ عکاشہؓ نے اس کو ہاتھ میں لیکر جب حرکت دی تو وہ نہایت چمکدار تیز تلوار کی طرح ہوگئی۔ وہ تلوار حضرت عکاشہؓ کے پاس خلافت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مرتدین کے قتل کے وقت تک رہی۔

۱۲۔ جنگ بدر میں حضرت زبیرؓ کا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوگیا وہ لوہے میں غرق تھا صرف آنکھیں ہی دکھلائی دے رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے تاک کر نیزہ آنکھ ہی پر مارا جس سے وہ مرگیا، جب اس نیزہ کو پیر رکھ کر اس کے جسم سے نکالا تو اس کی ایک جانب ٹوٹ گئی اس نیزہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے لے لیا تھا اور حضور صلعم کے وصال کے بعد اس نیزہ کو جب حضرت زبیرؓ نے لے لیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے مانگ لیا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے طلب کر لیا۔ اور ان کے بعد یہ نیزہ حضرات حسنینؓ کے پاس رہا اور آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس اس وقت تک رہا جب تک وہ شہید ہوئے

۱۳۔ رفاعہؓ بن رافع کہتے ہیں کسی کے تیر سے بدر کے دن میری آنکھ پھوٹ گئی تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو وہ ٹھیک ہوگئی

۱۴۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقتولین کفار کی لاشوں کے پاس

گئے اور فرمایا تم برے خاندان والے ہو تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے تصدیق کی تم نے مجھے رسوا کیا اور لوگوں نے میری مدد کی تم نے مجھے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی پھر آپ نے فرمایا ان سب کو ان گڈھوں میں ڈال دو پھر ان گڈھوں کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا :۔

یا عتبہ یا شیبہ یا فلاں ، یا فلاں کیا تم نے اپنے
رب کے وعدہ کو حق پایا میں نے تو جو مجھ سے میرے
رب نے وعدہ کیا تھا اُس کو حق پایا۔

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور آپ ایسی قوم سے مخاطب ہیں جو مردہ ہیں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب کی طاقت نہیں رکھتے ۔

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر میں تین دن قیام فرمایا اور جب کبھی بھی آپ کسی قوم پر غلبہ حاصل کرتے ان کے یہاں تین دن قیام فرماتے۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظفر منصور مراجعت فرمائی کہ آپ کے ساتھ قیدی تھے اور خوش تھے آپ کے ساتھ مال غنیمت تھا۔ جب آپ مقام صفرا پر پہونچے تو آپ نے مال غنیمت کو تقسیم کیا اور وہیں نضر بن حارث کلدہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا، اور یہاں سے روانہ ہو کر عرق ظبیہ میں نزول فرمایا ، اور یہاں عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اس طرح آپ مدینہ منورہ میں منظفر اور منصور داخل ہوئے کہ آپ کے مدنی دشمن بھی خوف زدہ تھے ، یہ دیکھ کر مدینہ منورہ کے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے ۔ اور عبداللہ بن ابی بھی معہ اپنے ساتھیوں کے مسلمان ہو گیا۔ غزوۂ بدر میں تین سو سے کچھ زیادہ حضرات نے شرکت کی تھی ۔ مہاجرین میں سے ۸۶ ۔ قبیلہ اوس کے انصار ۶۱ ، قبیلہ خزرج کے انصار ۱۷۰ ۔ قبیلہ اوس کے انصار ، اگرچہ زیادہ قوی اور

تعداد میں بھی بہت تھے مگر پھر بھی کم نکلے ۔ اس وجہ سے کہ ان کے مکانات مدینہ منورہ کے حوالی میں تھے اور یہ معرکہ اتفاقاً پیش آگیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس کی سواری یہاں نہ ہو وہ ہمارے ساتھ نہ جائے کچھ حضرات نے اجازت چاہی ۔ حضور! ہم حوالی میں جا کر ابھی سواریاں لیکر آتے ہیں مگر آپ نے اجازت مرحمت نہیں فرمائی تھی۔ اور کوئی سامان جنگ کئے بغیر آپ نے کوچ فرمایا اور اتفاقاً دشمن سے بلا قصد و ارادہ مقابلہ ہو گیا۔

غزوہ بدر میں کل ۱۴ مسلمان شہید ہوئے ۔ ٦ مہاجرین ، ٦ خزرجی ، ۲ اوسی ، آپ غزوۂ بدر کے تمام معاملات سے شوال ہی کے مہینہ میں فارغ ہو گئے ۔

غزوہ بنی سلیم بدر کے سات دن بعد آپ نے غزوۂ بنی سلیم کیا اور مدینہ منورہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن مکتوم کو خلیفہ مقرر کیا۔ آپ نے تین دن تک مقام کدر میں قیام فرمایا اور جنگ کی نوبت نہیں آئی ۔

غزوۃ السویق بدر سے مشرکین نہایت مغموم اور مغزوم واپس لوٹے ، ابوسفیان نے نذر کی جب تک میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہ کر لوں اس وقت تک سر پر پانی نہ ڈالوں گا ۔ چنانچہ وہ دو سو سوار لیکر مدینہ منورہ کے آس پاس آنکلا ، اور ایک رات سلام بن مشکم یہودی کے پاس رہا ۔ رات بھر شراب نوشی میں گذاری اور سلام بن مشکم یہودی نے ذرا ذرا سی خبر سے اُس کو آگاہ کر دیا ۔ صبح ہوتے ہی ابوسفیان نے چند کھجور کے تنے کاٹ دیئے اور انصار میں کے ایک آدمی کو قتل کر کے واپس ہوا ، اور اس طرح اس نے اپنی نذر پوری کی ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی معلوم ہوا تو آپ نے اس کا تعاقب کیا اور مقام "قرقرۃ الکدر" تک پہونچے لیکن ابوسفیان جا چکا تھا ۔ کفار نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے زاد سفر میں جو ستو تھا اس کو گراتے چلے گئے ۔ اُس کو مسلمانوں نے اٹھایا ۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام

ذات السویق رکھا گیا۔ اور یہ واقعہ بدر سے دو مہینہ کے بعد پیش آیا تھا۔

غزوہ غطفان ذی الحجہ کے مہینہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر غزوہ غطفان کے لئے کوچ فرمایا۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان بن عفان کو خلیفہ مقرر کیا اور صفر تک اس غزوہ میں صرف ہوا حتیٰ کہ ۳ھ پورا ہو گیا۔ اس غزوہ میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

غزوہ بنی قینقاع اس کے بعد یہود مدینہ "بنی قینقاع" کے ساتھ غزوہ کیا، انھوں نے عہد توڑ دیا تھا، آپ نے ان کا پندرہ دن محاصرہ کیا، اس کے بعد انھوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا، ان کے حق میں عبداللہ بن ابی نے سفارش کی۔ آپ نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کی آبادی سات سو تھی۔ زرگری اور تجارت کا کام کرتے تھے

کعب بن اشرف کا قتل یہ یہودی تھا، اس کی ماں بنی نضیر کے قبیلہ سے تھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا دیا کرتا تھا، اور اپنے اشعار میں حضرات صحابہؓ کی عورتوں کی برائیاں کیا کرتا تھا۔ بدر کے موقعہ پر مکہ معظمہ چلا گیا تھا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کو خوب بھڑکایا تھا۔ اس کے بعد فوراً ہی مدینہ منورہ آ گیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون کعب بن اشرف کو قتل کریگا" کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ایذا دی ہے، یہ سنکر محمد بن مسلمہؓ، عباد بن بشرؓ، ابو نائلہؓ (ان کا نام سلکان بن سلامہ ہے اور یہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے) حارث بن اوسؓ، ابو عبس بن جبرؓ کھڑے ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی کہ جو چاہے بات کریں جس سے اُس کو

دھوکہ دیا جاسکے ۔

ایک چاندنی رات میں یہ سب حضرات کعب بن اشرف کی طرف چلے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی معیت میں بقیع غرقد تک تشریف لے گئے ۔ جب کعب بن اشرف کے مکان کے قریب پہونچے تو سب نے ملکر سلکان بن سلامہ کو اسکے پاس بھیجا ۔ وہاں انھوں نے جاکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایات، اپنی تنگی حالت اور اسلام سے انحراف کا ذکر کیا اور کہا میں اور میرے ساتھی کچھ سامان لیکر آئے ہیں ان کے بدلہ غلہ دیدیجئے اور اس سامان کو رہن رکھ لیجئے ! اس نے کہا بہتر ۔ سلکان اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا اور ان کو خبر دی ، وہ سب اپنا سامان لیکر واپس آئے اور کعب بن اشرف غلہ لیکر آیا ، تو یکبارگی سب نے اس پر تلوار کا وار کردیا ۔ اور محمد بن سلمہ جو اس کے یہاں مقید تھے اس کو آزاد کرالیا ۔ اور وہ ملعون قتل ہوگیا ۔ قتل ہوتے وقت وہ اس زور سے چیخا کہ علاقہ کے آدمی خوف زدہ ہو گئے ۔ اور سب نے آگ روشن کرڈالی ۔ یہ دفد بہ سلامت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ یہ رات کا آخری حصہ تھا حضور نماز پڑھ رہے تھے اس واقعہ میں حارث بن اوس کے زخم آیا تھا ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس پر لگا دیا اور وہ فوراً ہی آرام ہوگیا ، اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے نقض عہد کی وجہ سے اجازت مرحمت فرمادی تھی کہ یہود کو قتل کیا جائے ۔

۴۴
چوالیسواں باب

غزوۂ احد اور اُس کے متعلقات

واقعۂ احد جب سرداران قریش واپس مکہ پہونچے تو بدر کے واقعہ کی وجہ سے بہت بے چین تھے۔ ابوسفیان ان کا سردار تھا، وہی اکابر قریش کو مدینہ کے گرد لے گیا تھا جیسا کہ ہم غزوۂ سویق کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں، لیکن اس سے بھی اس کو سکون نہ حاصل ہو سکا تھا، تب اس نے تین ہزار قریش اور اُن کے حلیفوں کو جمع کیا، وہ سب اپنی عورتوں کو لیکر ساتھ چلے تاکہ فرار نہ کر سکیں

جب مدینہ منورہ کے قریب پہونچا تو احد پہاڑ کے پاس پڑاؤ کیا، اس جگہ کا نام عینین ہے اور یہ واقعہ شوال ۳ھ کا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ سے باہر نکلا جائے یا مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہا جائے اور شہر کے ناکہ پر کافروں کا مقابلہ کیا جائے اور عورتیں گھروں کی چھتوں سے سنگباری اور تیر باری کریں۔ یہی رائے عبداللہ بن ابی (منافق) کی تھی، لیکن صحابہؓ کی وہ جماعت (جو بدر میں شریک نہ ہو سکی تھی) نے جلدی کی اور مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کا مشورہ دیا۔ اور اس پر اصرار کیا۔ عبداللہ بن ابی منافق کی رائے (یا لفاظ دیگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی) بعض صحابہؓ نے بھی تائید کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے اور ہتھیاروں سے آراستہ ہوکر باہر تشریف لائے۔ یہ دیکھ کر بعض صحابہؓ نے کہا۔ ہم نے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ اور عرض کیا اگر پسند خاطر ہی ہے کہ مدینہ میں رہا جائے تو بہتر ہے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پیغمبر جب ہتھیار لگا لیتا ہے تو بغیر قتال کے نہیں اتارتا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ رضؓ کو لیکر نکلے۔ اور بقیہ حضرات کو نماز پڑھانے کے لئے حضرت ابن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر فرمایا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ اور دیکھا کہ ایک گائے کو ذبح کیا جارہا ہے۔ اور آپ اپنی زرہ میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں، پہلی چیز کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے گھر والوں میں سے کوئی شہید ہو جائے گا اور دوسری بات کی تعبیر یہ تھی کہ کچھ صحابہؓ شہید ہوں گے اور زرہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

جس دن آپ مدینہ منورہ سے باہر آئے وہ دن جمعہ کا تھا جب آپ مقام ''شوط'' پہونچے تو عبداللہ بن ابیؓ منافق اپنا ایک تہائی لشکر لیکر واپس ہوگیا اور اعتراض کیا کہ جب ہماری رائے ہی نہیں مانی تو ہم آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ اس کی اتباع حضرت جابر رضؓ کے والد نے بھی کی، اور لوگوں کو بھی بھڑکایا تاکہ وہ بھی لوٹ جائیں

آپ سے قوم انصار نے کہا، اپنے حلیف یہود سے امداد حاصل کرنا چاہئے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ جب آپ احد کی گھاٹی میں پہونچے تو آپ نے اپنی پشت کی جانب احد پہاڑ کو رکھا، اور حکم فرمایا، تاحکم جنگ نہ شروع کی جائے جب صبح ہوئی تو جنگ کے لئے آواز لگی، آپ نے پچاس تیر اندازوں کو امر فرمایا کہ ہر حال میں اس مرکز پر قائم رہیں، اگرچہ وہ یہ بھی دیکھیں کہ پرندے لشکر پر ٹوٹ پڑے ہیں اور لشکر کے پیچھے رہیں

اور بقیہ سات سو آدمیوں میں سے جن میں پچاس سوار تھے۔ آگے بڑھے تیر اندازوں کو حکم ہوا کہ تیر باری کریں تاکہ مشرکین مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ نہ کردیں اس دن آپ نے دو زرہ زیب تن فرمائیں اور جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رض کے حوالہ کیا، اور ایک جانب زبیر بن عوام کو اور دوسری جانب منذر بن عمرو کو کیا۔ اس دن چند نوعمر صحابہ نے آپ کے سامنے خود کو پیش کیا ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعمری کی وجہ سے شرکت جنگ کی اجازت نہیں دی، ان لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن عمر رض۔ اسامہ بن زید رض۔ اسید بن حضیر، براء بن عازب رض، زید بن ارقم رض، زید بن ثابت رض، عرابہ بن اوس رض، عمرو بن حزام رض اور جو حضرات نوعمر ہونے کے باوجود اس قابل تھے ان کو اجازت دیدی۔ وہ حضرات یہ ہیں، سمرہ بن جندب رض رافع بن خدیج اور ان دونوں کی عمر ۱۵ سال تھی۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے ان کو بالغ ہونے کی وجہ سے اجازت دی اور سن بلوغت ۱۵ سال اسی وجہ سے مقرر ہوا ہے دوسری جماعت نے کہا ہے بلوغ کی وجہ سے نہیں بلکہ جن میں جنگ کی طاقت تھی ان کو اجازت دی اور جن میں نہیں تھی ان کو اجازت نہیں دی۔ اس میں بلوغ اور عدم بلوغ کو دخل نہیں ہے چنانچہ ابن عمر رض کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فلمّا رأنی مطیقاً اجازنی — جب آپ نے مجھے طاقتور دیکھا تو اجازت دیدی

قریش جنگ کے درپے تھے وہ تین ہزار تھے اور دو سو سوار تھے۔ انھوں نے میمنہ پر خالد بن ولید کو کیا اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ابو دجانہ کو مرحمت فرمائی۔ وہ بہت بہادر تھے، جنگ کے وقت نہایت سرعت سے وار کرتے تھے۔ ادھر کافروں میں ابو عامر فاسق بھی تھا۔ جو بدر میں شریک تھا، اس کا نام عبد بن عمرو بن صیفی ہے۔ اُس کو کافر راہب کہتے تھے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھ دیا تھا۔ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا

تھا حضور سے بہت عداوت رکھتا تھا۔ جب مدینہ میں اسلام کو غلبہ ہوا، تو یہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کافروں کو بھڑکایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا جب میری قوم مجھے دیکھے گی تو مجھ سے آملے گی۔ سب سے پہلے یہی نکل کر آیا، اور اپنی قوم کو پکارا، انصار نے کہا اے فاسق اللہ تجھ پر انعام نہ کرے" یہ سنکر بولا میری قوم شر میں مبتلا ہوگئی، اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ اس دن مسلمانوں کا شعار (جنگی نعرہ یا علامت) اُمت، اُمت تھا، اس دن حضرت ابو دجانہ انصاری طلحہ بن عبیداللہ اور اللہ کے رسول کے شیر حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ حضرت نضر بن انسؓ، حضرت سعد بن ربیعؓ کا مقابلہ سخت ہوا، دن کے شروع حصہ میں مسلمانوں نے کافروں پر غلبہ پالیا اور کافر پشت پھیر کر اپنی عورتوں کی طرف بھاگے جب گھاٹی پر مقرر تیر اندازوں نے کافروں کی شکست دیکھی تو "غنیمت، غنیمت" پکار کر دوڑ پڑے اور مرکز کو چھوڑ دیا، امیر نے لوگوں کو حضور کا حکم یاد دلایا۔ لیکن انھوں نے توجہ نہیں دی اور خیال کیا کہ اب کافر لوٹ کر نہیں آئیں گے اور طلب غنیمت میں گھاٹی کو چھوڑ دیا۔ کافروں کے آخری آدمی نے گھاٹی کو دیکھا تو وہ ادھر کو لوٹ پڑے اور مسلمانوں کا احاطہ کرلیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے جس کو شہادت سے مکرم کرنا چاہا مکرم کیا اور ستر صحابہؓ شہید ہوئے۔ مشرکین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خالی دیکھ کر زخمی کردیا۔ اور آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور خود کی کڑی رخسار میں جا گھسی۔ اور آپ پہلو کے بل .. .. .. گڈھے میں جا گرے[1]

---

[1] اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نیت اگرچہ خالص ہو اور فیصلہ فہم و فراست سے نہ کیا جائے تو اس کے نتیجہ میں جو حالات پیدا ہوتے ہیں انکو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان میں بعض ہنما اگرچہ مخلص اور متقی تھے لیکن ان کا فیصلہ فہم و فراست سے خالی تھا اور جذباتی تھا اس وجہ سے جو حالات ہوئے انکے تقویٰ کی دوا دا انکو روک نہ سکی۔

ان گڑھوں کو ابو عامر فاسق نے اسی وجہ سے کھودا تھا۔

مختلف واقعات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرتا دیکھ کر حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے گود میں لیا۔ اور کوئی گزند پہونچنے سے آڑ بنے رہے۔ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ آپ کے سامنے ہی شہید ہوئے۔ اور شہید ہوتے وقت انھوں نے حضرت علیؓ کو جھنڈا دیدیا تھا۔ ڈھال کے جو حلقے آپ کے رخسار میں گھس گئے تھے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے اپنے دانتوں سے نکالے اور اس میں ان کے دو دانت گر گئے تھے آپ کے رخسار سے جو خون بہہ رہا تھا اُس کو مالک بن سنانؓ والد بزرگوار حضرت ابو سعید خدریؓ نے چوسا۔

مشرکین نے ہر چند اپنا ناپاک ارادہ پورا کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمان آڑے آگئے۔ اور وہ دس حضرات تھے اور حضرت طلحہؓ کا یہ حال تھا کہ دشمنوں کے تیروں کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے، اور وہ حرکت نہیں کرتے تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ نکل کر جا پڑی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُس کو رکھ دیا اور وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ دونوں آنکھوں میں سے اس کی روشنی بہت اچھی رہی۔

شیطان اُس دن پہاڑ کی چوٹی سے پکارا کہ "محمد قتل ہوگئے ہیں"۔ یہ بات بہت سے مسلمان سنکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اللہ کا جو فیصلہ تھا وہ ہوکر رہا۔ آپ نے انس بن نضیرؓ کو امر فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو پکاریں۔ انھوں نے مسلمانوں کو پکارا، ... ... اس پر سب لوگ لوٹ پڑے۔

ان کی ملاقات اسی دوران حضرت سعد بن معاذ سے ہوگئی۔ بولے اے سعد!

احد کے پاس مجھے جنت کی بُو آ رہی ہے۔ چنانچہ یہ کہہ کر جنگ میں کود پڑے۔ ان کے جسم پر ستر زخم آئے تھے اور یہ شہید ہو گئے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے بیس زخم آئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خون آلود مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے تو سب سے پہلے آپ کو کعب بن مالکؓ نے شناخت کیا، اور آپ کو دیکھ کر نہایت بلند آواز سے پکارا۔ اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ کچھ مسلمان آپ کے پاس آ گئے اور آپ کو گھاٹی کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حارث بن صمہ، وغیرہ حضرات تھے جس وقت حضور کو گھاٹی کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ راستہ میں ابّی بن خلف مل گیا چاہتا تھا کہ آپ پر حملہ کرے۔ آپ نے ایک نیزہ لیکر اس کے مارا، جو اس کے زیر ناف لگا، وہ چیختا ہوا واپس ہوا، تو کافروں نے کہا۔ یہ تو کوئی زخم نہیں ہے۔ کہنے لگا اگر یہی زخم ذی المجاز والوں کے لگ جاتا تو وہ سب مر جاتے۔

ابی بن خلف کے پاس مکہ میں ایک گھوڑا تھا جس کو وہ چارا دیتے وقت کہا کرتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ گئی، تو آپ نے ارشاد فرمایا، انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔ جب اس کافر خدا کے دشمن کے زخم آیا تب اس کو یہ بات یاد آئی۔ تب اُس کو یقین ہو گیا کہ وہ اب مر جائے گا۔ چنانچہ راستہ میں سرف کے پاس وہ مر گیا۔

حضرت علیؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی لیکر حاضر ہوئے تاکہ خون دھوئیں لیکن خون نہ تھم سکا، تب ایک بوریہ جلا کر لگا دیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک پتھر پر کھڑا ہونا چاہتے تھے (لیکن نقاہت) کی وجہ سے نہ کھڑے ہو سکے۔ تب حضرت طلحہ رضؓ نے آپ کو سہارا دیا۔ یہیں نماز کا وقت آ گیا تھا۔ آپ نے صحابہؓ کو بیٹھ کر

نماز پڑھائی۔ اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انصار رضہ کے جھنڈے تلے تھے۔

میدان احد میں حضرت حنظلہ غسیل رضہ کے ساتھ بھی شدت کا معاملہ پیش آیا، یہ حنظلہ بن ابی عامر ہیں۔ ان پر شداد بن اسود نے حملہ کیا تھا، اور یہ جنابت کی حالت میں ہی شہید ہو گئے تھے، واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب اعلان کی آواز ان کے کانوں میں پہونچی تو یہ اپنی عورت کے پاس تھے فوراً ہی جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، ان کو فرشتوں نے غسل دیدیا ہے اور فرمایا اس کی بیوی سے دریافت کرو، جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے نفس واقعہ بتلادیا، اسی بنا پر فقہا نے دلیل بنائی ہے کہ اگر کوئی جنبی شہید ہو جائے تو اس کو غسل دینا چاہئے۔ اس میں فرشتوں کی اتباع ہے۔

مسلمانوں نے مشرکین کے جھنڈہ بردار کو قتل کردیا تھا تو اس جھنڈے کو عمرۃ بنت علقمہ نے اُٹھالیا تھا، اور اس دن ام عمارہ نے بھی سخت جنگ کی تھی۔ اور عمرو بن قمئۃ پر تلوار کے چندوار کیئے تھے جس سے اس کی دونوں زرہ کٹ گئیں تھی۔ عمرو نے ان پر جب تلوار کا وار کیا تو وہ زخم ان کے کندھے پر آیا اور وہ سخت زخمی ہو گئیں۔ عمرو بن ثابت اصیرم کے نام سے مشہور ہے۔ اسلام سے منکر تھے، احد کے دن مسلمان ہوئے اور تلوار لیکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور سخت جنگ کی، ایک زخم شدید ان کے لگا۔ اور یہ گر پڑے۔ جب جنگ ختم ہوئی تو بنو عبدالاشھل اپنے مقتولوں کو تلاش کر رہے تھے، انھوں نے اصیرم کو بھی پایا کہ خون جاری ہے، اور کچھ رمق ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اور حضور ہی کی طرف سے میں نے جنگ کی ہے اور اسی میں میرے یہ زخم آیا ہے، اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر

کیا گیا، تو آپ نے فرمایا وہ شہید ہے اور جنتی ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا انھوں نے ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

جنگ ختم ہونے پر ابوسفیان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا اور آواز دی۔ کیا تم میں "محمد" صلی اللہ ہیں، اس پر کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر بولا، کیا ابن ابوقحافہ ؓ میں اس پر کوئی جواب نہیں ملا، پھر بولا کیا عمر بن خطاب ہیں اس پر بھی کوئی جواب نہیں ملا، ان تینوں حضرات کے علاوہ اور کسی کے بارے میں دریافت نہیں کیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قیام اسلام ان ہی تین کی وجہ سے ہے۔ بولا یہ تینوں حضرات کام آگئے۔ حضرت عمرؓ سے صبر نہ ہو سکا، اور فرمایا اے خدا کے دشمن یہ سب حضرات زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے ان کو زندہ رکھا ہے، اس کے بعد بولا، تمہارے مقتولین میں بعض حضرات کا مثلہ کر دیا ہے (ناک، کان کاٹ دینا مراد ہے)، میں نے اس کا امر نہیں کیا تھا، اس کے بعد بولا کہ ہبل کو سربلندی حاصل ہوئی"۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جواب دو۔ عرض کیا، کیا جواب دیں، فرمایا "اللہ ہی کو بزرگی اور سربلندی حاصل ہے"۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا ہے، ہمارا عزیٰ ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں"۔ مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا "اللہ مولانا، لا مولیٰ لکم"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت جواب کا امر فرمایا جب وہ شرک کے ساتھ فخر کو ظاہر کر رہا تھا، اس جواب سے غرض توحید کی عظمت کو ظاہر کرنا تھا اور توحید کی عظمت سے مسلمانوں کی عظمت ہے۔ جب کہ، ابوسفیان نے شخصیات کے بارے میں سوال کیا کوئی جواب نہیں کیا گیا بلکہ جواب سے منع کر دیا گیا تھا تاکہ ان کے غصہ کی آگ ٹھنڈی پڑ جائے لیکن جب اُس نے طنز کے طور پر کہا "یہ تو سب کھیت ہو گئے"، تو حضرت عمرؓ کی حمیت کو جوش آیا۔ اس اعلان میں کافروں کو

ذلیل کرنا اور اپنی شجاعت ظاہر کرنا مقصود تھا، اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے خلاف نہیں ہے

اس کے بعد ابوسفیان بولا، یہ بدر کا بدلہ ہے۔ اور جنگ میں تو یہی ہوتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہم میں اور تم میں کوئی برابری نہیں ہے۔ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ احد کے دن کی نصرت کہاں گئی تو آپ کو یہ ناگوار ہوا، اور فرمایا جو انکار کرتا ہے اس کے لئے کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لقد صدقکم اللہ وعدہ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے سچ کر دیا

اذ تحسونہم باذنہ ۔ جب تم ان کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "الحس" قتل کو کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو دن کے پہلے حصہ میں غلبہ حاصل رہا۔ اور آپ کے صحابہؓ نے سات یا نو مشرکین کے جھنڈا برداروں کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے احد اور بدر دونوں جگہ اونگھ عین جنگ کے وقت اتاری اس سے خوف وغیرہ دور ہو گیا۔ اور یہ حالت جنگ میں امن کی علامت ہے اور نماز کی حالت میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ احد میں فرشتوں نے بھی جنگ کی۔ چنانچہ صحیحین میں سعد بن وقاصؓ کی روایت ہے۔

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ان کی طرف سے دو آدمیوں کو جنگ کرتے
دیکھا۔ اس دن سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ
سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سخت جنگ کر رہے تھے

اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصارؓ کے ساتھ تنہا رہ گئے تو دو قریش نے آپ پر حملہ کیا، توآپ نے فرمایا، ان کو کون دور کرے؟ اس کے لئے جنت ہے، تو ایک انصاری نے بڑھ کر ان کو قتل کردیا۔ پھر اس کے بعد حملہ کیا، توآپ نے فرمایا جو ان کو دور کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اسی طرح آپ فرماتے رہے اور سات کا فرقتل ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"ماانصفنا اصحابنا" ہمارے بھائیوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

یہ دو طرح پڑھا جاتا ہے۔ ف پر سکون ، اور اصحابنا پر "نصب" مفعول ہونے کی بنا پر اور ف پر "فتح" اور اصحابنا پر "رفع" فاعلیت کی بنا پر، نصب کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ انصار جب قتال کے لئے یکے بعد دیگرے نکلے اور انھوں نے ان کو قتل کردیا اور قریشی بچ کر نہ بھاگ سکے تو گویا انصار نے قریش کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور رفع کی صورت میں یہ مطلب ہے کہ ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ سب ہمیں تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے جنھوں نے مستقل جنگ کی۔

صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا احد کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے میں واپس ہوا۔ دیکھا تو آپ کے سامنے آپ کے تحفظ کے لئے ایک آدمی جنگ کر رہا ہے۔ میں نے کہا ابوطلحہ! میرے ماں باپ تجھ پر قربان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اتنے ہی میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضؓ آگئے گویا کہ وہ پرندے کی طرح جھپٹتے ہوئے تھے اور حضرت طلحہ رضؓ بھی نہایت سختی سے جنگ کر رہے تھے۔ حضور صلعم نے فرمایا اپنے بھائی کے قریب رہو! اتنے ہی میں ایک پتھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آکر لگا

جس سے خود کا حلقہ آپ کے رخسار میں آ کر گھس گیا۔ میں اس کے نکالنے کے لئے آگے بڑھا۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے مجھے خدا کی قسم دیکر روکا۔ اور اپنے دانتوں سے حلقہ پکڑ کر نکالا، اس میں ان کا ایک دانت گر گیا۔ پھر دوسرا تیسرا اسی طرح نکالا اس سے دوسرا دانت گر گیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی کے قریب رہو! ہم ابوطلحہؓ کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کا علاج کریں۔ ان کے اسی سے زیادہ زخم آئے تھے۔

مغازی اموی میں ہے کہ مشرکین پہاڑ پر چڑھ گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا، ان کو دور کر دیا ان کو ہٹا دو۔ میں نے عرض کیا، میں اکیلا کیا کروں؟ آپ نے یہی تین مرتبہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے ترکش سے تیر نکالا اور مارا، اس سے ایک کافر قتل ہو گیا۔ میں نے بھی تیر لیا اور تاک کر ایک آدمی کے مارا، وہ مر گیا پھر تیسرا مر گیا، اور اس طرح وہ اس جگہ سے بھاگ گئے۔ میں نے ان تیروں کو اٹھا کر ترکش میں یہ کہہ کر رکھ لیا کہ یہ تیر بہت مبارک ہیں۔ یہ تیر حضرت سعدؓ کے پاس مرتے دم تک رہے پھر ان کے بیٹے کے پاس رہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابو حازم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا میں جانتا ہوں کس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھویا، اور کس نے پانی بہایا تھا اور کس چیز سے دوا کی گئی تھی؟ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ زخم کو دھوتی تھیں اور حضرت علی پانی بہاتے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی سے خون زیادہ نکلتا ہے۔ تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ لگائی تو خون بند ہو گیا

اور صحیحین میں یہ بھی ہے کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپ کے سر پر زخم آیا جس سے خون بہنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا " وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے

اپنے نبی کا چہرہ زخمی کر دیا اور اس کے دانت گرا دیئے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے لئے بد دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لیس لک من الامر شیئٌ — آپ کے بس میں کوئی چیز نہیں یا ان کے

او یتوب علیھم او یعذبھم — لئے توبہ کریں یا ان کو عذاب دیا جائے

فانھم ظالمون — یہ ظالم ہیں۔

جب لوگ فرار اختیار کرنے لگے تو حضرت انس بن نضرؓ نے فرار اختیار نہیں کی۔ اور کہا اے اللہ جو کچھ مسلمانوں نے کیا ہے میں آپ سے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اور جو کچھ کافروں نے کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذ مل گئے، اور بولے۔ ابو عمر! کہاں کو؟ تو جواب دیا وہ جنت کی خوشبو آرہی ہے اور آگے بڑھ گئے اور جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ وہ اتنے شدید زخمی ہو گئے تھے کہ شناخت نہیں ہوتے تھے، ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے شناخت کیا تھا۔ ان کے اسی سے زیادہ زخم آئے تھے۔

دن کے شروع حصہ میں تو کافروں کو شکست ہو گئی تھی جیسا کہ گذر چکا ہے تو ابلیس پکارا کہاں بھاگتے ہو، لوٹ آؤ۔ حضرت حذیفہؓ نے اپنے والد کو دیکھا کہ مسلمان ان کو کافر سمجھ کر قتل کرنا چاہتے ہیں، حضرت حذیفہؓ نے ہر چند پکارا یہ میرے باپ ہیں! لیکن کسی نے نہ سُنا، حتیٰ کہ اُن کو قتل کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو اس کی دیت دینا چاہی تو عرض کیا یہ دیت مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن مجھے سعد بن ربیع کی تلاش میں بھیجا، اور فرمایا اگر ان کو دیکھو! تو میرا اسلام ان کو پہنچا دو۔ چنانچہ مقتولوں کے درمیان ان کو تلاش کر رہا تھا۔ میں نے حضرت سعد بن ربیع کو ایسی حالت میں پایا کہ ان کے آخری رمق تھی۔ ان کے ستر زخم لگے ہوئے تھے، میں نے

کہا، سعد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ اور فرمایا ہے کس حال میں ہو۔ جواب دیا، اللہ کے رسول پر سلام ہو۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہو میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، اور میری قوم انصار سے کہنا اگر تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو چھوڑا تو اللہ کے یہاں تمہارا کوئی عذر نہ چلے گا، اور یہ کہہ کر اُن کی روح پرواز کر گئی۔

اسی دوران میں ایک مہاجر اور ایک انصاری خون میں ڈوبے ہوئے جا رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ خبر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں انصاری نے کہا، کیا ہوا، آپ نے فرائض تبلیغ ادا کر دیئے۔ اب تم اپنے دین کے لئے لڑو! اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل — اور محمد اللہ کے ایک رسول ہی ہیں آپ سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔

عبداللہ بن حزام نے کہا کہ میں نے احد سے پہلے خواب میں دیکھا کہ مبشر بن عبدالمنذر نے مجھ سے کہا تم چند دن میں ہم سے آملو گے۔ میں نے کہا تم کہاں ہو، جواب دیا جنت میں جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں۔ میں نے کہا تم تو بدر میں قتل ہو چکے تھے جواب دیا ہاں، لیکن اللہ نے ہمیں زندہ کر دیا۔ اس کا ذکر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ فرمایا، یہ شہادت ہے۔

اور خیثمہ نے کہا ہے کہ میرا بیٹا بدر میں شہید ہو گیا تھا میں نے گذشتہ رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا کہ نہایت اچھی صورت میں سیر کرتا پھرتا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ آپ ہمارے پاس آجائیے۔ اللہ نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اُس کو حق پایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے ملنے کا مشتاق ہوں، بوڑھا ہو گیا ہوں اور ہڈیاں بھی کمزور ہو گئی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور وہ

احد میں شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن جحش نے اس دن کہا "اے اللہ میں قسم کھاتا ہوں، اگر مجھ سے کسی دشمن نے ملاقات کی اور اس نے مجھے قتل کردیا اور میرے ناک کان کاٹ دیئے اور میرا پیٹ پھاڑ دیا اور تو نے مجھ سے پوچھا یہ کیوں؟ تو میں عرض کروں گا یہ تیری راہ میں ہوا ہے۔

عمرو بن جموح لنگڑے تھے اور ان کے چار بیٹے جوان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے جب احد کا دن آیا تو انھوں نے بھی جہاد کا ارادہ کیا ان کے بیٹوں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے جہاد آپ پر مقرر نہیں کیا ہے اور ہم آپ کی طرف سے جہاد کرتے ہیں۔ عمرو بن جموح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا میرے بیٹے مجھے منع کرتے ہیں اور میں شہید ہونا چاہتا ہوں۔ یہ لنگڑا پن میرے اور جنت کے درمیان حائل ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جہاد نہیں رکھا ہے۔ ان کے بیٹوں سے کہا ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے یہ بھی میدان احد شہید ہو گئے تھے۔

نافع بن جبیر کہتے ہیں میں نے ایک مہاجر سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں میدان احد میں موجود تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر جانب سے تیر آرہے تھے اور واپس ہو جاتے تھے

زہری اور عاصم بن عمر، محمد بن یحییٰ بن حبان نے کہا ہے۔ یوم احد بڑی ہی آزمائش کا دن تھا اللہ تعالیٰ نے مومنین کی آزمائش کی تھی اور منافقین جذباتی اسلام ظاہر کرتے تھے ان کی بن آئی تھی، اللہ تعالیٰ نے جس کو شہادت سے مکرم کیا چاہا اُس کو شہادت عطا فرمائی اور قرآن پاک میں سورۃ آل عمران کی ساٹھ آیتیں قصہ احد کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ پہلی آیت اذ غدوت سے لیکر آخر قصہ تک یہ آیات ہیں۔

احکامات مستنبطہ از غزوۂ احد

پہلا حکم تو یہ ہے کہ جب غزوہ کا ارادہ کر لیا جائے تو وہ لازم ہو جاتا ہے چنانچہ جس نے جہاد کے لئے ہتھیار لگائے اور جہاد کا سامان کر لیا پھر اس کے لئے واپس ہونا جائز نہیں [۱]

۲۔ جب دشمن مسلمانوں کے شہر پر حملہ کر دے تو ان کو باہر نہ نکلنا چاہئے بلکہ شہر میں رہ کر ہی جنگ کرنا چاہئے، جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے مشورہ دیا تھا۔

۳۔ امام کے لئے جائز ہے کہ اگر رعیت کی زمین لشکر کے راستہ میں آجائے تو اس سے لشکر کو گذار سکتا ہے اگرچہ مالک راضی نہ ہو۔

۴۔ امام ان بالغوں کو شرکت جہاد (قتال) کی اجازت نہ دے جو اس کی طاقت نہ رکھتے ہوں اگر وہ نکل آئیں تو اس کو واپس کر دے جیسا کہ آپ نے ابن عمرؓ وغیرہ کو واپس کر دیا تھا۔

۵۔ عورتوں کو غزوات میں لے جانا اور ان سے تعاون حاصل کرنا جائز ہے۔

۶۔ دشمن سے مقابلہ کرتے وقت فریب سے کام لیا جا سکتا ہے

۷۔ زخم لگنے وغیرہ عذر کی بنا پر امام بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور نمازی اس کے پیچھے کھڑے ہوں یہ جائز ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور یہ سنت اب تک جاری ہے۔

۸۔ یہ دعا کرنا جائز ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے .... اور اس کی تمنا کرنا بھی جائز ہے۔ یہ تمنا بالموت نہیں ہے جیسا کہ عبد اللہ بن جحشؓ نے دعا کی تھی۔

۹۔ اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو قتل کرے تو وہ دوزخی ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ

---

[۱] گویا جس طرح نماز کی تحریمہ باندھ لینے سے نماز پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے قزمان کے بارے میں فرمایا تھا، جب وہ زخموں کی تاب نہ لا سکے تو از خود ہی ہلاک ہو گئے۔

۱۰۔ شہید کے بارے میں سنت یہ ہے کہ نہ اُس کو غسل دیا جائیگا اور نہ کفن دیا جائیگا اور نہ اُس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی[۱] بلکہ اس کو ان ہی کپڑوں میں معہ خون دفن کر دیا جائے گا۔

۱۱۔ شہید اگر جنبی ہو تو اُس کو غسل دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت حنظلہ کو ملائکہ نے غسل دیا تھا۔

۱۲۔ شہیدوں کے بارے میں مسنون یہی ہے کہ ان کو ان کی شہادت گاہ ہی میں دفن کر دیا جائے گا وہاں سے منتقل نہ کیا جائے[۲]۔ جب کچھ صحابہؓ نے اپنے مقتولین کو مدینہ کی طرف منتقل کرنا چاہا تھا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرا کے مقتولین کو واپس کرا دیا تھا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی، میرے والد اور ماموں کی لاشوں کو مدینہ منورہ میں دفن کرنے کے لئے واپس لائیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ نے ہمیں امر فرمایا کہ ہم ان کو ان کے مقتل ہی میں دفن کریں اور مجھ سے معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت کے زمانے میں جب ایک آدمی نے دریافت کیا تو میں نے یہی بتلایا اور قتیل کو اس کے مقتل ہی میں دفن کرایا۔

۱۳۔ ایک دو، تین آدمیوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا تھا اور فرمایا تھا ان میں سب سے زیادہ قرآن پاک جس کو یاد ہو اس کو لحد میں مقدم کیا جائے۔ اور آپ نے عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو

---

[۱] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

[۲] پیغمبر کے خصوصیات میں سے یہی ہے کہ ان کا وصال جس جگہ ہو وہیں دفن کیا جائے۔ اس سے شہید کے مرتبہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے

بن جموح کو ایک ہی قبر میں دفن کیا، کیونکہ ان میں آپس میں زیادہ محبت تھی، اور فرمایا تھا ان دونوں دوستوں کو ایک ہی قبر میں دفن کردو۔ جب ایک مدت کے بعد ان کی قبر کو کھولا گیا تھا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا ہاتھ بدستور اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا، جب ان کے ہاتھ کو ہٹایا گیا تو اس سے خون بہنے لگا۔ لہٰذا اس ہاتھ کو پھر وہیں رکھ دیا تو خون بند ہو گیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میرے والد کی قبر جب کھولی گئی تو میں نے دیکھا گویا وہ سو رہے ہیں اور ان کی کسی چیز میں تغیر نہیں آیا تھا اور ان سے کفن کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ بھی ویسا ہی پایا گیا ان کو ایک چادر سے ڈھک دیا گیا تھا حالانکہ چالیس سال گذر چکے تھے۔

۱۴۔ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کو ان کے لباس ہی میں دفن کیا تھا وہ مستحب ہے یا اولیٰ یا واجب ہے۔ اس میں دو قول ہیں، سب سے ظاہر قول، امام ابوحنیفہؒ کا ہے یہی اصحاب شافعیؒ سے معروف ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یعقوب بن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو کپڑے بھیجے تاکہ ان میں حضرت حمزہ کو دفن کیا جائے تو آپ نے ایک کپڑے میں حضرت حمزہ کو اور دوسرے کپڑے میں دوسرے آدمی کو کفنایا۔ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کفار نے حضرت حمزہ کا مثلہ کر دیا تھا اور ان کا پیٹ چاک کر دیا تھا اور ان کا جگر نکال لیا تھا۔ اس وجہ سے ان کو اصلی کپڑوں کے ساتھ یہ دوسرا کفن دیا گیا۔ یہ قول ضعیف ہے اور ایسا ہی ضعیف ہے جیسا کہ کہا جائے کہ جنبی شہید کو غسل دیا جائے۔

۱۵۔ میدان جنگ میں شہید پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی آپ نے شہداء احد پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ اور آپ سے مروی نہیں ہے کہ آپ نے دیگر غزوات میں کسی شہید پر جنازہ کی نماز پڑھی ہو۔ اور ایسا ہی خلفائے راشدین

سے اور ان کے بعد والوں نے کیا، اور اگر یہ کہا جائے کہ صحیحین میں عقبہ بن عامر رض کی حدیث ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ نے شہداء احد پر ایسے ہی نماز پڑھی جیسا کہ میت پر پڑھتے ہیں اور پھر منبر کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی کہا گیا ہے کہ آپ نے آٹھ سال کے بعد وصال سے پہلے بطور رخصت ہونے والے "کے پڑھی تھی۔ اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسا کہ آپ وصال سے پہلے بقیع (قبرستان) تشریف لے گئے تھے اور وہاں اہل بقیع کے لئے دعائے مغفرت کی تھی گویا آپ ان سے جدا ہونے والے تھے یہ نہیں ہے کہ میت کے لئے مسنون بھی یہی ہے۔ اگر یہ بات تھی تو آپ آٹھ سال تک مؤخر نہ کرتے خصوصاً وہ حضرات جن کا مسلک یہ ہے کہ قبر پر جنازہ کی نماز جائز نہیں یا مہینہ بھر کے بعد جائز نہیں ہے

۱۶۔ جو لوگ معذور ہیں ان پر جہاد کے لئے نکلنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ عمرو بن جموح کے واقعہ سے ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو جائیں تو جائز ہے۔

۱۷۔ اگر مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر سمجھتے ہوئے قتل کردیں تو امام کے ذمہ ہے کہ وہ بیت المال سے دیت ادا کرے، جیسا کہ آپ نے ابو حذیفہ رض کی دیت ادا کرنا چاہی تھی لیکن حضرت حذیفہ نے لینے سے انکار کردیا تھا، اور کہہ دیا تھا کہ یہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

غزوۂ احد کے اسرار

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں جہاں سے قصہ احد کو شروع کیا ہے اور وَ اِذْ غَدَوْتَ سے لیکر ۶۰ آیتیں ہیں، ان میں بہت سے اسرار اور حکم بیان فرمائے ہیں مثلاً

۱۔ معصیت اور نافرمانی کا انجام بزدلی اور تنازع (آپس کی پھوٹ) ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

لقد صدقکم اللہ وعدہٗ اذ تحسونھم باذنہ حتیٰ اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم

اور اللہ نے سچا کر دیا اپنے وعدہ کو تم سے جب تم نے قتل کیا ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ تم کو دکھادی تمہاری محبوب چیز، کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا کو اور کوئی چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو الٹ دیا ان سے تاکہ تم کو آزمائے، اور اس نے تم کو معاف کر دیا

جب حضراتِ صحابہؓ اپنی معصیت اور پھوٹ اور بزدلی کا اچھی طرح مزہ چکھ چکے تو وہ اس سے بہت پرہیز کرنے لگے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رسولوں اور ان کے متبعین کے بارے میں سنت جاریہ ہے کہ ان کے حق میں ہار جیت نوبت بہ نوبت آتی ہے اور انجام کار ان ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ اگر ان کو ہمیشہ فتح ہی حاصل رہے تو ان کے ساتھ مسلم اور غیر مسلم سب ہی شریک ہو جائیں اور اگر ہمیشہ ان کے مخالفوں ہی کو کامیابی حاصل رہے تو پھر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ایسا ہونا رسول ہونے کی علامت ہے یہی بات ہرقل نے ابوسفیان سے کہی تھی۔ کہا تھا "جنگی پوزیشن ان کے اور تمہارے درمیان کیسی ہے۔ جواب دیا "کبھی وہ اور کبھی ہم" ہرقل نے کہا "رسول کی آزمائش اسی طرح ہوتی ہے اور انجام کار ان کے حق میں ہوتا ہے۔

۴۔ مومن اور منافق میں تمیز ہو گئی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو دشمن پر بدر میں غلبہ عطا فرمایا، تو منافقین ان کے ساتھ ظاہراً اسلام میں داخل ہو گئے پس اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ ہوا کہ بندوں کے لئے کوئی محنت مقرر کی جائے

جس سے مومن اور منافق میں امتیاز ہو جائے لہٰذا منافقین کے سردار نہایت کھل کر ظاہر ہوگئے اور جو چیز وہ چھپائے ہوئے تھے اس کو بھی ظاہر کر دیا۔ اس طرح لوگوں کی تقسیم تین گروہ، مومن، منافق، کافر کے درمیان ہوگئی۔ مومنین پر یہ واضح ہوگیا کہ ان کے دشمن ان کے گھروں میں بھی موجود ہیں جن سے علیحدہ ہونا مشکل ہے پس وہ ان سے بچنے کے لئے مستعد ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ۔

ما کان اللّٰہ لیذر المومنین	اور اللہ وہ نہیں جو چھوڑ دے
علیٰ ما انتم علیہ حتیٰ یمیز	مسلمانوں کو اس پر جس حالت پر تم ہو جب تک
الخبیث من الطیب و ما کان	کہ جدا نہ کر دے ناپاک کو پاک سے اور اللہ نہیں
اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب و	ہے کہ خبر دے تم کو غیب پر لیکن
لکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ	اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں
من یشاء	سے جس کو چاہتا ہے

اللہ تعالیٰ شانہ نے نہایت واضح طور پر منافقین کو ظاہر کر دیا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے دوستوں کی عبودیت کو رنج میں اور راحت میں اور ان چیزوں میں جن کو پسند کرتے ہیں اور جن کو پسند نہیں کرتے اپنی فتحمندی میں بھی اور دشمنوں کے غلبہ کی صورت میں بھی نمایاں فرمایا۔ جب وہ ہر حال میں ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ کے خالص بندے ثابت ہوئے نہ ایسے بندے جو صرف راحت اور آرام ہی میں بندگی اختیار کرتے ہیں اور دوسرے وقت نہیں۔

۶۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر حال میں مومنین ہی کو غلبہ عطا فرماتا، تو ان کے نفوس میں بغاوت پیدا ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معاملہ میں نہایت مدبر اور حکیم ہے وہ جس وقت جیسا چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

۷۔ مومنین کو جب فتح وشکست سے سابقہ پڑتا ہے تو ان میں ذلت اور سکنت پیدا ہوتی ہے جو ذریعہ بن جاتی ہے نصرت اور غلبہ کا۔ اس لئے کہ نصرت کا لباس ذلت وانکساری کے لئے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ	اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں مدد کی اور تم کمزور تھے

اور ارشاد فرمایا ہے:۔

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم	اور حنین کے دن تمہاری کثرت نے تمھیں عجب میں مبتلا کر دیا تھا۔

علامہ نے بہت دور تک سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیات کی تفسیر اسی طرح بیان کی جس کے چند نمونے اوپر ذکر ہو چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ایک حصے زائد ہے اس وجہ سے اس کا ترجمہ حذف کر دیا۔

احد سے مراجعت جنگ ختم ہونے کے بعد مشرکین واپس ہوئے تو مسلمانوں کو خیال ہوا کہ وہ لوگ شاید مدینہ منورہ پہونچکر، بچوں عورتوں، اور اموال پر غارت گری ڈالیں گے۔ یہ خیال مسلمانوں کے لئے نہایت سوہان روح ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا ان کا تعاقب کیا جائے اور دیکھا جائے وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر وہ بلا سوار ہوئے جاتے ہیں تو مدینہ کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر سوار ہو چکے ہیں تو مکہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر وہ مدینہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہمیں فوراً چلنا چاہیے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں ان کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ انھوں نے مکہ کا رُخ کر لیا ہے۔ اور ابوسفیان نے ایک اونچی جگہ چڑھ کر کہا "اب تمہاری اور ہماری ملاقات اسی موسم میں پھر بدر میں ہو گی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہہ دو یہ چیلنج قبول ہے،

جب ابوسفیان درمیان راستہ پر پہونچا تو کافروں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور کہا تم نے ان پیچھا کرنے والوں کو کیوں چھوڑ دیا۔ اگر ان پر حملہ کر دیتے تو ان کا دبدبہ ختم ہو جاتا۔ ابھی ان کے سردار حیات ہیں وہ ہمارے خلاف پھر جمع ہو جائیں گے لہٰذا لوٹنا چاہیئے۔ یہ خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی۔ تو آپ نے دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے اعلان کر دیا، اور فرمایا ہمارے ساتھ وہی چلیں جنکو شہادت محبوب ہے۔ یہ سنکر آپ سے عبداللہ بن ابی نے کہا میں آپ کے ساتھ چلوں گا، آپ نے فرمایا نہیں۔ اور سب مسلمانوں نے باوجود شدید زخمی ہونے کے چلنے کا ارادہ کر لیا۔ اور جابر بن عبداللہ رضؓ نے کہا کہ "حضور! میں ہر مشہد پر آپ کے ساتھ رہوں گا۔ حالانکہ میرے والد، میرے لئے میری بہنوں کو چھوڑ گئے ہیں۔ حضور صلعم نے ان کو بھی اجازت دیدی۔

غزوہ حمراءالاسد غرضکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان حمراءالاسد تک آئے۔ یہاں آپ سے معبد بن ابی معبد نے ملاقات کی اور مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کو ابی سفیان کے پاس بھیجا، اور فرمایا اپنا اسلام ظاہر نہ کرنا۔ چنانچہ ابو معبدؓ نے ابوسفیان سے روحاء میں ملاقات کی۔ ابوسفیان نے پوچھا۔ ابو معبدؓ تمہارے پیچھے کون ہے۔ کہا، محمد صلعم اور ان کا لشکر آرہا ہے۔ وہ اتنی بڑی جماعت لیکر آرہے ہیں کہ میں نے اتنی بڑی جماعت نہیں دیکھی۔ پوچھا اب تیری رائے کیا ہے؟ کہا تمہارے کوچ کرنے سے پہلے ہی وہ یہاں آجائیں گے، لہٰذا یہاں سے بھاگ جاؤ۔ چنانچہ یہ سنکر ابوسفیان نے مکہ کا راستہ اختیار کیا۔ ابوسفیان سے راستہ میں بعض مشرکین ملے تو اُن سے کہا، محمد صلعم تک یہ پیغام پہونچا دینا اور جب تو مکہ آئیگا تو میں تجھے ایک اونٹ زبیب (دونگا) کہ آئندہ ہم تمہاری جڑیں کاٹ دیں گے جب یہ سُنا تو کہا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" اس طرح مسلمان اللہ تعالیٰ

کے فضل اور انعام کے ساتھ واپس آئے

یاد رہے واقعہ احد، شوال ہفتہ کے دن ۳ھ میں ہوا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہونچکر، بقیہ شوال، ذیقعدہ ذی الحجہ، محرم کے مہینے میں قیام فرمایا۔ جب محرم کی چاند رات ہوئی تو آپ کو معلوم ہوا کہ طلحہ اور سلمہ خویلد کے بیٹے اپنی قوم کو لیکر چل دئے ہیں اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ملا لیا ہے۔ بنی اسد بن خزیمہ کو ساتھ لیکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلعم نے ابو سلمہ رض کو بھیجا اور ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا، اور ان کے ساتھ ڈیڑھ سو آدمی اور گئے۔ جب یہ پہونچے تو ان کے ہاتھ بہت سے اونٹ اور بکریاں آئیں اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

۴۵
پینتالیسواں باب

چند اہم واقعات اور غزوات

واقعہ حضرت خبیبؓ

۵ محرم سنہ ۴ھ کو آپ کو خبر ملی کہ خالد بن ابی سفیان ھذلی نے ایک لشکر جمع کیا ہے۔ آپ ... نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو اس کے تعاقب میں بھیجا اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے اس کا سر قلم کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے ان کو خوش ہو کر "عصا" مرحمت فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ "یہ میرے اور تیرے درمیان قیامت کے دن ایک علامت ہو گی جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا انتقال ہوا تو انھوں نے وصیت کی کہ وہ عصا ان کی قبر میں رکھ دیا جائے اس معرکہ میں حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی ۱۸ راتیں صرف ہوئی تھیں۔ اس طرح ان کی واپسی ہفتہ کے دن ۲۳ محرم الحرام کو ہوئی۔

جب صفر کا مہینہ شروع ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں "قوم عضل اور قارہ" حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہماری قومیں مسلمان ہو چکی ہیں اس لئے ہمارے سکھانے کے لئے معلمین کو مقرر فرما دیجئے۔ ابن اسحٰق کے قول کے مطابق آپ نے "چھ" صحابہؓ کو بھیجا اور بخاری نے کہا ہے کہ وہ دس تھے اور ان پر مرثد... بن ابی مرثد... غنوی رضؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ اسی قافلہ میں حضرت خبیبؓ بن عدیؓ بھی تھے۔

جب یہ قافلہ مقام "رجیع" (حجاز کے کونے میں چشمہ دار ایک جگہ ہے)

پہونچا تو کافروں کی جماعت نے غدر کیا اور چیخ کر قبیلہ بدیل کو پکارا، ان سب نے آکر ان لوگوں کا احاطہ کر لیا اور سب کو توقتل کر دیا، اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو گرفتار کر لیا اور مکہ معظمہ میں لیجاکر فروخت کر دیا۔ ان دونوں نے میدان بدر میں سرداران قریش کو قتل کیا تھا۔ ان دونوں کو قریش مکہ نے قید میں رکھا پھر سب نے بالاتفاق طے کیا کہ ان کو قتل کر دینا چاہیے۔ چنانچہ ان کو تنعیم کی طرف لے جایا گیا۔

حضرت خبیبؓ کا معاملہ یہ ہوا کہ جب ان کو سولی دی جانے والی تھی تو انھوں نے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دیدی جائے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت خبیبؓ نے فرمایا "قسم خدا کی اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ میں موت سے خوف زدہ ہوں تو اور زیادہ پڑھتا۔ اس کے بعد دعا کی۔

اے اللہ ان کی پوری تعداد کو گھیر لے اور ان
کی طاقت کو کم کر دے اور ان میں کا کوئی بھی باقی
نہ رہے

(اور چند دردناک قسم کے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے) ابوسفیان نے کہا کہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم تیری جگہ ہوں اور ہم ان کو قتل کر دیں اور تجھے چھوڑ دیں۔ حضرت خبیبؓ نے جواب دیا "قسم خدا کی مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کانٹا ہی چبھ جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت خبیبؓ وہ پہلے شخص ہیں کہ جن سے قتل سے قبل نماز پڑھنے کی سنت جاری ہوئی اور عبدالبرؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت خبیبؓ نے قتل سے پہلے دو رکعت ادا کیں۔ اسی طرح عمال دمشق میں سے

حجر بن عدیؓ کے قتل کردینے کا حکم جب امیر معاویہؓ نے دیا تو انھوں نے بھی دو رکعت ادا کیں
. بہرحال کافروں نے حضرت خبیبؓ کو سولی دیدی۔ اوران کی لاش پر پہرہ بٹھادیا کہ کوئی
اُٹھاکر نہ لے جائے۔ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمریؓ ایک رات دھوکہ سے ان کی لاش
کو اُٹھالائے اوراس کو دفن کردیا۔ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت خبیبؓ زمانہ اسارت
میں، مکہ معظمہ میں انگور اور کھجوریں اور میوہ جات کھایا کرتے تھے حالانکہ یہ چیزیں مکہ میں
پیدا نہیں ہوتی تھیں۔

حضرت زید کو صفوان بن اُمیہ نے خریدا تھا، اس نے ان کو اپنے باپ کے
بدلے میں قتل کیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس واقعہ کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہ حضرات جاسوسی
کرنے کے لئے گئے تھے تاکہ قریش کی خبریں معلوم کریں، بنو لحیان نے راستے میں مزاحمت
کی تب یہ واقعہ پیش آیا۔

واقعہ بیر معونہ صفر ۴ھ کو واقعہ بیر معونہ پیش آیا جس کا ملخص یہ ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ابو برار عامر بن مالک مدینہ
منورہ میں حاضر ہوا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، لیکن اس نے نہ تو انکار
کیا اور نہ قبول کیا۔ اور کہا اگر آپ اپنے اصحاب کو اہل نجد کے پاس بھیجیں کہ وہ
ان کو آپ کے دین کی دعوت دیں تو اُمید ہے کہ وہ قبول کرلیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، مجھے
ان سے اندیشہ ہے، ابو عامر نے کہا میں ذمہ دار ہوں (چنانچہ ابن اسحق کے قول کے
مطابق آپ نے ۴۰ صحابہ کو اور بخاری کے قول کے مطابق ۷۰ صحابہ کو اس کے ساتھ
کردیا (اور بخاری کی روایت صحیح ہے) ان پر منذر بن عمرو کو امیر مقرر فرمایا، یہ ستر حضرات
مسلمانوں میں سردار، علماء، قرا تھے۔ جب یہ قافلہ بیر معونہ کے پاس پہونچا (یہ
بنی عامر اور بنی سلیم کے قبیلوں کے درمیان ایک جگہ ہے) تو انھوں نے حرام بن
ملحانؓ برادر ام سلیمؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی دیکر بھیجا۔

اللہ کے دشمن عامر بن طفیل نے اس کو پڑھا بھی نہیں اور قاصد کی کمر میں نیزہ بھونک دیا جب قاصد نے خون بہتے دیکھا تو کہا "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا" فوراً ہی عامر بن طفیل نے بقیہ ستر صحابہ رضہ کو قتل کرنے کے لئے پورے قبیلہ والوں کو جمع کیا۔ انھوں نے "ابو براء" کے جوار کی وجہ سے انکار کردیا، تو خدا کے دشمن نے بنی سلیم کو جمع کیا اور وہ تیار ہوگئے، اور عصیہ، رعل اور ذکوان نے بھی ساتھ دیا، ان سب نے آکران ستر کا محاصرہ کرلیا اور سب کو قتل کردیا، صرف کعب بن زید بخاری رضہ بچے، اور وہ بھی اس طرح کہ ان کو مقتولین کے درمیان مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، ان کی حیات تھی اور وہ غزوۂ خندق تک حیات رہے۔[1]

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری اور حارث بن صمہ قافلہ کے اونٹ چرانے گئے تھے اُنھوں نے جب جائے واقعہ پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو اُن میں سے حضرت حارث بھی اوپر سے اتر آئے اور کافروں کے ساتھ جنگ کرکے شہید ہوگئے اور عمرو بن اُمیہ گرفتار ہوگئے جب کافروں کو معلوم ہوا کہ وہ قبیلہ ضمر سے ہیں تو ان کو آزاد کردیا۔ چنانچہ یہ واپس آگئے، جب یہ مقام قرقرہ پر پہنچے تو ایک پیڑ کے نیچے سایہ میں دم لینے کو بیٹھ گئے تو دو آدمی عامری قبیلے کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن دیدیا تھا۔ اور امان نامہ اُن کے پاس تھا، حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری کو یہ خبر نہ تھی۔ جب وہ دونوں سو گئے تو ان دونوں کو قتل کردیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] ان ستر صحابہ رضہ نے خدا سے دُعا کی تھی کہ خدایا ہمارا سلام حضور تک پہونچادے چنانچہ حضرت جبرئیل نے ان کا سلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ روایت ہے کہ ان ہی حضرات کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی تھی جو بعد میں منسوخ التلاوت ہوگئی بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضانا۔ الآیۃ۔ روضۃ الاحباب ص۲۸۹ ج ۱

حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا تم نے برا کیا، ان کی دیت ہمارے ذمہ ہے۔ اس دیت کو وصول کرنے کے لئے آپ قبیلہ بنی نضیر کے پاس گئے اور اسی وجہ سے واقعہ بنی نضیر پیش آیا تھا اور چھ دن تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا تھا اور حضرت علی رضؓ کو مدینہ منورہ پر امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور یہ ربیع الاول ۴ھ کا واقعہ ہے۔

غزوہ بنی نضیر (علامہ ابن حزم نے فرمایا ہے اسی زمانہ میں شراب حرام ہوئی تھی) بنو نضیر کا محاصرہ اس شرط پر ختم کیا گیا تھا کہ ہتھیاروں کے علاوہ جتنا سامان لادکر لے جا سکتے ہوں ساتھ لیکر چلے جائیں اور بستی کو خالی کر دیں، لہذا ان کے اکابر حی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، خیبر کی طرف چلے گئے اور انکی ایک جماعت ملک شام کی طرف چلی گئی، اور اُن کے دو آدمی، یامین بن عمرو، ابو سعد بن وہب رضؓ مسلمان ہو گئے اس طرح ان دونوں کے اموال بھی محفوظ ہو گئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے اموال کو صرف مہاجرین اول کے درمیان تقسیم کر دیا، کیونکہ عام مسلمانوں نے اس مہم کو قوت کے ذریعہ سر نہیں کیا تھا۔

سہیل بن حنیف اور ابو دجانہ رضؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فقر و فاقہ کی وجہ سے مال غنیمت میں سے حصہ دیا تھا اور یہ دونوں انصاری تھے۔

سورۂ حشر اسی غزوہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اہل مغازی کے نزدیک یہی صحیح ہے، اور ابن شہاب زہری نے کہا ہے کہ غزوہ بنی نضیر بدر کے چھ مہینہ بعد ہوا ہے یہ ابن شہاب کا وہم ہے اور اس میں شک نہیں ہے۔ یہ غزوہ احد کے بعد ہوا۔ اور بدر کے چھ مہینہ کے بعد جو غزوہ ہوا تھا وہ غزوہ بنی قینقاع تھا، اور غزوہ بنی قریضہ بعد خندق کے ہوا تھا، اور خیبر بعد حدیبیہ کے ہوا تھا۔ اس طرح یہود کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ کے چار غزوات ہوئے۔

ف :۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قنوت نازلہ ایک مہینہ تک پڑھی اور ان کے لئے بددعا کی تھی، جنھوں نے بیر معونہ میں قرا صحابہ رض کو شہید کیا تھا۔ اور دعا قنوت رکوع کے بعد پڑھی تھی جب وہ تائب ہوکر اور مسلمان ہو کر حاضر ہو گئے تھے تو آپ نے اُس کو ترک کر دیا تھا۔

غزوۂ ذات الرقاع یہ غزوہ نجد کے علاقہ میں ہوا، آپ ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴ھ میں بنی ثعلبہ بن سعد بن غطفان سے جنگ کرنیکے لئے نکلے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ محرم کا مہینہ تھا۔ مدینہ منورہ پر آپ نے حضرت ابوذر غفاری رض کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور کہا گیا ہے کہ عثمان بن عفان رض کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور چار سو اصحاب اور دوسری روایت ہے سات سو اصحاب کو لیکر چلے غطفان کی جماعت سے مقابلہ ہوا، لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اسی زمانہ میں مسلمانوں کو آپ نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔ ابن اسحٰق اور دوسرے اصحاب سیر نے یہی کہا ہے۔ اور علماء کی جماعت کثیر نے اسی کو قبول کیا ہے لیکن یہ مشکل ہے، کیونکہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ یوم خندق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا مشرکین نے محاصرہ کرلیا تھا کہ عصر کی نماز فوت ہوگئی اور سورج چھپ گیا، اور سنن اور مسند احمد اور مسند شافعی میں ہے کہ صلوٰۃ ظہر، عصر، مغرب، عشاء فوت ہو گئی تھیں اور آپ نے ان سب کو بعد میں ایک ساتھ ادا کیا اور یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کے نازل ہونے سے پہلے پیش آیا اور یہ ظاہر ہے کہ غزوۂ خندق، غزوۂ ذات الرقاع کے بعد سنہ ۵ھ میں ہوا۔

صلوٰۃ خوف کی مشروعیت ظاہر یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی صلوٰۃ خوف عسفان میں ادا کی جیساکہ ابو عیاش زرقی نے کہا ہے کہ ہم عسفان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمراہ تھے کہ آپ نے ہمیں ظہر میں صلوٰۃ خوف پڑھائی اور مشرکین کی فوج کی قیادت خالد بن ولید کر رہے تھے۔ خالد بن ولید نے کہا، ہمیں ان کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ان کی نماز کا وقت آنے والا ہے اور نماز ان کو مال اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ فوراً ہی ظہر اور عصر کے درمیان صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو جماعت بنا کر نماز پڑھائی اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم، ضجنان اور عسفان کے درمیان اُترے ہوئے تھے۔ سامنے سے مشرکین نے محاصرہ کر رکھا تھا مشرکین نے آپس میں کہا "ان لوگوں کے نزدیک نماز اپنے مال اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اس وقت اُن پر یکبارگی حملہ کر دینا چاہئے، چنانچہ فوراً ہی حضرت جبرئیلؑ (صلوٰۃ خوف کا حکم لیکر) نازل ہوئے اور کہا "مسلمانوں کی دو جماعت کی جائیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ غزوہ عسفان، غزوۂ خندق کے بعد ہوا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ نے صلوٰۃ خوف غزوۂ ذات الرقاع میں پڑھی، پس معلوم ہوا وہ غزوۂ خندق اور غزوہ عسفان کے بعد ہوا۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوموسیٰ رض غزوۂ ذات الرقاع میں شریک تھے جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:۔

میں غزوۂ ذات الرقاع میں شریک تھا اور صحابہؓ
اپنے پیروں کو کپڑے کے ٹکڑے لپیٹے ہوئے تھے[1]

---

[1] سنگلاخ زمین ہونے کی وجہ سے حضرات صحابہ رض کے پیر زخمی ہونے لگے تھے، اس وجہ سے انھوں نے پیروں کو کپڑا لپیٹ لیا تھا۔

اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہوا۔ رہا حضرت ابو ہریرہ کی شرکت کا معاملہ تو سنن اور مسند میں مذکور ہے کہ ان سے مروان بن حکم نے سوال کیا، کیا تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی ہے انھوں نے جواب دیا۔ ہاں، پوچھا، کب؟ کہا، غزوۂ نجد میں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم غزوہ ذات الرقاع کے بعد ہوا ہے۔ جنھوں نے اس کو خندق سے پہلے تبلایا ہے انھوں نے غلطی کی ہے، اور جن حضرات کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ انھوں نے کہہ دیا کہ "غزوۂ ذات الرقاع، دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک خندق سے پہلے اور ایک خندق کے بعد۔ یہ ان لوگوں کی مستقل عادت ہے کہ تعدد واقعہ قرار دیدیتے ہیں خصوصًا جب الفاظ اور تاریخ میں اختلاف ہوجائے۔ اور بالفرض اگر ان حضرات کی بات کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ ممکن ہوجاتا ہے کہ آپ نے پہلی مرتبہ صلوٰۃ خوف نہ پڑھی ہوگی جیسا کہ قصہ عسفان سے ثابت ہوتا ہے، ان حضرات کے لئے یہ گنجائش ہے کہ کہدیں۔ یوم خندق کو موخر ماننا جائز ہے غیر منسوخ ہے، اور تقدیم ماننے کی صورت میں، صلوٰۃ خوف کو موخر ماننا پڑے گا۔

امام احمدؒ کے مسلک میں ان دونوں قولوں میں سے ایک کو اختیار کیا گیا ہے لیکن ان کے لئے قصہ عسفان میں کوئی حیلہ نہیں ہے کہ "سب سے پہلے صلوٰۃ خوف وہاں ادا کی"۔ پس صواب یہ ہے کہ عسفان کا واقعہ خندق کے بعد ہوا ہے۔ لہٰذا غزوۂ ذات الرقاع کو خندق کے بعد قرار دینے سے خیبر کے بعد قرار دینا بہتر ہے لیکن ترتیب میں اس جگہ ہم نے اہل مغازی کی تقلید میں ذکر کیا ہے اور اب ہم ان حضرات کا وہم بیان کرتے ہیں

غزوۂ ذات الرقاع خندق کے بعد ہوا ہے اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے "حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "ذات الرقاع (کتروں والے) تھے جب ہم سایہ دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیا۔ اچانک مشرکین میں سے ایک آدمی آیا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پیڑ میں ٹنگی ہوئی تھی، اس نے بڑھ کر اس کو اٹھا لیا (اس کے بعد قصہ ذکر کیا ہے) اس کے بعد اذان دی گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے دو صفیں بنائیں۔ ایک صف کو دو رکعت پڑھائیں پھر وہ پیچھے ہٹ گئے تو دوسری صف کو دو رکعت پڑھائیں۔ اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعت ہوئیں اور قوم کی دو رکعات ہوئیں۔

صلوٰۃ خوف بعد خندق کے شروع ہوئی ہے اور اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ عسفان کے بعد شروع ہوئی ہے، واللہ اعلم۔

ان حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت جابرؓ نے اپنا اونٹ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ غزوۂ ذات الرقاع میں فروخت کیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تبوک سے واپسی میں فروخت کیا تھا لیکن اس بارے میں جس قدر مرویات ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ایک ثیبہ عورت سے کیا تھا۔ تاکہ ان کی چھوٹی بہنوں کی پرورش ہو جائے؛ اس سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت جابرؓ کے والد کی شہادت کے بعد پیش آیا تھا

ذات الرقاع سے واپسی

غزوۂ ذات الرقاع سے واپس ہوتے وقت مسلمانوں نے مشرکین کی ایک عورت کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے شوہر نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کا خون نہ بہا لے اس وقت تک واپس نہ ہوگا۔ ایک رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو پہرہ دینے کے لئے عباد بن بشر اور عمار بن یاسر کو مقرر فرمایا۔ جس وقت عباد بن بشر نماز پڑھ رہے تھے، اُس وقت اس کافر نے ایک تیر پھینک کر مارا۔ انھوں نے اس کو نکال کر پھینک دیا، اور ان کی نماز باطل نہیں ہوئی حتی کہ پے در پے تین تیر مالے۔ پھر بھی

انھوں نے نماز کو نہیں توڑا۔ سلام پھیرنے کے بعد اپنے ساتھی کو بیدار کیا تو ساتھی نے کہا۔ آپ نے مجھے بیدار کیوں نہیں کر لیا تھا؟ جواب دیا۔ میں نے ایک سورت کو شروع کر رکھا تھا، اس کا توڑنا اچھا معلوم نہ ہوا۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے معلوم نہیں یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے ہوا ہے یا بعد میں ہوا، یا بدر اور احد کے درمیان میں ہوا ہے، بدر سے پہلے ہونا تو ناممکن ہے، اور قبل احد اور قبل خندق ہونا ممکن ہے۔

غزوہ بدر ثانیہ یہ گذر چکا ہے کہ ابوسفیان یہ کہہ کر واپس ہوا تھا۔ کہ بدر میں پھر اگلے سال مقابلہ ہوگا، لہٰذا جب شعبان یا ذیقعدہ کا مہینہ آیا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار اصحاب کو لیکر نکلے۔ دس گھوڑے تھے۔ آپ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو مرحمت فرمایا، اور مدینہ منورہ میں عبداللہ بن رواحہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ جب آپ بدر پہونچے تو وہاں آٹھ دن ٹھہر کر انتظار فرمایا۔

ادھر مکہ معظمہ سے ابوسفیان دو ہزار کا لشکر لیکر روانہ ہوا، اس میں پچاس گھوڑے تھے جب کفار مرالظہران پہونچے جو مکہ سے ایک منزل ہے، تو ابوسفیان نے کہا "میری رائے یہ ہے کہ یہاں سے واپس ہو جائیں، اور وعدہ خلافی کر دینی چاہیئے۔ اسی وجہ اس غزوہ کا نام بدر الموعد اور بدر ثانیہ بھی ہے۔

غزوۂ دومۃ الجندل دُومہ، دال کے ضمہ کے ساتھ ہے اور دال کے فتح کے ساتھ بھی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ربیع الاول ۵ھ میں معلوم ہوا کہ بہت سے کفار مجتمع ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کا قصد کیا۔

دومۃ الجندل مدینہ منورہ سے دس راتوں کے فاصلہ پر اور دمشق سے پانچ راتوں کے فاصلہ پر ہے۔ مدینہ منورہ پر آپ نے سباع بن عرفطہ غفاری کو خلیفہ مقرر

گیا، اور ایک ہزار مسلمانوں کو لیکر چل دیئے۔ اور آپ کے ساتھ قبیلہ بنی عذرہ کا رہبر تھا، جب آپ دومتہ الجندل کے قبائل کے قریب ہوئے تو وہ لشکر اسلام کو دیکھ کر بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کے جانوروں کو اور جو ہاتھ آیا ان کو پکڑ لیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں قیام فرمایا۔ اور چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں (سرایا) کو اِدھر اُدھر بھیجا مگر کوئی ہاتھ نہیں آیا۔ اسی موقعہ پر عینیہ بن حصن نے آپ سے صلح کر لی تھی۔

غزوۂ مریسع یہ غزوہ شعبان ۵ھ میں ہوا۔ اور اس کا یہ سبب تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ حارث بن ابی ضرار نے اپنی قوم بنی مصطلق اور دیگر عرب کو جمع کر کے جنگ کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے تصدیق حال کے لیے بریدہ بن حصیب کو بھیجا۔ وہ آئے ۔۔۔۔۔ اور حارث بن ضرار سے ملاقات کی اور واپس ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت حال کی اطلاع دی۔ آپ نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے جمع ہونا شروع کر دیا، منافقین کی بھی اچھی خاصی تعداد آپ کے ساتھ روانہ ہوئی، حالانکہ وہ اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد میں کسی غزوہ میں نہیں نکلے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر زید بن حارثہ کو خلیفہ مقرر کیا اور کہا گیا ہے کہ ابوذر کو مقرر کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نمیلہ بن عبداللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔

آپ مدینہ منورہ سے ۲ر شعبان گذرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ یہ دن پیر کا تھا۔ ادھر حارث بن ضرار کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی اطلاع ہو گئی، تو اس نے ایک جاسوس کو بھیجا جو مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اور اُس کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے کافروں میں بہت خوف وہراس پھیل گیا اور دیگر عرب جو ساتھ ہو گئے تھے وہ وہاں سے بھاگ آئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مریسع پہونچے (جو چشمہ دار مقام ہے)

تو آپ کے لئے ایک ڈیرہ کھڑا کیا گیا۔ آپ کے ساتھ حضرت عائشہ رض اور حضرت ام سلمہ رض تھیں مسلمانوں نے جنگ کا ارادہ کیا اور صف بندی کی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکر رض کے ہاتھ میں تھا، اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ رض کے ہاتھ میں تھا۔ پہلے تیر اندازی ہوئی اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکبارگی حملہ کا حکم صادر فرمایا جس کے نتیجہ میں مسلمان کامیاب ہوئے۔ اور کافروں میں سے بہت سے قتل ہوئے اور بہت سے گرفتار ہو گئے۔ آپ نے عورتوں، بچوں، جوانوں، جانوروں سب کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں میں سے صرف ایک آدمی شہید ہوا، عبدالمومن بن خلف اور دوسرے بعض لوگوں نے یہی کہا ہے، حالانکہ یہ وہم ہے اور غلط ہے بلکہ اس غزوہ میں قتال کی نوبت نہیں آئی۔ آپ نے غارت گری کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جس میں بہت سے گرفتار ہوئے تھے جیسا کہ جامع صحیح میں ہے۔ انہی قیدیوں میں سردار قوم حارث کی بیٹی "جویریہ" بھی تھیں جو حضرت قیس بن ثابت کے حصّہ میں آئیں تھی۔ اور انھوں نے ان کو مکاتبہ بنا لیا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ اس نکاح کے ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں نے بنی مصطلق کے ایک ہزار اہل بیت کو آزاد کر دیا تھا، اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

آیت تیمم | ابن سعد نے کہا ہے کہ اس غزوہ میں حضرت عائشہ رض کا ہار گر گیا تھا۔ اس کی تلاش میں مسلمان رک گئے تھے۔ تب آیت تیمم نازل ہوئی اور طبرانی نے اپنی معجم میں محمد بن اسحٰق کی روایت ذکر کی ہے۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا:

> جب میرے ہار گرنے کا واقعہ ہو چکا اور تہمت
> لگانے والوں نے بھی جو کچھ کہنا تھا کہا تو ایک سفر میں
> میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی، تو اتفاق

> ... سے میرا ہار گر گیا، اور لوگ اس کے ڈھونڈھنے میں
> لگ گئے، تو میرے والد سے لوگوں نے شکایت کی اور انہوں
> نے مجھ سے آکر کہا۔ بیٹی! ہر سفر میں ہمارے لئے یہ مصیبت کھڑی
> کردیتی ہو، لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے" تو اللہ تعالیٰ نے تیمم
> کی رخصت نازل فرمائی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آیت تیمم جس غزوہ میں نازل ہوئی وہ اور تھا، لیکن ہار کے گم ہونے کی وجہ سے "افک" کا جو واقعہ پیش آیا جس کی بنا پر بعض حضرات کو شبہ ہو گیا کہ وہ کون سے غزوہ کا واقعہ ہے؟

قصۂ افک ایک غزوہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کو ہمراہ لے گئے، کیونکہ قرعہ میں ان کا نام نکل آیا تھا۔ اور یہ اپنی ازواج کے ساتھ آپ کی عادت شریفہ تھی۔ آپ جب اس غزوہ سے واپس ہوئے تو ایک جگہ پڑاؤ کیا، تو رات کو حضرت عائشہ رض قضاء حاجت کے لئے قیام گاہ سے باہر گئیں، اور وہیں اپنی بہن کا ہار جو وہ لے گئیں تھی گرا آئیں۔ وہ اس کو تلاش کرتی ہوئی جب اس جگہ گئیں تو اس درمیان میں اونٹ پر ہودہ رکھنے والے حضرات نے خالی ہودہ رکھ دیا اور اس کے ہلکا ہونے سے ان کو احساس بھی نہ ہوا کیونکہ حضرت عائشہ رض نہایت کمسن اور ہلکی پھلکی تھیں اس وجہ سے ان لوگوں کو اس کا گمان نہ ہو سکا کہ حضرت عائشہ رض اس ہودہ میں ہیں یا نہیں۔ اگر ایک دو آدمی ہودہ رکھتے تو ایسا نہ ہوتا۔ بہرحال واپس ہو کر حضرت عائشہ رض کو ہار مل گیا منزل پر واپس ہو کر دیکھا تو قافلہ جا چکا تھا، یہ اسی جگہ اس خیال سے بیٹھ گئیں کہ آگے چل کر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ پائیں گے تو یہیں تلاش کرنے بھیجیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے تمام امور پر غالب ہے وہ جو چاہے کرتا ہے۔

حضرت عائشہ کو اسی جگہ بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ اور ان کی آنکھ صفوان بن معطل رض کی آواز انا للہ وانا الیہ راجعون! ارے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں! سے کھلی۔ حضرت صفوان بھی بہت سونے والے تھے یہ بھی لشکر کے جانے سے بیدار ہوئے تھے۔ صحیح ابن حبان اور سنن میں ہے "حضرت صفوان نے حضرت عائشہ رض کو پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا" انھوں نے نہ حضرت عائشہ رض سے کوئی بات کی اور انھوں نے بھی بجز کلمہ استرجاع کے ان سے کچھ نہ سُنا"، حضرت صفوان نے اپنا اونٹ اُن کے قریب کر دیا اور وہ اس پر سوار ہو گئیں۔ اور وہ اونٹ کو آگے سے پکڑ کر لے چلے اور دوپہر کے وقت لشکر سے جا ملے۔

منزل پر دوپہر کو پہونچنے پر جب لوگوں کو معلوم ہوا تو جیسا مُنہ ویسی بات شروع ہوئی اور خدا کے دشمن عبداللہ بن ابی نے نفاق اور حسد کی وجہ سے لوگوں کو اکٹھا کر کے طرح طرح سے باتوں کو شائع کرنا شروع کیا اور لوگوں کا بھی یہ حال ہوا کہ اس کے پاس آنا جانا شروع کر دیا (کچھ آ رہے ہیں تو کچھ جا رہے ہیں) یہ تہمت لگانے والے جب مدینہ منورہ پہونچے تو خوب باتوں کو نشر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ پھر اپنے اصحاب سے حضرت عائشہ رض کے بارے میں مشورہ کیا کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ حضرت علی رض نے اشارۃً کچھ ایسا مشورہ دیا کہ حضرت عائشہ رض کو طلاق دیدی جائے اور ان کی جگہ کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیا جائے، اور حضرت اسامہ اور دوسرے حضرات نے اس کے خلاف مشورہ دیا اور کہا دشمنوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ حضرت علی رض نے جب یہ دیکھا کہ ان کی رائے مشکوک ہو گئی ہے تو انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غم سے نجات دلانے کی وجہ سے صراحۃً کہا گویا جیسا مرض تھا ویسا علاج تجویز کیا۔ اور حضرت اسامہ رض کو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حال معلوم تھا

اور حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابوبکرؓ سے جو تعلق تھا، اُس کو بھی جانتے تھے۔ پھر وہ حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی پر یقین رکھتے تھے اور . . . . یہ بھی جانتے تھے کہ کسی خبیث عورت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اور اسی بنا پر حضرت ایوب انصاریؓ جیسے کبار صحابہؓ نے جب سُنا تو کہہ دیا یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔ بہرحال کچھ لوگوں نے ظن سوء سے کام لیا، اور مخلصین نے اس کو بہتان قرار دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

الخبیثات للخبیثین   خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے

اگر یہ کہا جائے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں توقف فرمایا۔ اور کیوں مشورہ کیا جبکہ وہ اپنے مقام کو جو اللہ کے نزدیک ان کا ہے سب سے زیادہ جانتے ہیں؟ اور کیوں نہیں فرما دیا "یہ بہتان ہے" جیسا کہ بڑے بڑے صحابہؓ نے بھی یہی کہہ دیا تھا" جواب اس کا یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حکمتیں پوشیدہ تھیں جو بعد کو ظاہر ہوئیں اور قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے واسطے (ایک راہِ عمل حاصل ہو گئی) اور ظاہر ہو گیا، کہ اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت اور ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔ اور ظالموں کو خسارا ہی حاصل ہوتا ہے (یہاں علامہ نے بہت سے اسرار بیان کئے ہیں، ان کے بعد کہا ہے) اگر آیت فوراً ہی نازل کر دی جاتی تو یہ حکمتیں فوت ہو جاتیں بلکہ ایک مہینہ کے بعد وحی نازل کی گئی جب وحی نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا مسرت ہوئی اور تمام مومنین مسرور ہوئے اور بیت رسول کی عظمت نکھر کر لوگوں کے سامنے آگئی۔

جب براءت نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد قذف جاری کرنے کا حکم دیدیا، اور مجرمین کے اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے لیکن خدا کے دشمن اور منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی پر حد جاری نہیں کی گئی اُس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں

۱۔ حد سے تخفیف معصیت اور نجاست ہوجاتی ہے اور وہ کفارہ بن جاتی اور وہ خبیث اس قابل نہیں تھا کہ اس پر سے عذاب الیم میں جو قیامت میں اس کو بھگتنا پڑے گا تخفیف کی جائے

۲۔ یہ بھی وجہ ہے کہ حد، اقرار یا گواہوں سے ثابت ہوتی ہے اور اُس نے اقرار ہی نہیں کیا تھا۔

۳۔ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ حدِ قذف مطالبہ کرنے پر جاری ہوتی ہے، اور حضرت عائشہؓ نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

۴۔ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے اس پر حد جاری کرنے میں بہت بڑی مصلحت تھی جبکہ اُس کا نفاق ظاہر ہو چکا تھا لیکن اس کو قتل نہیں کیا گیا تھا، اس میں بھی بڑی مصلحت تھی۔ بہت ممکن ہے ان تمام وجوہات کی بنا پر حد جاری نہ کی گئی ہو

حضرت مسطح اور حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحش پر جاری کی گئی اور یہ مومنین صادقین میں تھے اور اس منافق کو چھوڑ دیا گیا، وہ اس کا اہل نہیں تھا۔

مقام عائشہؓ براءت نازل ہونے کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:۔

قومی الی رسول اللہ — اللہ کے رسول کی طرف کھڑی ہو جاؤ

تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا:۔

واللہ لا اقوم الیہ ولا احمد الا اللہ — میں ان کی طرف نہ کھڑی ہونگی اور خدا کے علاوہ کسی کا شکریہ نہ ادا کروں گی۔

جو بھی اس پر غور کرے گا وہ حضرت عائشہؓ کی قوت ایمان، معرفت باللہ کا اعتراف کرے گا اور حضرت عائشہؓ نے مقام رغبت اور محبت کی طرف کھڑا ہونا جو پسند نہ کیا حالانکہ واجب تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہی نہ کھڑی ہوئیں اور جو کچھ بھی انھوں نے

کہا وہ ایک دوست ہی کہہ سکتا ہے (گویا محبت میں یہ ایک قسم کا ناز ہے) پس حضرت عائشہ اس وقت مقام ناز میں تھیں اور انھوں نے جو یہ کہا کہ میں خدا کے علاوہ کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی (یہ درست ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کی براءت نازل فرمائی اور اسی کی وجہ سے براءت ثابت ہوئی۔ اور یہ براءت ان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب شے تھی بغیر اس کے تو ان کے حبیب کا قلب ایک مہینہ تک غیر مانوس رہا۔ پس وہ غلبہ سرور اور غلبۂ رضا کی وجہ سے کھڑی نہ ہوئیں، اس میں حضرت عائشہ رضہ کے لئے غایت درجہ کا ثبات اور قوت ثابت ہے۔

ایک اشکال کا جواب اس قضیہ میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا "جس آدمی نے اس معاملہ میں مجھے اذیت پہونچائی ہے، کون عذر پیش کرتا یا معافی چاہتا ہے؟ چنانچہ حضرت سعد ابن معاذ رضہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، حضور! میں معافی چاہتا ہوں۔

یہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضہ کا انتقال قضیہ بنی قریظہ کے بعد ہو گیا تھا اور وہ غزوہ خندق کے بعد ہوا ہے۔ اور صحیح سند کی بنا پر غزوہ خندق ۵ھ میں ہوا ہے اور واقعۂ افک غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنی مصطلق ۶ھ میں پیش آیا ہے اس اشکال کا جواب دینے میں مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔ غزوہ مریسیع (بنی مصطلق) ۴ھ میں خندق سے پہلے ہوا ہے۔ اور اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور (علامہ واقدی) نے کہا ہے کہ غزوہ قریظہ اور خندق اس کے بعد ہوئے ہیں

قاضی اسماعیل بن اسحٰق نے کہا ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اولیٰ یہ ہے کہ غزوۂ مریسیع غزوۂ خندق سے پہلے ہوا ہے۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن علماء کے اقوال اس کے خلاف ہیں اور حدیث افک میں اس قسم کی صراحت ہے جو اس کے

خلاف دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب پیش آیا۔ اور آیت حجاب حضرت زینب بنت جحشؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت زینبؓ اس وقت آپ کی زوجہ بن چکی تھیں۔

اہل تاریخ نے کہا ہے حضرت زینب سے عقد، ذیقعدہ ۵ھ میں ہوا تھا۔ اس صورت میں موسیٰ بن عقبہ کا قول درست نہ ہوا۔ اور محمد بن اسحٰق نے کہا ہے۔ غزوہ بنی مصطلق ۶ھ میں۔ غزوہ خندق کے بعد ہوا ہے۔ اور انھوں نے اسی میں حدیث افک ذکر کی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ

اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور کہا۔ میں معافی چاہتا ہوں جس کو سعد بن عبادہؓ نے رد کر دیا۔

اس حدیث میں سعد بن معاذ رضؓ کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ ابن حزم نے کہا ہے یہی صحیح ہے اور سعد بن معاذ رضؓ کا نام لینا وہم ہے کیونکہ ان کا انتقال واقعہ بنی قریظہ کے بعد ہو چکا تھا، اور وہ ذی قعدہ ۴ھ میں ہوا ہے اور غزوہ بنی مصطلق شعبان ۶ھ میں ہوا اور اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضؓ کے انتقال کو ایک سال اور آٹھ مہینے گذر چکے تھے میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ غزوہ خندق ۵ھ میں ہوا ہے۔

دوسرا اشکال اور جواب واقعہ افک میں دوسرا اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ بخاری کے بعض طرق میں مسروق سے روایت ہے کہ "انھوں نے کہا، میں نے ام رومان" سے دریافت کیا"، یہ غلط ہے۔ کیونکہ ام رومان رضؓ کا انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا تھا اور آپ دفن کے وقت، ام رومان کی قبر میں اترے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

جس کو جنتی حور دیکھنا ہو، وہ اس عورت کو دیکھے

علمار نے کہا ہے کہ اگر مسروق ام رومان کی حیات میں آتے اور اُن سے یہ دریافت کرتے تو لازماً اُن کی ملاقات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ہوئی ہوتی، وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔

علمار نے کہا ہے مسروقؒ نے اس حدیث کے علاوہ اور احادیث بھی ام رومان سے روایت کی ہیں لیکن وہ سب مرسل ہیں اس لئے بعض علمار کو اشکال ہو گیا کہ انھوں نے براہ راست اُن سے نہیں سنا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے حضرت مسروق نے یہ کہا ہو۔

سئلت ام رومان — ام رومان سے دریافت کیا گیا

اور اُس کو انھوں نے "سئلت" میں نے سوال کیا، سمجھ لیا ہو اور روایت کر دیا کیونکہ بعض حضرات ہمزہ کو الف کی صورت میں بھی لکھتے ہیں۔

دوسرے حضرات نے کہا۔ یہ تمام اعذار تسلیم لیکن ان سے صحیح بخاری کی تردید نہیں ہوتی امام بخاری نے اس کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے علامہ ابراہیم جوئی نے کہا ہے بلا شک مسروق نے امام رومان سے دریافت کیا تھا اُس وقت اُن کی عمر ۱۵ سال تھی اور جس وقت اُن کا انتقال ہوا، اُس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی اور وہ حدیث جس سے یہ ثابت ہے کہ اُم رومانؓ کا انتقال حضور صلعم کی حیات میں ہوا۔ یہ حدیث دو علتوں کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

(۱) اس کو علی بن زید بن جدعان نے روایت کیا اور وہ ضعیف ہے۔

(۲) اس کو عن القاسم بن محمد عن النبی صلعم نے روایت کیا ہے۔ قاسم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ لہٰذا اس حدیث کو کس طرح ترجیح دی جا سکتی ہے؟ بخاری نے تو صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے "مسروق نے کہا میں نے ام رومان سے دریافت کیا اور انھوں نے مجھ سے بیان کیا۔ اس سے "سئلت" صیغہ کی تردید ہوتی ہے۔ اور ابونعیم نے "کتاب معرفت صحابہؓ" میں کہا ہے "ام رومان

کا انتقال حضور صلعم کے زمانہ میں ہوا۔ اور یہ وہم ہے

تیسرا اشکال اور جواب | حدیث افک کے بعض اسنادمیں ہے "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ کسی جاریہ سے دریافت فرمائیں وہ آپ کو مصدقہ خبر دیگی۔ آپ نے حضرت بریرہ رض سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا میں حضرت عائشہ کے بارے میں اسقدر جانتی ہوں کہ وہ چاندی کا اتنا نرم پتر ہیں کہ زرگر جو چاہے اُس کو بنا دے۔"

اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت بریرہ رض[۱] اس واقعہ کے بہت بعد آزاد ہوئی ہیں اس وقت آپ کے چچا عباس مدینہ منورہ آچکے تھے۔ اور وہ فتح مکہ کے بعد آئے ہیں۔ اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رض سے فرمایا تھا "کہ بریرہ رض سے کہو وہ اپنے زوج کو اختیار کرلیں" انھوں نے انکار کردیا۔ کیونکہ اُن کو وہ زوج پسند نہیں تھا اور زوج اُن سے بہت محبت کرتا تھا۔ اور قصہ افک میں حضرت بریرہ رض، حضرت عائشہ رض کے پاس نہیں تھیں" اس سے معلوم ہوا کہ "جاریہ" سے مراد بریرہ رض لینا راوی کا وہم ہے[۲]

راس المنافقین | راس المنافقین نے کہا تھا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منها الاذل

ترجمہ:۔ اگر ہم مدینہ پہونچ گئے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

---

[۱] ۔ حضرت بریرہ رض حضرت عائشہ کی باندی تھیں۔ اور جب انھوں نے ان کو آزاد کردیا تو ان کو خیار عتق حاصل ہوگیا۔ اس صورت میں باندی کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے زوج کے نکاح میں رہے یا اس سے بھی علیحدگی حاصل کرلے [۲] یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت بریرہ رض سے حضرت عائشہ رض کے عام کردار کی تصدیق کرنے کا مشورہ دیا ہو اور اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ نفس واقعہ کے وقت بھی موجود رہا جائے۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچائی تو وہ منافق قسم کھا گیا اور انکار کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقین میں حضرت زید بن ارقمؓ کی صداقت آپ پر نازل فرمائی۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی"، حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور! عباد بن بشرؓ کو امر فرمائیے کہ وہ اس منافق کو قتل کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں لوگ کہیں گے کہ محمد (صلعم) اپنے اصحاب کو قتل کرا دیتے ہیں

تاریخ غزوۂ خندق صحیح قول کی بنا پر یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ احد شوال ۳ھ میں ہوا تھا اور آئندہ کے لئے مشرکوں کا وعدہ (بدر ثانیہ کی صورت میں) وہ ۴ھ میں تھا۔ لیکن یہ اختلاف ہو گیا ہے کہ جب کفار لوٹ گئے تو پھر وہ ۵ھ میں جنگ کے لئے آئے، یہی اہل سیر کا قول ہے۔ اس کے خلاف موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "غزوۂ خندق ۴ھ میں ہوا، ابن حزم نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے۔ اور دلیل میں حضرت ابن عمرؓ کی وہ حدیث جو صحیحین میں ہے پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "جب میں غزوۂ احد میں شرکت کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت میری عمر ۱۴ سال تھی، تو آپ نے مجھے اجازت نہیں دی اور جب غزوۂ خندق میں پیش ہوا تو میری عمر ۱۵ سال تھی تو آپ نے اجازت دیدی"۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک سال کا فرق تھا، اس کا دو طرح پر جواب دیا ہے۔

(۱) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کو اجازت نہیں دی۔ اور جب وہ اس عمر کو پہونچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قابل جانا تو اجازت دیدی"۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ایک سال گذرنے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔

(۲) یہ ممکن ہے کہ غزوۂ احد ابتدائے ۳ھ میں ہوا اور غزوۂ خندق انتہائے ۳ھ میں

سببِ غزوۂ خندق یہود نے جب مشرکین کی (غزوۂ احد میں) کھلی کامیابی دیکھی، اور ان کو ابوسفیان کے وعدہ کا بھی علم ہوا اور وہ وعدہ کے مطابق سال آئندہ آیا بھی تو سردارانِ یہود جیسے سلام بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم کنانہ بن ربیع قریش کے پاس گئے، اور ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ اور جانی امداد کا بھی وعدہ کیا جس کو قریش نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد وہ غطفان کے پاس پہونچے اُنھوں نے بھی قبول کرلیا، اور اس کے بعد انھوں نے تمام قبائل عرب کے پاس گشت کیا اور اس کے لئے آمادہ کیا، ان میں سے کسی نے قبول کیا اور کسی نے رد کردیا۔

قریش کا لشکر ابوسفیان کی قیادت میں نکلا، ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ بنو سلیم اُن سے ظہران میں آکر ملے، اور بنو اسد، فزارہ، اشجع۔ بنو مرہ بھی شریک ہوگئے۔ بنو غطفان کی قیادت عینیہ بن حصن نے کی۔ اس طرح سب کفار کی تعداد دس ہزار ہوگئی۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوگیا تو آپ نے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضؓ نے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھودی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا امر فرمایا۔ فوراً تمام صحابہ اور آپ خود اس کو کھودنے لگے ادھر سے کفار نے بھی جلدی سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔

خندق کی کھدائی میں آپ کی نبوت اور رسالت کی کچھ نشانیاں ظاہر ہوئیں جو خبر متواتر سے ثابت ہیں خندق کی کھدائی سلع پہاڑی کے سامنے ہوئی۔ اور سلع پہاڑی مسلمانوں کی پشت کی طرف رہی اور خندق کافروں اور مسلمانوں کے درمیان رہی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار مسلمانوں کو ہمراہ لیکر نکلے اور پہاڑ اور خندق کو ملاکر ایک محفوظ قلعہ کی صورت بنائی تھی۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ آپ سات سو صحابہ رضؓ کو لیکر نکلے اور یہ غلط ہے اور اُس

کی تردید غزوہ احد کی تعداد ہی سے ہو رہی ہے۔ آپ نے عورتوں اور لڑکوں کو امر فرمایا کہ وہ مدینہ کے ٹیلوں پر چڑھ جائیں اور ان پر حضرت ابن ام مکتوم رض کو خلیفہ مقرر فرمایا، دوسری طرف حیٔ بن اخطب بنی قریظہ کے پاس گیا جب وہ قلعہ کے پاس پہونچا تو کعب بن اسد نے اس کے لئے قلعہ کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا لیکن بات چیت کر کے اس نے کھلوالیا۔ داخل ہونے کے بعد اس نے کہا آج میں دنیا بھر کی عزتیں لیکر آیا ہوں قریش، اسد، غطفان کے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کے ارادے سے آچکے ہیں۔ کعب نے جواب دیا۔ قسم خدا کی یہ تو ہمارے لئے بڑی ذلت لایا ہے۔ تو ایسے ہجوم کو لایا ہے جو پانی نہیں برساتا اور گرجتا اور کڑکتا ہے۔ غرضکہ دونوں میں بہت دیر تک یہی مکالمہ رہا آخر کار حیٔ بن اخطب نے ان کو نقض پر آمادہ کر لیا۔ اور مشرکین کے ساتھ جنگ میں شریک کر لیا۔ اس سے کافروں کو بہت مسرت ہوئی۔

بنی قریظہ نے حی بن اخطب سے شرط لگائی اگر کافر کامیاب نہ ہوسکے تو تجھے ہمارے ساتھ قلعہ میں رہنا ہوگا پھر جو ہمارا حال وہ تیرا حال۔ اس کو اُس نے منظور کر لیا، اور اُس کو پورا بھی کر دیا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ان کی طرف سعدؓ اور عبد اللہ بن رواحہ کو بھیجا تاکہ یہ معلوم کریں وہ اپنے عہد پر باقی ہیں یا اس کو توڑ چکے ہیں جب یہودیوں نے ان کو دیکھا تو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ یہ حضرات لوٹ آئے اور حضور صلعم کو حقیقت حال سے باخبر کیا۔ یہ خبر مسلمانوں کے لئے بہت بار خاطر ثابت ہوئی۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا، مسلمانو! بشارت ہو! بلایا اور مصائب اُمنڈ پڑے ہیں، نفاق ظاہر ہو چکا ہے۔

یہ حالت دیکھ کر بنی حارثہ کے بعض لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر اجازت چاہی۔ حضور ہمارے گھر تنہا ہیں، حالانکہ یہ بات نہیں تھی محض بزدلی کی وجہ سے اُن کا فرار تھا۔ مسلمان ثابت قدم رہے۔ کافروں نے محاصرہ کر لیا اور ایک مہینہ

تک یہ محاصرہ رہا، اور خندق کی وجہ سے جنگ کی نوبت نہیں آئی مگر قریش کے چند سوار (عمرو بن عبدود اور اُس کے ساتھ ایک جماعت) خندق کے قریب آئے۔ اور بولے "یہ آپ لوگوں کا جال ہے جس سے عرب پہلے سے واقف نہیں تھے" اور ایک تنگ راستے سے داخل ہوا۔ اور مسلمانوں سے مبارزت طلب کی۔ چنانچہ حضرت علیؓ مقابلے کے لئے تشریف لائے۔ خدا کا دشمن حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اس کا شمار عرب کے بہادروں میں ہوتا تھا؎ ۔ اور اس کے بقیہ ساتھی بھاگ گئے"۔ اس دن مسلمانوں کا علامتی نشان "حم لاینصرون" تھا۔

جب یہ محاصرہ طویل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عینیہ بن حصن اور حارث بن عوف سردار غطفان سے مدینہ منورہ کے ⅓ پھلوں پر صلح کا ارادہ کیا۔ اور اس کے لئے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے مشورہ کیا انھوں نے عرض کیا۔ حضور! اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر تسلیم" ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ کافر جب ہم بھی مشرک تھے۔ ہم سے مدینہ منورہ کے پھل حاصل نہ کر سکے، ہاں خرید کر یا بطور مہمانی کے اور اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام اور آپ کے ذریعہ عزت دی تو ہم سے لڑ کر ہی کچھ لیا جا سکتا ہے ویسے نہیں"۔ اس رائے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا کہا۔

کفار کی مراجعت

کفار کی شکست کے اسباب یہ ہوئے کہ ایک شخص نعیم بن مسعود بن عامر غطفانی رضؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

؎ ۔ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو رخصت کرتے وقت اپنی ذوالفقار مرحمت فرمائی تھی اور اپنے ہی دست مبارک سے عمامہ باندھا تھا، اور دُعا کی تھی۔ الٰہی عبیدہؓ مجھ سے بدر میں جدا ہو گئے اور حمزہؓ احد میں جدا ہو گئے۔ یہ علی میرے بھائی اور چچا کے بیٹے ہیں۔ فلا تزرنی فرداً وانت خیرا لوارثین" یعنی آپ مجھے تنہا نہ چھوڑیئے۔ الخ روضۃ الاحباب ص ۳۲۵ ج ۱

میں آئے اور عرض کیا "میں مسلمان ہو چکا ہوں، آپ مجھے امر فرمائیے! فرمایا، تم تنہا ہی ہو، جو رائے ہو کرو"۔ جنگ میں دھوکہ جائز ہے۔ یہ سنکر وہ فوراً ہی بنی قریظہ کے پاس گئے۔ اور زمانہ جاہلیت میں ان سے گہرے تعلقات تھے۔ بنی قریظہ کو ان کے اسلام کے بارے میں معلوم نہیں تھا، اس لئے اُن کو داخل کر لیا۔ انھوں نے کہا "آپ لوگوں نے خواہ مخواہ محمد (صلعم) سے جنگ شروع کر دی۔ قریش کو شکست ہونے والی ہے، اور وہ فرصت ملتے ہی اپنے وطن لوٹ جائیں گے اور تمھیں چھوڑ جائیں گے۔ اور پھر، محمد (صلعم) تم سے انتقام لیں گے۔ بنی قریظہ نے کہا۔ پھر کیا کرنا چاہیئے؟ کہا قریش سے ضمانت لو! اس پر انھوں نے کہا آپ کی رائے بہتر ہے

اس کے بعد یہ بنی غطفان کے پاس پہونچے اور ان سے بھی ایسا ہی کہا، ادھر ہفتہ کی شب میں قریش نے یہود کے پاس پیغام بھیجا "ہم یہاں میدان میں ہیں ہمارے بہت سے جانور اور سامان ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمارے ساتھ مل کر جنگ کرو! انھوں نے جواب دیا، جب سے آپ لوگ آئے ہیں ہم عجیب مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور آج یوم سبت بھی ہے۔ بایں ہمہ ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک مل کر جنگ نہیں کر سکتے جب تک ضمانت کے طور پر ہمارے پاس آدمی نہ بھیجدو! یہ جواب سُن کر قریش کو نعیم کی باتوں کی صداقت معلوم ہوئی، اور کہلا بھیجا ہم کوئی آدمی نہیں بھیج سکتے تمھیں ہمارے ساتھ نکل کر لڑنا چاہئے بنی قریظہ نے کہا نعیم کی بات میں صداقت معلوم ہوتی ہے۔ غرضکہ دونوں فریق میں پھوٹ پڑ گئی ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہوا کا لشکر بھیجا جس نے ان کے ڈیرے اکھاڑ دیئے۔ کھانے کی ہانڈیاں اُلٹ دیں اور فرشتوں کے لشکر نے ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمانؓ کو بھیجا، اور انھوں نے کافروں کی حالت آکر بیان کی، کہ وہ بھاگنے کا سامان کر رہے ہیں۔ صبح ہوتے ہوتے وہ سب لوگ بھاگ گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کی اس طرح مدد کی۔

قضیہ بنی قریظہ آپ مدینہ منورہ واپس تشریف... لائے ہتھیار اُتارنا ہی چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ آئے اور خبر دی کہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں کھولے ہیں۔ آپ بنی قریظہ کا قصد کریں چنانچہ آپ نے اعلان کر دیا۔ "بنی قریظہ ہی پہونچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے"، چنانچہ مسلمان نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے، بنی قریظہ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کو ہم تحریر کر چکے ہیں۔ غزوۂ خندق اور غزوہ بنی قریظہ میں صرف دس مسلمان شہید ہوئے۔

ابو رافع کا قتل یہ گذر چکا ہے کہ ابو رافع یہود کا سرغنہ تھا۔ وہ غزوہ بنی قریظہ میں حی بن اخطب کے ساتھ قتل نہیں ہو سکا تھا، اور اوس و خزاج اُس کے قتل کے درپے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے قتل کی اجازت مرحمت فرمادی تو بنی سلمہ کے آدمی آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن عتیک رضؓ عبداللہ بن انیسؓ، ابو قتادہؓ، حارث بن ربعیؓ، مسعود بن سنانؓ خزاعی بن اسود روانہ ہوئے اور خیبر اُس کے مکان پر پہونچ کر اُسکو قتل کر دیا۔ واپس ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس نے قتل کیا۔ آپ نے سب کی تلواروں کو طلب فرمایا، اور عبداللہ بن انیسؓ کی تلوار کو لیکر فرمایا۔ اس تلوار نے قتل کیا ہے،

غزوہ بنی لحیان غزوہ بنی قریظہ کے چھ مہینہ بعد آپ دو سو آدمیوں کو لیکر روانہ ہوئے ظاہری حالات سے لوگوں نے جانا آپ شام تشریف لے جا رہے ہیں اور مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ جب آپ اس مقام پر پہونچے جہاں آپ کے صحابہؓ شہید ہوئے تھے تو اُن کے لئے دُعا کی۔ بنی لحیان نے جب سُنا تو وہ پہاڑوں میں جا چھپے۔ یہاں آپ نے دو دن قیام فرمایا اور مختلف ٹکڑیوں کو بھیجا، مگر ان میں سے کوئی ہاتھ نہ آیا۔ بہر حال آپ یہاں سے تشریف لے آئے اس غزوہ میں ۱۴ یوم صرف ہوئے

سریۂ نجد آپ نے نجد کی طرف ثمامہ کے تعاقب میں کچھ سواروں کو بھیجا اور وہ اُس کو گرفتار کر کے لائے۔ آپ نے ثمامہ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔ اور اُس کے پاس جاکر دریافت کیا۔ کیا چاہتے ہو! اس نے عرض کیا

اگر آپ قتل کریں تو تیار ہوں۔ اگر چھوڑ دیں تو
شکر گذار ہوں۔ اگر مال مطلوب ہو تو وہ پیش کروں

پھر دوسری بار تشریف لے گئے تو اُس نے یہی جواب دیا اور پھر تیسری مرتبہ تشریف لے گئے تو اُس نے یہی جواب دیا۔ آخر کار آپ نے اُس کو آزاد کردیا۔ وہ چھوٹ کر مسجد کے قریب باغ میں غسل کر کے آیا، اور مسلمان ہوگیا، اور عرض کیا۔

حضور! آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی
مبغوض نہیں تھا اور اب آپ سے زیادہ کوئی
محبوب نہیں ہے۔ اور آپ کے دین سے زیادہ
مبغوض کوئی دین نہیں تھا۔ اب اس دین سے
زیادہ کوئی محبوب دین نہیں ہے۔ میں عمرہ کے
لئے جارہا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے
گرفتار کرلیا۔

آپ خوش ہوئے اور اُس کو عمرہ کی اجازت مرحمت فرمادی۔ جب وہ قریش کے پاس پہونچے تو انھوں نے طعنہ دیا۔ "ثمامہ بے دین ہو گئے ہو"! فرمایا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوگیا ہوں اور اب ثمامہ کی طرف سے ایک گیہوں کا دانہ اُس وقت تک تمہارے پاس نہ آسکے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ مرحمت فرمادیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے شہر آگئے اور قریش پر غلہ کی سپلائی بند کردی۔ جب قریش تنگ آگئے تو انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

قرابت داری کا واسطہ دیا۔ آپ نے منظور فرمالیا، تب ان کو غلّہ کی سپلائی ہوئی۔

غزوۃ الغابہ عیینہ بن حصن فزاری نے غابہ پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کرتے تھے لوٹ مار کی اور ان کے چرواہے کو جو عسفانی تھا قتل کردیا، اور اس کی عورت کو گرفتار کرلیا۔

علامہ عبدالمومن ابن خلف نے کہا ہے، چرواہا "ابوذرؓ" کا بیٹا تھا۔ اور یہ روایت غریب ہے۔ بہرحال (یہ غارت گری دیکھ کر) ایک آدمی نے شور کیا، "اے اللہ کے سوارو، سوار ہو جاؤ!" سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (لوہے کا خود پہن کر) سوار ہوئے، اور فوراً ہی مقداد بن عمرو زرہ اور خود پہنکر حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا، اور فرمایا، فوراً جاؤ اور میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ ابن ام مکتومؓ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر فرمایا۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے پیدل ہی کافروں کا تعاقب کیا اور ان کو جالیا۔ اور پیچھے سے تیر باری شروع کی اور کہنا شروع کردیا، یہ لو میں ابن اکوع ہوں، آج ہلاکت کا دن ہے" انھوں نے کافروں کو بھگا کر ذی قرد تک پہونچادیا اور ان سے سب اونٹ چھین لئے۔ اور (تیس نیزے) اور تیس چادریں چھین لیں سلمہ بن اکوع کہتے ہیں اور بقیہ سوار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عشا کے وقت حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا، حضور! ابھی قوم پیاسی ہے۔ اگر میرے ساتھ سو آدمی بھی ہوتے تو ان کے پاس کچھ نہ چھوڑتا۔ آپ نے فرمایا، تم بہادر ہو۔ اور وہ لوگ غطفان میں شب باشی کر رہے ہوں گے۔

مدینہ منورہ کی یہ حالت ہوئی کہ وہاں سے امداد آنا شروع ہوئی۔ لوگ اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہوکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ذی قرد) پہونچنے شروع ہوئے۔ علامہ عبدالمومن نے کہا ہے کہ دس اونٹ چھینے تھے، لیکن یہ غلط

ہے کیونکہ صحیحین میں جو روایت حضرت سلمہؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے سب اونٹ اور تیس چادریں اُن سے چھین لیں۔

دیگر سرایا | یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا، لیکن اہل مغازی اور سیر کا اس پر اصرار ہے کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا ہم نے جو کہا ہے اس کی دلیل امام احمد کی روایت ہے۔

> ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے زمانہ میں آیا۔ اور میں اور رباح حضرت طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اونٹوں کی تلاش میں نکلے، مقام "فلس" پر عبدالرحمن بن عیینہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر لوٹ ڈالی اور آپ کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ الخ

اس پورے قصہ کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے لیکن علامہ عبدالمومن کو اپنی سیرت میں "وہم" ہو گیا ہے کہ انھوں نے غزوہ بنی لحیان کو غزوہ بنی قریظہ کے چھ مہینہ بعد کا واقعہ بتلایا ہے۔ اور اس کے بعد کہا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبدالرحمٰن بن عیینہ نے غارت گری کی، اور اس کے بعد قصہ ذکر کیا ہے۔ اور عبدالرحمٰن کے بارے میں کہا ہے۔ اس کے والد کا نام عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر ہے "۔ اس طرح حضرت سلمہؓ کے قول "میں مدینہ میں حدیبیہ کے زمانہ میں آیا" کیا تاویل ہو گی؟

۱ - علامہ واقدی نے ۶ھ میں چھ سرایہ کا ذکر کیا ہے جو سب حدیبیہ سے قبل ہوئے اور کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کے مہینہ میں "ایک" سریہ"، بھیجا اور پھر کہا ہے آخری ۶ھ میں عکاشہ بن محصن کو چالیس

سواروں کے ساتھ عمر کی طرف بھیجا اور ان میں ثابت بن ارقم، سباع بن وہب تھے ان لوگوں نے کافروں کے پانی پر قبضہ کرلیا اور ان سے سو اونٹ چھین کر مدینہ منورہ آئے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو ایک سریہ میں بھیجا انھوں نے صبح ہوتے ہی کافروں پر غارت گری کی۔ وہ سب لوگ پہاڑوں میں جا چھپے، اُن میں کا ایک آدمی ہاتھ آیا اور مسلمان ہوگیا

۳۔ ایک سریہ میں آپ نے محمد بن مسلمہ کو ربیع الاول میں دس آدمیوں کے ساتھ بھیجا جب یہ سو رہے تھے تو کافروں نے ان سب کو شہید کردیا صرف محمد بن مسلمہؓ زخمی واپس ہوئے اور یہ واقعہ بھی ۶ھ ہی کا ہے

۴۔ سریۂ زیدبن حارثہؓ کے بارے میں تفصیل یہ ہے جب یہ سریہ انتقام کے لئے وہاں پہونچا تو ایک مزینہ عورت ان کے ہاتھ آگئی جس کا نام حلیمہ تھا اس نے بنی سلیم کے تمام محلوں کے بارے میں بھید بھاؤ بتلا دیا۔ اس میں ان حضرات کے ہاتھ بہت مال، بکریاں ہاتھ آئیں اور بہت آدمی گرفتار ہوگئے۔ گرفتار ہونیوالوں میں حلیمہ کا خاوند بھی تھا۔ جب یہ سریہ واپس ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ کو اور ان کے شوہر کو انعام ہی کو دیکھ آزاد کردیا اور یہ ۶ھ کا واقعہ ہے

۵۔ حضرت زیدبن حارثہ کا دوسرا سریہ "طرق کی طرف ہوا" اس میں پندرہ آدمی تھے۔ ان کو دیکھ کر قبیلے کے سب لوگ بھاگ گئے۔ اس خیال سے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہوں، اس سریہ میں ان کے ہاتھ بیس اونٹ آئے تھے

۶۔ اسی سال ۶ھ جمادی الاول میں زیدبن حارثہ کا سریہ عیص کی طرف گیا۔ ان لوگوں نے ابو العاص بن ربیع حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کے شوہر کے پاس جو سامان تھا سب چھین لیا تھا۔ یہ اس وقت شام سے قریش کا مال لیکر واپس آرہے تھے

ابن اسحق نے کہا ہے ابو العاص بضاعت پر قریش کا مال لیکر شام گئے تھے۔ واپسی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سریہ سے سامنا ہوگیا، وہ اس قافلہ کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے اس سامان کو اہل سریہ میں تقسیم کردیا۔

ابوالعاص بن ربیع، مدینہ منورہ میں حضور صلعم کی صاحبزادی حضرت زینب کے پاس آئے اور پناہ چاہی اور کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا مال واپس کرادیا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل سریہ کو طلب فرمایا۔ اور فرمایا "یہ ہمارا آدمی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم بھی ہے" اور جو مال آپ لوگوں کے ہاتھ آیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر آپ لوگوں کی رائے ہو تو اُس کو واپس کردیا جائے اور اگر یہ مناسب نہ ہو تو وہ تمہارا حق ہے۔ سب نے کہا، ہم واپس کرتے ہیں چنانچہ سب سامان واپس کردیا حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس رسی کا ٹکڑا تھا اُس کو بھی واپس کردیا۔

یہ سب سامان لیکر ابوالعاص مکہ آئے اور جس کا جو مال تھا اُس کے حوالہ کردیا، اور کہا، اے قریش! اب تو کچھ میرے اوپر باقی نہیں رہا ہے۔ انھوں نے کہا " جزاک اللہ خدا کی قسم ہم تو آپ کو امین جانتے ہیں۔ انھوں نے کہا تم خدا کی میں اسلام قبول کرنے سے اسی وجہ سے باز رہا کہ تم لوگ کہہ دو گے کہ ہمارا مال لے گیا اور اب میں کہتا ہوں، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ،، یہ قول واقدی کا ہے اور ابن اسحٰق نے جو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قبل حدیبیہ پیش آیا، ورنہ بعد" معاہدہ جنگ بندی، " جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا نے قریش سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، لیکن موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے یہ واقعہ" جنگ بندی معاہدہ، کے بعد پیش آیا۔ اور ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے جو اموال چھینے تھے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے نہیں چھینے تھے، ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں

نے سیف البحر میں آکر پناہ گاہ بنالی تھی۔ یہاں سے قریش کا جو قافلہ بھی گذرتا تھا یہ اُس کو لوٹ لیتے تھے۔ چنانچہ ابو جندل اور ابو بصیر کے پاس آدمی جمع ہوتے رہے ان ہی کے ساتھ ابو العاص کا واقعہ پیش آیا یہی قول زہری کا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا۔ ابو بصیر اور ابو جندل اور ان کے ساتھیوں نے ابو العاص کے قافلہ کو پکڑ لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کی وجہ سے کسی کو قتل نہیں کیا (اسی جگہ سے) ابو العاص مدینہ منورہ آئے تھے، اور حضرت زینبؓ کے ذریعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہونچائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ سے خطاب فرمایا تھا

ابو العاص میرا داماد ہے۔ یہ لوگ شام سے آرہے
تھے کہ ابو جندل اور ابو بصیر نے ان کے قافلہ کو لوٹ لیا۔
لیکن کسی کو قتل نہیں کیا، اور زینب نے مجھ سے پناہ
کے لئے کہا ہے آپ لوگ پناہ دیتے ہیں، سب نے
کہا ہم پناہ دیتے ہیں

ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے سب چیزیں واپس دیدیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اور ابو بصیر اور ابو جندل کی طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب لکھا، کہ تم لوگ یہاں آجاؤ اور بقیہ مسلمان اپنے اپنے شہروں کو واپس ہوجائیں اور کسی بھی قافلہ سے تعرض نہ کریں۔ جس وقت یہ مکتوب ابو بصیر کے پاس پہونچا۔ تو وہ حالتِ نزع میں تھے۔ انھوں نے اس مکتوب گرامی کو سینہ پر رکھا اور اسی حال میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ابو جندلؓ نے ان کو یہیں دفن کردیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ کا یہ قول بہت صحیح ہے، کیونکہ ابو العاص جنگ بندی معاہدہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

علامہ واقدیؒ نے کہا ہے اسی سال ۶ھ میں دحیہ بن خلیفہ کلبی قیصر کے پاس سے بہت سامال اور کپڑے لیکر آرہے تھے، جب "حمیٰ" کے مقام پر پہونچے تو قبیلہ جذام کے لوگوں نے ان کو لوٹ لیا، اور کوئی چیز اُن کے پاس نہ چھوڑی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے کہ آپ گھر میں تشریف لے جارہے تھے۔ اور آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو زید بن حارثہ کو حمیٰ کی طرف بھیجا۔

میں کہتا ہوں بلاشک یہ واقعہ بعد حدیبیہ کے پیش آیا۔ علامہ واقدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ دو سو آدمیوں کو لیکر حمیٰ اور فدک کی طرف گئے تھے۔ اس وجہ سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تھی کہ ایک بڑی جماعت یہود کی امداد کے لئے آئی ہے حضرت علیؓ اور ان کی جماعت اونٹ پر سوار ہو کر اِدھر گئی کہ دن کو چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ کافروں کا ایک جاسوس آگیا۔ اس نے بتلایا۔ یہ سب لوگ خیبر جاتے ہیں اور اس شرط پر ان کی مدد کر رہے ہیں کہ خیبر کے پھلوں میں ان کا حصہ مقرر ہو جائے گا۔

علامہ واقدی نے کہا ہے اسی سنہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا سریہ شعبان کے مہینہ میں دومۃ الجندل کی طرف گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر وہ اطاعت کریں تو ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ وہ سب مسلمان ہو گئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تماضر بنت اصبغ سے نکاح کر لیا یہی عورت ام ابی سلمہؓ ہیں۔ ان کا باپ قوم کا سردار تھا۔

علامہ واقدی نے کہا ہے سریہ کرز بن خالد فہری قبیلہ عرینہ کی طرف (جنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا تھا اور اونٹوں کو چھین لیا تھا) شوال ۶ھ میں ہوا۔ اور اس سریہ میں بیس سوار تھے۔ میں کہتا ہوں یہ واقعہ حدیبیہ سے پہلے پیش آیا اور واقعہ حدیبیہ ذیقعدہ میں پیش آیا، جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔

اور عرینین کا قصہ صحیحین میں حضرت انس رضؓ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ عکل اور عرینہ کی ایک جماعت آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ہم لوگ مریض ہیں اور بستی میں رہنا مناسب نہیں ہے اس لئے باہر ڈیروں میں رہنے کی اجازت دیدیجئے، آپ نے ان کو جہاں دودھ والے اونٹ تھے (قریب قبا) کی طرف جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور حکم دیا کہ وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ جب یہ لوگ صحتیاب ہو گئے تو انھوں نے اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کرلے گئے اور مرتد ہو گئے۔

مسلم نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی الٰہی ان کو اندھا کردے اور ان پر راستہ تنگ کردے چنانچہ وہ راستہ بھول گئے، اور پکڑے گئے۔ ان کے واقعہ میں "فقہ" یہ ہے کہ اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے اور اسی طرح حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے لہ

۲۔ قطاع طریق (لیٹرے) کی سزا ہاتھ پیر کاٹ کر ان کو قتل کردینا جائز ہے۔ اور ایسے مجرمین کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے گا جیسا کہ انھوں نے کیا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائی داخل کی تھی، لہذا ان کی آنکھوں میں بھی سلائی داخل کی گئی۔

۳۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ حکم حدود کے نازل ہونے

لہ یہ قیاس غلط ہے۔ اس میں قید کی ضرورت ہے یعنی علاجاً اگر کوئی طبیب حاذق بتلادے کہ حلال جانوروں کے پیشاب میں شفا ہے" تو جائز ہے۔ مطلقاً قیاس درست نہیں ہے اور واقعہ ہذا سے بھی یہی ثابت ہے" امام ابوحنیفہ حلال جانوروں کے پیشاب کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ واقعہ عرینین سے استدلال درست نہیں کیونکہ وہ منسوخ ہے۔

سے پہلے تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدود کے نازل ہونے سے اس کی تقویت اور تصویب ہی میں اضافہ ہوا۔

لہ آیۂ مبارکہ انما جزاء الذین الخ کے شان نزول کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت واقعہ عرنیین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ قطاع طریق پر حد کس طرح جاری کی جائے؟ اور بعض نے کہا ہے جو حد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کی تھی، وہ اس آیت سے منسوخ ہے کیونکہ اسلام میں مثلہ حرام ہے۔ لیکن علامہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اصوب ہے۔ قطاع طریق کے بارے میں امام کو اختیار ہے کہ اگر ان سے جرم متعدد صادر ہوئے ہوں تو ہر جرم کے بدلے ایک حد جاری کر سکتا ہے اور عاقبۃ الامر صرف قتل پر ہی اکتفا کیا جا سکتا ہے۔ واقعۂ مذکور میں اہل عرنیہ سے چند جرم صادر ہوئے تھے۔ ارتداد۔ قتل، نقض عہد، اور مال لوٹ کر لے جانا، اور زندہ آدمی کی آنکھیں نکال لینا اس کے بدلے عبرۃً اتنی ہی حدود کو جاری کیا گیا ہے۔ مظہری ۸۶-۸۸ ج ۳

چھیالیسواں باب

واقعہ حدیبیہ اور دوسرے واقعات

تاریخ اور تعداد نافع نے کہا ہے کہ ذیقعدہ ۶ھ تھا اور یہی صحیح ہے، اور یہی زہری، موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق کا قول ہے)
اور ہشام بن عروۃ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے مہینہ میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور شوال کے مہینہ میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اور یہ وہم ہے کیونکہ غزوۂ فتح مکہ رمضان المبارک کے مہینہ میں واقع ہوا ہے۔

اور ابو اسود نے عروۃ سے روایت کیا ہے کہ واقعہ حدیبیہ ذیقعدہ میں ہوا ہے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے وہ سب ذیقعدہ میں تھے۔ ان میں سے ایک عمرہ "حدیبیہ" بھی تھا۔ اور آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہؓ تھے۔ یہی صحیحین میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے اس میں چودہ سو تعداد مذکور ہے۔ صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی روایت ہے کہ "ہم تیرہ سو تھے"۔ قتادہ نے کہا ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب سے دریافت کیا ہے کہ بیعت رضوان میں کتنے آدمی تھے۔ فرمایا پندرہ سو۔ میں نے کہا "حضرت جابرؓ نے تو چودہ سو آدمی بتلائے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ انھیں سہو ہوگیا

اُنھوں نے مجھ سے پندرہ سو آدمی تبلائے تھے۔ میں نے کہا، تو اس طرح حضرت جابرؓ کے دو قول ہوئے۔ لیکن ان سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے حدیبیہ میں ستّر اونٹ ذبح کئے اور ہر اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا۔ جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ "آپ حضرات کی تعداد کیا تھی؟ فرمایا چودہ سو پیدل اور سوار تھے"، قلب کا میلان بھی اسی روایت کی طرف ہوتا ہے۔ یہی قول براء بن عازبؓ، معقل بن یسارؓ، سلمہ بن اکوعؓ کا ہے۔

اور شعبہ نے بروایت قتادہ سعید بن مسیب بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے فرمایا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت شجرہ میں چودہ سو آدمی تھے۔ اور یہ غلط ہے کہ جس نے کہا ہے کہ سات سو آدمی تھے، اور اس دن ستّر اونٹ ذبح کئے گئے ایک اونٹ سات کی طرف اور دس کی طرف سے ذبح ہوا۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس عمرہ میں ایک اونٹ سات کی طرف سے ذبح کیا گیا تھا۔ اس طرح چار سو لوّے حضرات ہوئے۔ حالانکہ اسی حدیث میں چودہ سو تعداد مروی ہے۔

عمرۂ حدیبیہ کی تفصیل ذوالحلیفہ میں پہونچ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھدی کے قلادہ باندھا اور اس کی کوہان میں شگاف دیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔ اور بنی خزاعہ میں سے ایک شخص کو قریش کی خبر لینے کے لئے آگے بھیجا جب آپ عسفان کے پاس پہونچے تو وہ شخص آیا اور کہا

میں نے قریش اور کعب بن لوئی کو دیکھا ہے کہ وہ
آپ کے خلاف لشکر جمع کر رہے ہیں۔ وہ آپ کو
روکیں گے اور جنگ کریں گے۔

آپ نے حضرات صحابہ سے مشورہ کیا کہ اگر وہ لوگ رکاوٹ ڈالیں تو کیا ہم ان کے ساتھ جنگ کریں؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر

جاننا ہے" ہم لوگ عمرہ کی غرض سے آئے ہیں جنگ کے لئے نہیں البتہ جو لوگ کعبے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ پیدا کریں گے ہم ان سے جنگ کریں گے۔ یہ سنکر حضور صلعم نے کوچ کا حکم دیا، جب آپ اور چلے تو فرمایا "خالد بن ولید" سواروں کے ساتھ گشت پر مقرر ہیں۔ آپ لوگ راستہ سے داہنی طرف ہو کر چلیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خالد بن ولید کو معلوم بھی نہ ہو سکا، اور مقام "قرۃ الجیش" پر پہونچے تو یہ دیکھ کر خالد بن ولید نے گھوڑے کے ایڑ لگائی اور قریش کو جا کر اطلاع دی۔ اتنی مدت میں آپ "ثنیہ" تک پہنچ گئے۔ اور یہاں پہونچ کر آپ کی سواری بیٹھ گئی۔ لوگوں نے دیکھ کر شور کرنا شروع کیا، وہ قصوی تھک گئی قصوی تھک گئی۔ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے اس کو اس ذات نے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک دیا تھا، اور آپ نے فرمایا

قریش نے اگر حرمات اللہ کے بارے میں مجھ سے
جو بھی سوال کیا میں ان کو عطا کروں گا اور ان
کی بات مان لوں گا۔

یہ کہہ کر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ اور آپ حدیبیہ کے کنارے پہونچ گئے لوگوں نے یہاں سواریاں چھوڑ دیں۔ یہاں پانی کم تھا لشکر نے پیاس کی شکایت کی آپ نے ایک تیر دیا کہ اس کو کنویں میں ڈال دو۔ چنانچہ اس کنویں سے خوب پانی بر آمد ہوا۔

قریش کو جب آپ کے حدیبیہ میں اترنے کی خبر معلوم ہوئی تو گھبرائے۔ آپ نے یہ طے کیا، کہ پہلے قریش کے پاس کوئی آدمی بھیجا جائے۔ اس کے لئے آپ نے حضرت عمرؓ کو طلب فرمایا۔ انھوں نے عرض کر دیا حضور! مکہ میں بنی کعب میں سے میرا کوئی نہیں ہے۔ آپ حضرت عثمان رضؓ کو بھیج دیں، وہاں ان کے خاندان والے موجود ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم قریش کے پاس جاؤ اور انکو

خبر دو کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کے لئے آئے ہیں اور ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اور جو مسلمان مرد اور عورتیں وہاں ہیں ان کو بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو غلبہ دیا ہے اور فتح قریب ہے تاکہ وہ لوگ اب ایمان کو نہ چھپائیں۔

حضرت عثمانؓ تشریف لے گئے۔ جب وہ قریش کے پاس پہونچے تو قریش نے کہا، کہاں جاتے ہو؟ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تم لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ اور بتلاؤں کہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ بولے یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں، آپ اپنا کام کریں۔ ابان بن سعید نے کھڑے ہو کر مبارکباد دی۔ حضرت عثمانؓ نے اُن کو اپنے گھوڑے پر پیچھے بٹھا لیا۔ اور مکہ آئے۔

ادھر مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کیا (دیکھئے صاحب!) حضرت عثمانؓ نے تو بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا اور وہ حلال ہو گئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا، ایسا نہیں ہے۔ ہم لوگ محصور ہیں۔ لوگوں نے کہا، اب ان کے لئے کیا رکاوٹ ہے۔ فرمایا یہ میرا گمان ہے کہ وہ بلا ہمارے طواف کعبہ نہ کریں گے۔

مکہ معظمہ میں مسلمانوں اور کافروں میں صلح کے معاملہ میں گفتگو ہونا شروع ہوئی ایک فریق نے دوسرے فریق کے پاس آدمی بھیجا اور تیر اور پتھر پھینک کر ڈال لینا چاہی اور خوب شور کیا۔ اسی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی طرح یہ خبر پہونچی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دئے گئے۔

بیعت رضوان یہ دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لینا شروع کی۔ لوگ جلد جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیعت ہونا شروع ہوئے۔ آپ اس وقت پیڑ کے نیچے تھے۔ حضور صلعم نے اپنا ہاتھ دوسرے

ہاتھ میں پکڑا، اور فرمایا "یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے"

جب بیعت تمام ہوگئی تو حضرت عثمانؓ آگئے۔ لوگوں نے دریافت کیا، آپ نے تو طواف کر لیا ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ غلط ہے اور آپ کی بدگمانی ہے بلکہ اگر میں مکہ میں ایک سال بھی رہتا اور حضور صلعم حدیبیہ میں ہوتے تو ہرگز طواف نہ کرتا۔ قریش نے تو مجھ سے اصرار کیا، مگر میں نے انکار کر دیا۔ مسلمانوں نے کہا ہمیں جناب رسول اللہ صلعم نے یہی بتلایا تھا جو آپ نے کہا ہے۔

حضرت عمرؓ نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی مگر جد بن قیس نے بیعت نہیں کی۔ سب سے پہلے ابو سنان اسدیؓ نے بیعت کی اور پھر سلمہ بن اکوع رضؓ نے تین مرتبہ بیعت کی یعنی شروع میں اور بیچ میں اور آخر میں۔ اثنائے بیعت ہی میں بدیل بن ورقا خزاعی چند آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حالات بتلائے بدیل نے کہا میں جا کر قریش کو بتلاتا ہوں۔

جب بدیل نے قریش سے جا کر کہا تو قریش کے بیوقوف غنڈوں نے کہا ہم نہیں سنتے۔ لیکن شرفا نے کہا، بتلائے کیا کہنا چاہتے ہو؟ بدیل نے سب واقعہ بتلا دیا۔ عروۃ بن مسعودؓ نے کہا بات تو نہایت معقول ہے۔ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ہو آؤں لوگوں نے ان کو اجازت دیدی اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

صلح حدیبیہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی۔ آپ نے جو بدیل سے فرمایا تھا، وہی فرمایا۔ عروۃ نے کہا محمد (صلعم) کیا آپ اپنی قوم کو تباہ کریں گے اور کسی نے آج تک اپنی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور دوسری قوم کو اس کی جگہ آباد کیا ہے؟ قسم خدا کی میں اس کے علاوہ کوئی وجہ نہیں جانتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ وامصص بظر اللات "، عروہ نے پوچھا، یہ کون؟ جواب ملا، ابوبکرؓ ہیں۔ عروہ نے کہا، آپ کی قوم کا میرے اوپر احسان ہے۔ ورنہ ابھی مزہ چکھا دیتا اور بات کرنا شروع کی، اور یہ حرکت کی کہ درمیان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا مغیرہ بن شعبہؓ پاس کھڑے تھے۔ اور ہاتھ میں تلوار تھی۔ جب وہ ہاتھ بڑھاتا وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور فرماتے ہاتھ پیچھے کر، عروہ نے کہا یہ کون؟ کیا مغیرہ ہیں! عروہ نے کہا، اے غدار کہیں کے!۔ بات یہ تھی کہ حضرت مغیرہ نے زمانہ جاہلیت میں ثقفی خاندان کے لوگوں کو قتل کر کے مال لوٹ لیا تھا، اور مسلمان ہو گئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا۔ اسلام تو قبول کر لو! لیکن مال تمہارا نہیں ہے۔

عروہ گوشۂ چشم سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر دیکھتے رہے کہ حضور صلعم جب بھی تھوکتے تو مسلمان اس کو ہاتھوں میں لیتے اور چہروں سے ملتے تھے۔ اور جس چیز کا بھی امر کیا جاتا تھا اُس کے لئے دوڑ پڑتے تھے۔ اور جب آپ وضوء کرتے تو وضوء کے پانی کے قطرات حاصل کرنے میں مارکاٹ کی نوبت آنے کو ہو جاتی تھی، اور دبی ہوئی آواز سے بات کرتے۔ اور تعظیماً نظر کو نہ اُٹھاتے۔ غرضکہ عروہ نے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر کہا

> اے قوم مجھے بہت سے بادشاہوں کے دربار میں
> حاضری کا موقع ملا ہے۔ کسریٰ، قیصر، نجاشی کے
> پاس گیا ہوں، مگر کسی کے جلیس اتنی تعظیم نہیں کرتے
> جتنی تعظیم محمد (صلعم) کے صحابہؓ محمد (صلعم) کی کرتے
> ہیں اگر وہ تھوکتے ہیں لوگ ہاتھوں پر لیتے ہیں اور چہروں کو ملتے ہیں الخ

لہ عربی زبان میں ایک قبیح قسم کی گالی ہے۔

اُنھوں نے تمہارے لئے بھلائی کی ایک تجویز رکھی ہے تم اُس کو قبول کر لو اپنی کنانہ میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا مجھے جانے کی اجازت دیجئے میں ہو کر آتا ہوں۔ اور ایک بلندی سے چڑھ کر دیکھا کہ لوگ تلبیہ کہہ رہے ہیں آکر کہا، قسم خدا کی یہ لوگ ایسے نہیں ہیں کہ اُن کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ اتنے ہی میں مکرز بن حفص کھڑا ہوا اور بولا کہ مجھے اجازت دی جائے، میں دیکھ کر آتا ہوں۔ اور بلندی سے چڑھ کر دیکھا تو حضور صلعم نے فرمایا۔ یہ مکرز بن حفص ہے اور بڑا فاجر ہے۔ آپ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ اتنے میں سہیل بن عمرو آیا تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اب معاملہ سہل ہو گیا ہے"

جنگ بندی معاہدہ اور فرمایا، ایک معاہدہ تحریر کیا جائے۔ آپ نے کاتب کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا، لکھ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا "ہم رحمٰن" کو نہیں جانتے کہ وہ کون ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہم تو یہی لکھیں گے۔ حضور صلعم نے فرمایا "اچھا لکھ" باسمک اللھم" اور اس کے بعد لکھ،

ھٰذا ما قاضی علیہ	یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ کا
محمّد رسول اللہ	فیصلہ ہے۔

سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو ہرگز نہ روکتے، اور نہ جنگ کرتے بلکہ آپ لکھیں " محمد بن عبداللہ" آپ نے ارشاد فرمایا، میں تو اللہ کا رسول ہی ہوں۔ اگرچہ تم نہ تسلیم کرو، لکھ۔ محمد بن عبداللہ، اور حضرت علیؓ سے فرمایا، رہنے دو" ہمیں تو بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔ سہیل نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ آئندہ سال ہو سکتا ہے اور ہم میں سے جو آدمی بھی آپ کے پاس جائے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہو اس کو واپس کرنا ہوگا، مسلمانوں نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم

مسلمان کو کافروں کے حوالہ کریں۔

ابوجندل کا واقعہ

یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ ابوجندل بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ گئے۔ یہ دیکھ کر سہیل نے کہا "دیکھئے! یہ معاہدہ کی پہلی شرط ہے۔ آپ اس کو واپس کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ابھی تو معاہدہ پورا بھی نہیں ہوا ہے۔ سہیل اڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ اچھا تو اب کوئی معاہدہ نہیں ہے" ناچار آپ نے فرمایا بہتر! ابوجندل نے مسلمانوں سے کہا "آپ لوگ مجھے کافروں کے حوالہ کرتے ہیں میں تو مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ مجھے کس قدر ایذائیں دی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں جس دن سے مسلمان ہوا ہوں کسی دن شک میں مبتلا نہیں ہوا۔ مگر آج مجھے بھی شک ہے۔ اور حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ!

کیا آپ نبی نہیں ہیں۔ فرمایا بیشک میں نبی ہوں۔ عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں، اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے۔ فرمایا بیشک۔ عرض کیا تو پھر یہ ذلت کیوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ میرا مددگار ہے اور میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا پھر عرض کیا۔ کیا آپ نے ہم سے نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ فرمایا بیشک۔ فرمایا کیا میں نے اسی سال کے لئے کہا تھا عرض کیا نہیں فرمایا تو پھر انشاء اللہ یہ پورا ہوگا۔

حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور وہی کہا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا اور انھوں نے وہی جواب دیا جو جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تھا اور مزید فرمایا، اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ حضور حق پر ہیں۔

بہرحال جب کتابت کا مرحلہ ہو چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کرو اور سر مونڈلو۔ لیکن کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا مگر کوئی آمادہ نہ ہوا تب آپ ام سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا حضور! آپ بلا کسی سے کہے سنے، کر ڈالیے۔ اور اپنے بال مونڈنے والے کو طلب فرمایئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا جب لوگوں نے دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہوئے اور قربانی کی اور بال مونڈے اور غم میں اس درجہ ڈوبے کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہونے لگے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یاایھاالذین آمنوااذاجآءکم	ایمان والو جب تمہارے پاس مومنہ عورتیں
المومنات المھاجرات۔ الآیۃ	ہجرت کرکے آئیں۔ الخ

حضرت عمرؓ نے فوراً ہی دو عورتوں کو طلاق دیدی جو اُن کے نکاح میں تھیں اور مشرکہ تھیں۔ ان میں سے ایک نے حضرت معاویہؓ سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن اُمیّہ سے۔ بہرحال یہ واقعہ ہو چکنے کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے، اور راستہ ہی میں، آپ پر "انا فتحنا لك" سورت نازل ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور! کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں صحابہؓ نے عرض کیا تو حضور مبارک ہو! ہمارے لیئے کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

ھوالذی انزل السکینۃ	اسی نے مسلمانوں کے دلوں میں
فی قلوب المومنین	سکینہ نازل کیا۔

جس وقت آپ مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو ابو بصیرؓ قریشی آپ کے پاس حاضر ہوئے قریش نے دو آدمی ان کے تعاقب میں معاہدہ کی شرط کے مطابق بھیجے کہ ان کو واپس

کیا جائے) وہ دونوں آدمی ان کو واپس لیکر لوٹے۔ جب وہ ذوالحلیفہ آئے تو وہ دونوں کھجوریں کھانے بیٹھ گئے تو ابوبصیر نے کہا، مجھے تم لوگوں کی تلوار کمزور معلوم ہوتی ہے اُنھوں نے جواب دیا نہیں، میں بہت مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں۔ ابوبصیرؓ نے کہا۔ لاؤ دیکھوں اور یہ کہہ کر مضبوطی سے تلوار پکڑ کر ایک کی گردن اُڑا دی یہ دیکھ کر دوسرا بھاگ نکلا۔ اور مدینہ منورہ آیا اور مسجد میں جا داخل ہوا حضور صلعم نے فرمایا یہ آدمی خوف زدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کافر نے کہا، میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور میں جان بچا کر آیا ہوں، اتنے ہی میں ابوبصیرؓ بھی آ گئے اور عرض کیا۔ حضور! اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری تو پوری کرا دی کیونکہ آپ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تیری ماں تجھے نہ پائے" تو نے جنگ کو بھڑکا دیا"۔ یہ سنکر ابوبصیر واپس لوٹ آئے اور سیف البحر کے مقام پر پہونچے۔ اور ابوجندل بھی ابوسہیل سے چھوٹ کر ابوبصیر سے آملے۔ اور قریش میں سے جو آدمی بھی مسلمان ہوتا وہ ان کے پاس آجاتا۔ اس طرح ایک اچھی خاصی جماعت بن گئی۔ اور قریش کا جو قافلہ بھی ملک شام کے ارادے سے ادھر سے گزرتا یہ لوگ اس کو لوٹ لیتے۔ اور آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ قریش نے یہ دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا اور خدا اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا، آپ نے مان لیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ۔ الخ — وہی ذات جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے مکہ کے علاقہ میں روکا۔

واقعات حدیبیہ میں کہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے کلی کی اور حدیبیہ کے کنویں میں چھوڑی جس سے پانی نے جوش مارنا شروع کیا۔ براء بن عازب اور سلمہ بن اکوع رضنے ایسے ہی روایت کیا

ہے اور صحیحین میں عروۃ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے کنویں میں تیر چھوڑا تھا، اور مغازی ابن اسود میں ہے کہ آپ نے کلی کر کے ڈول میں پانی ڈالا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پانی اُبلنا شروع ہوا اور مسلمانوں نے کنویں کے کنارے بیٹھ کر چلو میں پانی بھر کر پیا۔ یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی کی روایت ہے کہ جب حدیبیہ میں مسلمانوں کو پیاس نے بہت پریشان کیا، تو آپ کے پاس آئے، اور عرض کیا نہ پینے کو پانی ہے اور نہ وضو کے لئے پانی ہے، بس جس قدر آپ کے پاس ہے پورے لشکر میں یہی پانی ہے آپ نے برتن میں دست مبارک ڈالا، اور پانی کا یہ عالم ہوا کہ گویا آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا ہے جیسا کہ چشمہ سے اُبلتا ہے سب نے پیا بھی اور وضو بھی کیا، اور اس وقت سب پندرہ سو آدمی تھے اور یہ واقعہ کنویں والے قصہ سے علیحدہ ہے۔

اسی غزوہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک رات شدید بارش ہوئی صبح کی نماز کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"میرے کچھ بندے مومن ہوتے ہیں اور کچھ کافر جنھوں نے یہ کہا کہ ہم پر بارش خدا کے فضل اور رحمت سے ہوئی ہے وہ تو مومن ہیں۔ اور ستاروں کے منکر اور جنھوں نے یہ کہا بارش ستاروں سے ہوئی ہے، وہ میرے منکر اور ستاروں پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

تفصیل معاہدہ

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دس سال کے لئے جنگ بندی معاہدہ ہوا تھا، اور یہ کہ مسلمان اس سال تو

اسی طرح واپس ہو جائیں جب سال آئندہ آئے، تو مکہ میں بلا ہتھیاروں کے آئیں اور تین دن قیام کریں۔ اور آپ کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا ہم واپس نہیں کریں گے اور ہمارا جو آدمی آپ کے پاس جائیگا آپ کو واپس کرنا ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ! یہ تو بہت بڑی بات ہے، آپ نے ارشاد فرمایا "ہمارا آدمی جو اُنکے پاس جائیگا اُس کو اللہ نے ہم سے دور کر دیا اور اُن کے پاس جو آدمی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اور ہم کو واپس کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کوئی سہولت فراہم کرے گا۔

۱۔ واقعہ حدیبیہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے، ان لوگوں کے لئے فدیہ کا حکم نازل فرمایا تھا جو سر میں تکلیف کی وجہ سے بال مونڈلیں وہ روزہ رکھیں یا صدقہ دیں یا قربانی کریں اور یہ حکم کعب بن عجرہ کے بارے میں نازل ہوا تھا۔

۲۔ اسی جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والے کے لئے تین مرتبہ اور بال کٹوانے والے کے لئے ایک مرتبہ مغفرت کی دعا کی تھی۔

۳۔ اسی جگہ اونٹ اور گائے کو سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا گیا تھا۔

۴۔ اسی جگہ آپ نے ابوجہل کے اونٹ کو جس کی ناک میں چاندی کی بالی پڑی تھی ھدی بنایا تھا تاکہ کافروں کو غصہ آئے۔

۵۔ اسی جگہ سورۂ فتح نازل ہوئی تھی اور یہیں بنو خزاعہ آپ کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہوئے تھے اور بنو بکر قریش کے شریک ہوئے تھے، کیونکہ یہ رعایت معاہدہ میں موجود تھی کہ جو چاہے مسلمانوں کے ساتھ ہو جائے اور جو چاہے قریش کے ساتھ ہو جائے۔

۶۔ جب آپ مدینہ منورہ کو واپس جانے لگے تو چند مسلمان عورتیں آئیں۔ ان میں ام کلثوم بنت عقبہؓ تھیں تو قریش کے آدمی شرط کے مطابق آئے کہ اُن کو واپس کیا جائے آپ نے ان کو واپس نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرما دی تھی۔ فقہا نے

بیان کیا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہے کہ عورتوں کے حق میں یہ حکم منسوخ ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ سنت کے ذریعہ قرآن پاک میں تخصیص کی گئی ہے۔

چند فوائد اس جگہ عمرہ سے متعلق چند وہ چیزیں بیان کی ہیں جن کا ذکر حج اور عمرہ کے بیان میں ہو چکا ہے۔ تکرار کی وجہ سے ان کو حذف کر دیا ہے اس کے بعد فرمایا ہے:

۱۔ امیر لشکر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ پہلے دشمن کی طرف حالات معلوم کرنے کے لئے کسی جاسوس کو بھیجے۔

۲۔ جہاد میں ان مشرکوں سے بھی بوقت ضرورت امداد حاصل کی جا سکتی ہے جن سے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لئے بنو خزاعہ کے قبیلہ کا جاسوس آپ نے بھیجا تھا، وہ کافر ہی تھا اور مصلحت کا تقاضہ بھی یہی تھا کیونکہ دشمن کی بات اس کے ذریعہ زیادہ آسانی سے حاصل ہو سکتی تھی۔

۳۔ امام کے لئے رعیت اور لشکر سے بھی مشورہ لینا مستحب ہے۔ اس میں ان کی خوشنودی بھی ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ (امرھم شوریٰ بینھم)

۴۔ مشرکین کے بچوں اور عورتوں کو مردوں سے جنگ کرنے سے پہلے گرفتار کرنا جائز ہے۔

۵۔ کلام باطل کی تردید کر دینا چاہیئے کیونکہ جب صحابہؓ نے کہا تھا قصویٰ اونٹنی تھک گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرما دی تھی۔

۶۔ تحریر کے شروع میں تسمیہ لکھنا مسنون ہے

۷۔ دینی امور میں، جن میں خیر ہی ہے قسم کھانا جائز ہے تاکہ کلام میں قوت پیدا ہو جائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی مواضعات میں قسم کھانا ثابت ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ نے بھی تین جگہ قسم کے ذریعہ آپ کی تصدیق فرمائی ہے. سورۂ یونس، سورہ سبا، سورۂ تغابن ۔

۸ ۔ مشرکین، اہل بدعت اور ظالم انسان جب ایسی چیز کا مطالبہ کریں جو ان کے نزدیک اہم ہے اور ہمارے نزدیک بھی اس میں عظمت ہے تو ان کے مطالبہ کو مان لینا چاہئے۔ یہ ایسا مرحلہ تھا کہ بہت سے صحابہؓ پر گراں گزرا۔ حدیہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے وہ کچھ کہا جو گذر چکا ہے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے اس فیصلہ کو بخوشی قبول کرلیا۔ اس معاملہ میں ان کا قلب حضور صلعم کے قلب کا آئینہ تھا، اسی وجہ سے انھوں نے حضرت عمرؓ کو وہ جواب دیا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اس سے حضرت صدیق اکبرؓ کی عظمت اور فوقیت ثابت ہوتی ہے۔

۹ ۔ حضور صلعم نے حدیبیہ کے دہنی طرف پڑاؤ کیا تھا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے حدیبیہ کا بعض حصّہ حرم میں ہے اور بعض حِل میں ہے۔ اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضور صلعم زمین حرم میں نماز پڑھا کرتے تھے اور حل میں قیام تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ نماز میں اجر و ثواب کے اضافہ کا معاملہ تمام حرم سے متعلق ہے نہ کہ صرف مسجد حرام سے، .. .. اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مسجد حرام میں نماز ادا کرنا، میری مسجد میں نماز ادا کرنے سے سو گنا زیادہ ہے۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "لایقربوا المسجد الحرام" اور "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام" حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانیؓ کے مکان میں تھے۔

۱۰ ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو مکہ سے قریب اترے اُس کو حل میں قیام

کرنا چاہیئے اور حرم میں نماز پڑھنا چاہیئے۔ اور حضرت ابن عمرؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے

۱۱۔ امام کے لئے جائز ہے کہ وہ دشمن کے ساتھ صلح کرنے میں ابتدا کرے جبکہ مصلحت بھی ہو اس میں توقف نہ کرے کہ کافروں کی طرف سے ابتدا ہو۔

۱۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا تلوار لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑا ہونا۔ اگرچہ یہ آپ کی عادت شریفہ نہیں تھی لیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہے کہ جب دشمن آئے تو اس وقت یہ طریقہ اختیار کرنا مسنون ہے، تاکہ امام کی عظمت اور اس سے محبت کا اظہار ہو سکے۔ یہی عادت کافروں کی تھی جب مسلمانوں کا سفیران کے پاس جاتا اور یہی عادت مسلمانوں کی تھی جب کافروں کا سفیران کے پاس آتا تھا اس سے اُس قیام کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی ہے جس کی مذمت آپنے فرمائی ہے

جو آدمی یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے صورت

مثال کھڑے ہو جائیں اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

اور جیسا کہ جنگ میں اظہار فخر کو آپ نے مذموم قرار نہیں دیا ہے

۱۳۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہؓ سے فرمایا "اسلام تو قبول! لیکن مال تمہارا نہیں ہے" اس میں دلیل ہے کہ مشرک معاہد کا مال معصوم ہوتا ہے، اس کا مالک کوئی نہیں ہو سکتا اس کو تو واپس کرنا پڑیگا (مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں تفصیل گذر چکی ہے)

۱۴۔ کافروں کے سفیر کی جہالت اور گستاخیوں کو برینائے مصلحت برداشت کرنا چاہیئے اور اس کا مواخذہ نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ کی گستاخی (داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھانا) کو برداشت کیا تھا۔ اگرچہ عرب کی عادت کلام کرتے وقت یہی تھی، لیکن وقار اور تعظیم کے خلاف تھی[1]۔ اور ایسے

---

[1] اس سے یہ ثابت کہ ملکی معاشرت کچھ بھی ہو لیکن اگر وہ مذہبی حدود کے خلاف ہے اسکو اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

ہی آپ نے مسیلمہ کذاب کے سفیر کی گستاخی کو برداشت کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خدا کا رسول ہے، اور آپ نے فرمایا تھا کہ اگر قاصد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تجھکو قتل کر دیتا

۱۵۔ کھنکار، تھوک پاک ہے خواہ وہ سر کی جانب سے آیا ہو یا سینہ کی طرف سے آیا ہو۔

۱۶۔ مارِ مستعمل پاک ہے[۱]۔

۱۷۔ فال لینا، طیرہ کی طرح نہیں ہے جو کہ حرام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کی آمد پر فرمایا تھا "اب معاملہ سہل ہو گیا ہے"

۱۸۔ موجود آدمی کے باپ اور دادا سے اگر واقفیت ہے تو دادا کا نام لینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ آپ نے صرف محمد بن عبداللہ ہی تحریر کرایا تھا۔ اور صرف سہیل اور اس کے باپ کا نام لکھنے پر اکتفا کیا تھا اور دادا کا نام بھی ذکر کیا جائے یہ شرط صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن خالد سے جب غلام خریدا تو اس میں دادا کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ صرف وضاحت کے لئے زیادتی ہے جس سے صرف جواز ثابت ہوتا ہے لیکن شرط نہیں ہے۔ اور اگر آدمی مشہور نہ ہو تو صرف اس کا نام اور اس کے باپ کے نام پر اکتفا کی جائے اور اگر اشتراک ہو تو دادا کا نام بھی ذکر کر دینا چاہیئے[۲]۔

---

[۱] مارِ مستعمل وہ پانی جو وضو یا غسل کرتے وقت بدن سے نیچے گرتا ہے اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ رح کا پہلا قول نجاست غلیظہ کا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ وضوء اور غسل کے قطرات کے ساتھ انالہ بآثم بھی ہوتا ہے لیکن صاحبین کا قول نجاست خفیفہ کا ہے اور امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف ثابت ہے

[۲]۔ ممالک عالم کا ضابطۂ تحریر اسلام کے اسی طرز تحریر کا مرہون منت ہے

۱۹ - حضرت ابوبکرؓ نے عروۃ کو "امصص بظر اللات" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔[1] اس میں اشارہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو "ستر عورت" کا نام لیا جا سکتا ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی تھی کہ جو لوگ دعویٰ جاہلیت کریں" ان کے لئے اس قسم کے الفاظ بول سکتے ہیں۔

۲۰ - مشرکوں سے ایسی صلح کی جا سکتی ہے کہ جس میں مسلمانوں کا کچھ نقصان ہو لیکن مشرکوں کے بڑے مفسدہ سے نجات مل جائے یعنی دو مصیبتوں میں سے آسان مصیبت کو اختیار کرنا۔

۲۱ - جس کسی نے کسی کام کے کرنے کے لئے وعدہ کیا یا اللہ کی قسم کھائی اس کا فوراً ہی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ تاخیر سے بھی کرنا جائز ہے۔[2]

۲۲ - حلق (سر مونڈنا) بھی ایک نسک ہے جیسا کہ وہ حج میں ہے ایسا ہی عمرہ میں ہے اور وہ بال کٹوانے سے افضل ہے

۲۳ - محصر جہاں روک دیا جائے اس کو وہیں قربانی کر دینی چاہیئے وہ جگہ حل ہو یا حرم ہو اس کے لئے ضرورت نہیں کہ کسی آدمی کو مقرر کرے تاکہ وہ ھدی لے جا کر حدود حرم میں ذبح کرے اور جب تک وہ ذبح نہ ہو اس وقت تک وہ حلال ہی نہ ہو گا یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک میں موجود ہے۔

والھدی معکوفاً   اور ھدی محبوس (رکی ہوئی)

---

[1] عربی زبان میں ایک گالی ہے۔ امصص کے معنی کیدن کے ہیں اور بظر "اندام نہانی کے اندرونی حصہ کو کہتے ہیں۔ (روضۃ)

[2] امام ابو حنیفہ رح کا یہی مسلک ہے یعنی اگر یا مور بہ کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے اس حد تک کہ قضا نہ ہو تو گناہ نہیں ہوتا ہے [3] علامہ کا استدلال غلط ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۵ پر)

۲۴۔ محصر کے اوپر قضا نہیں ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مونڈنے اور قربانی کر دینے کا تو امر فرمایا تھا، قضا کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ آئندہ سال جو عمرہ ادا کیا گیا تھا وہ نہ عمرہ قضا تھا اور نہ عمرہ واجبہ تھا، کیونکہ عمرہ احصار میں صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی اور آئندہ سال والے عمرہ میں تعداد کم تھی اور عمرہ قضا اس وجہ سے نام تھا کہ چونکہ یہ بعد میں ادا کیا گیا تھا [۱]

صفحہ ۲۵۴ کا باقی حاشیہ [۳]:۔ قرآن پاک کی پوری آیت یہ ہے۔ ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفا ان یبلغ الھدی محلہ۔ عربی ترکیب کے اعتبار سے والھدی کا عطف کم ضمیر منصوب پر ہے یعنی الھدی بھی مفعول ہے اور معکوفاً حال ہے اور وان یبلغ (الی آخرہ) ھدی کا بدل الاشتمال ہے یا ان مصدریہ ہونے کی وجہ سے عن حرف جار سے مجرور ہے ہر دو صورت میں حنفیہ کا مسلک ثابت ہے یعنی ھدی کے ذبح ہونے کی جگہ حل نہیں ہے بلکہ حرم ہے۔ یعنی اگر کسی عذر کی وجہ سے محصر حرم میں نہ داخل ہو سکے تو اس کی ھدی کا جانور حرم میں بھیج دیا جائے کہ وہاں اس کو ذبح کیا جائے (رآئیل صفحہ ۲۰۹ ج ۶۔ مظہری صفحہ ۳۳ ج ۹

حاشیہ صفحہ ھذا:۔ [۱] سال آئندہ جو عمرہ ادا کیا گیا تھا" اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ وہ عمرۂ قضا تھا: اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کا نام عمرۂ قضا نہ ہوتا۔ یہ امر بدیہی ہے کہ احرام باندھنے کے بعد کم از کم افعال عمرہ واجب ہو جاتے ہیں جیسا کہ تکبیر تحریمہ باندھنے کے بعد نفل واجب ہو جاتا ہے۔ ہر دو صورت میں فاسد کر دینے پر قضا لازم آ جاتی ہے۔ یہ استدلال تام نہیں ہے کہ جو حضرات عمرۂ حدیبیہ میں شریک تھے، عمرۂ قضا میں کم تھے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے حضرات نے عمرۂ قضا . . . . . . حجۃ الوداع یا کسی دوسرے وقت ادا کر لیا ہو سب کے لئے یکساں طور پر بیک وقت ادائیگی ضروری نہیں ہے۔

۲۵۔ صیغۂ امر کا مقتضا اور غرض یہ نہیں ہے کہ فعل فوراً ہی کیا جائے تا وقتیکہ اس کے ساتھ غصہ وغیرہ کی علامت موجود نہ ہو جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قربانی اور حلق کا امر فرمایا تھا، اور تاخیر کی وجہ سے آپ غصہ نہیں ہوئے تھے صحابہ نے جو تاخیر کی تھی اللہ نے اُن کو معاف کر دیا اور وہ ان سے راضی ہو گیا۔

۲۶۔ اہل شریعت میں یہ ہے کہ نبی اُمت کے ساتھ تمام احکام میں شریک ہوتا ہے البتہ اگر کسی دلیل سے تخصیص کر دی جائے تو تخصیص ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ام سلمہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا۔

حضور! آپ تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ
کہے بغیر، حلق فرمائیں اور قربانی کر دیں۔ لوگ آپ کو
دیکھ کر آپ کی اتباع کریں گے۔

اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے تو فعل اقرار اور امر کی تردید ثابت ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صحابہؓ نے جو تاخیر کی تھی ان کا گمان تھا کہ شاید عمرہ منسوخ ہو چکا ہے لیکن جب انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تو جان گئے یہ "حکم" ہے۔ جن لوگوں کی سمجھ میں یہ نکتہ نہ آیا انھوں نے اعتراض کیا ہے

۲۶۔ زوجہ کی ملک بضع کا ملکیت زوج سے خارج ہونا متقوم ہے یعنی بالقیمت ہے نہ کہ مفت بلا بدل، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا مہر واجب قرار دیا تھا جو ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آئیں تھی۔

۲۷۔ جب کوئی دار الکفر سے مسلمان ہو کر امام المسلمین کے پاس آجائے تو بغیر مطالبہ کے اس کو واپس نہ کرنا چاہیئے، جیسا کہ ابو بصیر کے واقعہ سے ثابت ہے

۲۸۔ (ابو بصیر کے واقعہ سے ایک دوسری شق یہ بھی ثابت ہے) اگر وہ واپس جانیوالا معاہدین میں سے کسی کو قتل کر دے تو امام کے ذمہ نہ دیت ہے اور نہ قصاص

۲۹۔ اگر کوئی جماعت امام کے قبضہ سے نکل کر، معاہدین کے اموال کو لوٹنے لگے تو اس مال کی واپسی امام پر نہیں ہے اور نہ امام کی ذمہ داری ہے کہ ان کو روکے اور منع کرے۔ کیونکہ جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کافروں کے درمیان تھا، ابو بصیر اس عہد میں داخل نہیں تھے۔

معاہدہ کے اسرار یہ معاہدہ ایک قسم کی فتح تھی اور اس سے فتح کا دروازہ کھل گیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت شریفہ ہے کہ پیش آنے والے امور عظام کے لئے ایسا ہی کرتے ہیں

۲۔ یہ معاہدہ فتح عظیم تھی، کیونکہ اس سے ایک قسم کا امن ہو گیا تھا، اور مسلمانوں کو دعوت الی الاسلام کا موقعہ مل گیا تھا کہ مسلمان کافروں کو قرآن سناتے اور ان سے مناظرہ کرتے، اور جو لوگ اسلام چھپائے ہوئے تھے انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا۔ اور بہت سے لوگ اس مدت میں اسلام میں داخل ہوئے تھے

(نوٹ۔ علامہ نے بہت سے اسرار اور حکم بیان فرمائے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ سب احکامات کے ضمن میں آچکے ہیں اس وجہ سے ہم نے تکرار مناسب نہ سمجھی)

غزوہ خیبر موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے حدیبیہ سے آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بیس راتیں یا اس کے قریب قیام فرمایا۔ پھر غزوہ کے ارادے سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ حدیبیہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے خیبر کا وعدہ کیا تھا۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے "فتح خیبر ۶ھ میں ہوئی ہے۔ اور جمہور کا قول یہ ہے کہ ۷ھ میں خیبر فتح ہوا ہے۔ اور ابن حزم نے ۶ھ کے لئے قطعیت کا دعویٰ کیا ہے۔ دراصل مبنی اختلاف کا یہ ہے کہ ابتدائے سال ربیع الاول سے ہے (یہ مہینہ مدینہ میں آمد کا ہے)، یا محرم سال کا پہلا مہینہ ہے۔ علماء کے اس میں دو مسلک ہیں۔ جمہور اس پر ہیں کہ تاریخ محرم سے

شمار ہوتی ہے اور ابن حزم نے ربیع الاول کو کہا ہے۔

سب سے پہلے یعلی بن اُمیّہ نے یمن میں تاریخ ہجری کا استعمال شروع کیا، اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا ۱۶ھ میں کی۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے ان دونوں تاریخوں کو تمام علماء نے روایت کیا ہے

جب آپ حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے اُس وقت آپ پر سورۂ فتح نازل ہوئی۔ اسی میں غنیمت کثیر اور فتح قریب کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ آپ ذی الحجہ کے مہینہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور مقام "رجیع" جو خیبر اور غطفان کے درمیان ہے، قیام فرمایا۔ اور مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اسی زمانہ میں حضرت ابوہریرہ مدینہ منورہ پہونچے کہ "سباع رضؓ" صبح کی نماز پڑھا رہے تھے ان کو پہلی رکعت میں سورۂ "کہیعص"، اور دوسری میں "ویل للمطففین" پڑھتے سنا۔ ابوہریرہؓ نے کہا یہ لوگ بہت برے تھے جن کے دو قسم کے باٹ تھے۔ لینے کے زیادہ اور دینے کے کم (سورۂ مطففین میں اس کا ذکر ہے) حضرت سباع رضؓ نے ان کے لئے سامان سفر کیا، اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ نے مسلمانوں سے دریافت کر کے ان کو شریک کر لیا۔

جنگ خیبر

سلمہ بن اکوع نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ تو ایک آدمی نے عامر بن اکوع سے کہا "کچھ سنا دیجئے"، (یہ شاعر تھے) انھوں نے پڑھنا شروع کیا، (اشعار کو حذف کر دیا ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کون ہے؟" عرض کیا گیا "عامر ہیں" آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے" سلمہ بن اکوع رضؓ نے کہا ہے اس کے بعد ہم خیبر آئے اور اس کا شدید محاصرہ کیا کہ اہل خیبر شدید بھوک میں گرفتار ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کرا دیا ایک رات مسلمانوں نے آگ روشن کی۔ آپ نے دریافت کیا یہ لوگ آگ

کیوں جلائے ہیں عرض کیا گیا "گوشت بھون رہے ہیں"۔ آپ نے دریافت کیا، کس چیز کا گوشت ہے؟ عرض کیا گیا "پالتو گدھوں کا گوشت" آپ نے فرمایا، اس کو پھینک دو، اور ہانڈیاں توڑ دو! ایک آدمی نے دریافت کیا، کیا گوشت پھینک دیں اور ہانڈیوں کو دھولیں۔ آپ نے فرمایا یہی کرلو!

جب بہت دن ہو گئے تو ایک دن مرحب رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا، اور تلوار ہلاتا ہوا باہر آیا۔ ادھر سے حضرت عامر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے اور دونوں گتھ گئے اور مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال کو کاٹتی ہوئی گھٹنہ پر پڑی اور اسی میں اُن کا انتقال ہوا۔ حضرت سلمہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "لوگ کہتے ہیں کہ عامر کے سب اعمال باطل ہو گئے" آپ نے فرمایا نہیں اُن کو دونا اجر ملیگا۔ انھوں نے مجاہدوں کی طرح جہاد کیا ہے۔ عربوں میں ان کی مثال کم ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پہنچ کر صبح کی نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ اہل خیبر میدان میں آ گئے ہیں۔ مسلمان بھی سوار ہو گئے۔ اور اس طرح چلے کہ اہل خیبر کو معلوم بھی نہ ہوا۔ جب اُنھوں نے لشکر کو دیکھا تو چیخنا شروع کر دیا "محمد، محمد" سب لوگ خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے دو مرتبہ فرمایا "اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا"۔

اذا نزلنا ساحۃ قوم فساء	جب ہم کسی قوم کے میدان میں اُترتے ہیں تو
صباح المنذرین	کافروں کی صبح بری ہوتی ہے

آپ جب قریب ہو گئے تو لشکر کو ٹھہرنے کا حکم فرمایا اور دعا مانگی

اللّٰھم نسئلک خیر ھذہ القریۃ	اے اللہ ہم آپ سے اس شہر اور اس کے باشندوں
وخیر اھلھا وخیر ما فیھا و نعوذ بک	اور جو کچھ اس میں ہے اُسکی بھلائی مانگتے ہیں اور اس شہر
من شر ھذہ القریۃ وشر اھلھا وشر ما فیھا	اور اسکے باشندوں وغیرہ کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔

جب رات ہوئی تو آپ نے فرمایا، میں صبح کو جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہے اور وہ بھی اللہ اور اُس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے، اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دیگا۔ لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا، "دیکھئے! وہ خوش قسمت کون ہے؟ صبح ہوتے ہی سب لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان کو میرے پاس بھیجدو حضرت علی حاضر ہوئے اور آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا دیا۔ وہ آنکھیں ایسی ہو گئیں گویا بیمار ہی نہ تھیں حضرت علیؓ نے جھنڈا لیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ میں ان سے اُس وقت تک جنگ کروں گا جب تک، وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میدان میں جاؤ اور ان کو اسلام کی دعوت دو اور بتلاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں، قسم خدا کی تمہارے ذریعہ اگر ایک آدمی کو بھی ہدایت مل گئی یہ سُرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مرحب رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا میدان میں آیا حضرت علیؓ نے جو تلوار کا وار کیا اُس کی کھوپڑی کھل گئی اور فتح ہو گئی حضرت علی یہودیوں کے قلعہ کے پاس پہونچے ایک یہودی نے اوپر سے جھانک کر پکارا تم کون ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ یہودیوں نے کہا تم بہت متکبر ہو گئے ہو۔

صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ حضرت علیؓ نے مرحب کو قتل کیا اور موسیٰ بن عقبہ اور ابوالاسود نے روایت کیا ہے کہ محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ حضرت جابرؓ نے اپنی حدیث میں روایت کیا ہے کہ مرحب یہودی ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر قلعہ سے رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا باہر آیا، اور مطالبہ کیا، جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون اس کے مقابلہ کو جائے گا؟ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا "میں یا

رسول اللہ" اس نے کل میرے بھائی محمود بن مسلمہ کو قتل کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جاؤ اور دعا کی۔ یا اللہ اس کی مدد فرما۔ جب دونوں مقابل ہوئے تو درمیان میں ایک پیڑ آگیا۔ ہر ایک نے مقابلہ میں درخت کی آڑ لی۔ ہر وار میں درخت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کٹ جاتا تھا۔ حد یہ ہے کہ وہ پیڑ بالکل صاف مثل آدمی کے ہوگیا کہ اس کی کوئی شاخ باقی نہ تھی۔ مرحب نے جب وار کیا تو محمد بن مسلمہ نے اس کو ڈھال پر لیکر اپنا وار اس پر کردیا، اور مرحب کو قتل کردیا۔ اسی طرح سلمہ بن سلامہ اور مجمع بن حارثہ نے کہا ہے۔ علامہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کی پنڈلی پر وار کیا اور دونوں پنڈلیوں کو کاٹ دیا۔ مرحب نے کہا" محمد مجھے مہلت دو۔ محمد نے کہا لے موت کا ذائقہ چکھ، اتنے ہی میں حضرت علیؓ آگئے اور انھوں نے اپنی تلوار سے اس کی گردن صاف کردی۔ اور اس کے سامان پر قبضہ کرلیا۔ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور واقعہ بیان کیا، آپ نے مرحب کی تلوار نیزہ، ڈھال تو محمد بن مسلمہ کو عنایت فرمائی، اس کی تلوار پر کچھ کندہ تھا جس کو ایک یہودی نے پڑھا۔ لکھا تھا" یہ مرحب کی تلوار ہے جس پر پڑتی ہے اس کو ہلاک کردیتی ہے۔"

مرحب کے بعد یاسر نکل کر آیا، اور اس کے مقابلہ کے لئے حضرت زبیرؓ آئے، ان کی والدہ صفیہ نے کہا حضور یہ کافر میرے بیٹے کو قتل کردیگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ تیرا بیٹا ہی اس کو قتل کرے گا، انشاء اللہ۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا اسقدر مقابلہ کے بعد یہود قلعہ بند ہوگئے اس قلعہ کا نام قموص تھا بیس رات تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا یہ جگہ بہت سخت گرمی کی تھی جس سے مسلمانوں کو بہت مشقت اٹھانی پڑی یہاں تک کہ اپنے گدھوں کو ذبح کرکے کھانا شروع کردیا، آپ نے اس سے منع فرمایا

حبشی غلام کا واقعہ ایک دن کہیں سے عبدالاسود حبشی اپنے مالک کی بکریاں لیکر آرہا تھا اور ادھر یہودی ہتھیار بند ہورہے تھے، اس نے دریافت کیا

کیا ارادہ ہے ؟ بولے اس آدمی سے جنگ کرنی ہے جس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ نبی ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی نے عبدالاسود کے دل میں اثر کیا اور اس نے اپنی بکریوں کا رُخ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا، اور جاکر بولا، آپ کیا کہتے ہیں اور کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا، اسلام کی طرف اور خدا کی وحدانیت کی اور اپنی رسالت کی طرف۔ اسود نے کہا، اگر میں خدا پر ایمان لایا تو کیا ملیگا فرمایا "جنت"، یہ سنکر وہ مسلمان ہوگیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اس کو ادا کر دو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان کو قلعہ کی طرف ہانک دو۔ اس سے تمہاری ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ اسود نے ایسا ہی کیا اور وہ بکریاں اپنے مالک کے یہاں پہونچ گئیں تب یہودیوں کو معلوم ہوا کہ وہ غلام مسلمان ہوگیا ہے۔

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا، جب یہودیوں کا اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تو وہ حبشی غلام شہید ہوگیا مسلمان اس کی لاش کو لیکر خیمہ میں آئے حضور بھی وہیں تشریف لے آئے اور فرمایا میں اس کے سرہانے دو حوروں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس غلام نے ایک وقت کی بھی نماز ادا نہیں کی تھی (یعنی اتنا وقت ہی نہیں ملا تھا۔)

حماد بن سلمۃؒ نے ثابت بن انس سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ حضور! میرا رنگ بھی سیاہ ہے۔ میں بد صورت بھی ہوں اور بو بھی آتی ہے میرے پاس مال بھی نہیں ہے۔ میں اگر ان یہودیوں کے ساتھ جنگ کروں اور قتل ہو جاؤں تو کیا میرے لئے جنت ہے۔ آپ نے فرمایا" ہاں" یہ سنکر وہ آگے بڑھا اور اتنی جنگ کی کہ شہید ہوگیا۔ حضور اس کی نعش کے پاس آئے، اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیرا چہرہ حسین بنائے اور تجھے خوشبودار بنادے اور تجھے مال کثیر عطا

فرمائے۔ اور فرمایا "میں نے اس کی زوجۂ حور عین" کو دیکھا ہے کہ اس کے جبہ کے اندر داخل ہے (مراد قرب اور صحبت ہے)

شداد بن صاد نے روایت کیا ہے کہ ایک بدوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ آپ نے بعض صحابہ رضہ کو امر فرمایا اور غزوہ خیبر میں اس کو شریک کیا۔ اتفاق سے کہیں سے کچھ مال غنیمت آیا، آپ نے اس اعرابی کو بھی دیا۔ اس نے صحابہ سے عرض کیا، یہ کیا ہے؟ کہا یہ تیرا حصہ ہے جو رسول اللہ صلعم نے عنایت فرمایا ہے، وہ حصہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا، حضور! میں نے آپ کی اتباع اس وجہ سے نہیں کی ہے؟ بلکہ اس وجہ سے آپ کے ساتھ ہوا ہوں کہ میرے یہاں (حلق کی طرف اشارہ کیا) تیر لگے اور میں شہید ہو جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی تصدیق کرے گا۔ اس کے بعد جنگ ہوئی۔ اور وہ بدوی شہید ہوگیا۔ اس کی لاش کو حضور کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا، کیا یہ وہی ہے؟ عرض کیا گیا ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اس کو اسی جبہ میں کفنایا اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے لئے دعا کی۔

اللّٰھمّ ھٰذا عبدك خرج	الٰہی تیرے بندے نے تیری راہ میں
مہاجراً فی سبیلك قتل شہیداً	ہجرت کی، اور شہید ہوگیا، اور میں اس پر
وانا علیہ شہید	گواہ ہوں۔

فتح خیبر علامہ واقدی نے کہا ہے اس کے بعد یہود وایس ہو گئے۔ اور ایک مضبوط قلعہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضور نے تین دن یہاں پڑاؤ کیا۔ ایک دن یہودیوں میں سے غزال نامی ایک یہودی آیا اور بولا اے ابوالقاسم

اگر آپ نے ایک ماہ بھی محاصرہ کیا تو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ان کے پاس پانی کا خزانہ ہے وہ رات کو باہر آتے ہیں اور سیراب ہوتے ہیں اور قلعہ میں داخل ہو جاتے ہیں اگر آپ ان کے پانی کا سلسلہ منقطع کر دیں تو صبح ہی کو آپ ان پر قابض ہو جائیں گے چنانچہ ایک رات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پانی کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہود نے صبح کو بہت شدید جنگ کی۔ مسلمانوں میں سے کچھ شہید ہوئے اور یہودیوں میں سے بھی دس آدمی کام آئے۔ آپ نے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔

قلعہ زبیر کو فتح کرنے کے بعد آپ نے "کیتبہ، وطیح۔ سلالم" جو ابن ابی الحقیق کے قلعے تھے ان کا محاصرہ کیا، اور وہ لوگ بھی جو دوسرے مورچوں پر ہار چکے تھے ان ہی قلعوں میں آ گئے تھے۔ ان قلعوں کی دوسری جانب خیبر تھا۔ باشندگان قلعہ نے بہت مضبوط انتظام کیا تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق کے ذریعہ اُن پر حملہ کیا۔ ان لوگوں کو جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ دن تک ان قلعوں کا محاصرہ کیا تھا تو یہودیوں نے آپ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے ان سے صلح کر لی کہ وہ سب سامان چھوڑ کر صرف بدن پر جو کپڑے تھے اپنی عورتوں اور بچوں کو لیکر چلے جائیں، اور فرمایا اگر کچھ چھپایا تو اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم، اس پر وہ راضی ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضؓ نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے اتنی شدید جنگ کی کہ وہ اپنے گھروں میں چھپنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے ان کی زمینوں اور باغات پر قبضہ کر لیا، تب انہوں نے (مذکورہ شرائط پر) صلح کر لی۔ لیکن ان لوگوں نے حی بن اخطب کے وہ زیورات جو وہ بنی نضیر سے لایا تھا چھپا لیئے۔ آپ نے اس کے چچا سے دریافت کیا، وہ مال کیا ہوا؟ بولا۔ اخراجات میں ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا "مال بہت ہے وقت کم"، اور آپ نے اُس کو زبیر کے حوالہ

کردیا۔ اور انھوں نے اس پر سختی کی تب اُس نے بتلایا کہ وہ مال فلاں جنگل میں ہے اُس کو تلاش کیا گیا تو ہاتھ آگیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کرادیا تھا، ایک ان میں صفیہ بنت حُیّی کا شوہر تھا۔ آپ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا اور جنھوں نے عہد توڑا تھا ان کا مال لوٹ لیا گیا اور تقسیم کردیا گیا۔ جب آپ نے ان لوگوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تو انھوں نے عرض کیا "ہم لوگ یہاں کی زمینوں اور کھیتی کے فن سے واقف ہیں۔ اور آپ کے پاس غلام بھی نہیں تھے کہ ان سے یہ کام لیا جاتا۔ لہٰذا آپ نے ہر قسم کی پیداوار کے نصف کے عوض ان کو اُن کی زمینوں پر قائم رکھا اور شرط لگادی کہ جب تک ہم چاہیں گے تمھیں قابض رکھیں گے اور آپ ہر سال عبداللہ بن رواحہ کو پیداوار آنکنے کے لئے بھیجا کرتے تھے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ صلح کے بعد آپ نے ابوالحقیق کے بیٹوں کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا۔ چونکہ انھوں نے معاہدہ کے خلاف کیا تھا اور مال چھپایا تھا مگر ان کے چچازاد بھائی کنانہ نے مخبری کردی تھی، اس وجہ سے ان کو قتل کیا گیا۔ کنانہ نے چونکہ محمود بن سلمہ کو قتل کیا تھا، اس لئے محمد بن سلمہ کے سپرد کردیا گیا اور انھوں نے کنانہ کو قتل کردیا۔

حضرت صفیہ اور ان کی پھوپھی کی بیٹی کو گرفتار کرلیا گیا ان کی کنانہ سے شادی ہوئی تھی اور وہ ابھی نو عروس تھیں۔ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا ان کو خیمہ میں داخل کردو۔ حضرت بلال جب مقتولوں کے درمیان سے لیکر اُن کو گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلال دل سے بالکل ہی رحمت نکل گئی ہے؟"

حضرت صفیہ سے عقد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضؓ پر اسلام پیش کیا، انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے اپنا عقد کرلیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا اور خیبر سے واپسی میں راستہ میں

شب عروسی فرمائی۔ اور ولیمہ کیا۔ اور آپ نے حضرت صفیہؓ کے چہرے پر ایک قسم کا سبز رنگ دیکھا۔ انھوں نے بتلایا کہ آپ کے تشریف لانے سے قبل میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند اپنی جگہ سے ہٹا اور میری گود میں آگیا ہیں نے قسم خدا کی کسی سے نہیں کہا مگر اپنے شوہر سے کہا تھا اس نے میرے چہرے پر ایک چپت مارا، اور کہا تو اس بادشاہ کی خواہش رکھتی ہے جو مدینہ میں ہے؟

حضرات صحابہؓ میں اختلاف ہوا کہ آپ نے حضرت صفیہؓ کو بطور سریہ رکھ چھوڑا ہے یا زوجیت میں داخل کر لیا ہے۔ طے ہوا اگر وہ پردہ سے رہیں تو ازواج میں سے ہیں ورنہ باندی ہیں۔ جب وہ سوار ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر جو اوڑھے ہوئے تھے اس کا پردہ بنادیا۔ تب صحابہؓ کو معلوم ہوا کہ وہ ازواج مطہرات میں سے ہیں جب آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو سوار کیا تو فرمایا، اپنا ایک پیر میری ران پر رکھ کر سوار ہو جاؤ، انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب راستہ میں شب عروسی کی نوبت آئی تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ننگی تلوار لیکر رات بھر پہرہ دیا۔ صبح کو جب آپ باہر تشریف لائے تو حضرت ابو ایوبؓ نے "اللہ اکبر" کہا آپ نے دریافت کیا، کیا ہے؟ عرض کیا حضور! رات بھر جاگ کر گذاری ہے مجھے خیال تھا کہ شاید اس عورت کو خیال آجائے کہ آپ نے اس کے باپ، بھائی، شوہر اور خاندان والوں کو قتل کردیا ہے۔ ممکن ہے یہ دھوکہ کرے۔ آپ یہ سنکر ہنس دیئے اور تحسین فرمائی۔

تقسیم خیبر آپ نے کل خیبر کے ۳۶ حصّے کئے اور پھر ہر حصہ میں سو حصّے مقرر کئے اس طرح تین ہزار چھ سو حصّے ہوئے۔ اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے اٹھارہ سو حصّے کئے۔ آپ کا حصّہ ایک عام مسلمان کے برابر تھا۔ بقیہ اٹھارہ سو حصّے ضروریات مسلمین کے لئے رکھے۔ بقول بیہقی یہ اس وجہ سے ہوا کہ نصف خیبر جنگ کے ذریعہ اور نصف خیبر صلح سے فتح ہوا تھا۔ جو حصہ جنگ سے فتح ہوا اس میں مسلمانوں کا حصّہ اور خمس مقرر ہوا اور بقیہ نصف ضروریات اور مصالح مسلمین کے لئے مقرر کیا گیا۔ میں کہتا

ہوں اس کا مبنی امام شافعی صاحبؒ کے اصول کے مطابق ہے وہ کہتے ہیں جو آراضی غلبے سے فتح کی جائے اُس کو شل اور زمینوں کے تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے بقیہ نصف کو بھی ویسے ہی تقسیم کیا گیا۔ لیکن سیرت اور مغازی پر نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ پورے خیبر پر آپ نے تلوار کے زور سے قبضہ کیا تھا۔ اگر صلح سے فتح ہوتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہود کو ملک بدر نہ کرتے۔ ان کو جب نکالا جانے لگا تو انھوں نے کہا تھا کہ ہم یہاں کی زمینوں سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ ہمیں نہ نکالیں ہم ان زمینوں کو آباد رکھیں گے۔ پیداوار میں سے آدھا ہم کو دیدیجئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خیبر پر غلبہ پایا گیا تھا اور مسلمان اور یہودیوں کے درمیان جنگ اور مبارزت اور قتل کی نوبت آئی تھی لیکن جب وہ لوگ قلعہ بند ہوگئے تو صلح کی نوبت آئی تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شرائط پیش کیں تھی۔ (جیسا کہ مذکور ہوا) اس طرح صلح نہیں تھی کہ کچھ حصہ خیبر کا یہود کے لئے ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ ہم جب تک چاہیں گے تم کو قائم رکھیں گے۔ اگر زمینیں ان کی ہوتیں تو ایسا نہ فرمایا جاتا۔

حضرت عمر رضؓ نے (اپنی خلافت کے زمانے میں) تمام یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا تھا اور پوری زمینوں کو مسلمانوں کو دیدیا تھا اور یہودیوں سے خراج پر صلح نہیں کی تھی۔ اور بلاشبہ خیبر کی آراضی پر خراج مقرر نہیں ہوا۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ جس میں شک نہیں کہ خیبر بزور تلوار فتح ہوا۔ ایسی زمین کے بارے میں امام کو اختیار ہے خواہ تقسیم کرے یا وقف کرے؟ اور خواہ بعض کو تقسیم کرے اور بعض کو وقف کرے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تینوں قسم ثابت ہیں۔ آپ نے قریظہ اور نضیر کو تقسیم کیا اور مکہ کو تقسیم نہیں کیا۔ اور خیبر کے نصف کو تقسیم کیا۔ اور آدھے کو تقسیم نہیں کیا اور مکہ کا غلبہ سے فتح نہ ہونا ثابت ہے رہی یہ بات کہ اٹھارہ سو حصے کئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل حدیبیہ سے وعدہ کیا تھا۔ اور وہ چودہ سو تھے دو سو ان کے پاس گھوڑے تھے۔

ہر گھوڑے کے دو حصے تھے۔ اس طرح کل اٹھارہ سو ہوئے۔ اہل حدیبیہ میں سے حضرت جابرؓ کے علاوہ کوئی نہیں رہا تھا۔ ان کا حصہ بھی . . . . جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل شرکا کے دیا تھا۔ اور سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا[1]۔ اس وقت مجاہدین کی تعداد چودہ سو تھی اور دو سو گھوڑے تھے یہی روایت صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ نے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ امام شافعی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس روایت میں نافع نے ابن عمر سے سنا ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ پیدل کا حصہ ایک اور سوار کے دو حصے، لیکن اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ عبداللہ بن عمر کو اپنے بھائی عبیداللہ بن عمرؓ پر حفظ کے معاملہ میں فوقیت ہے اور بقیہ حضرات نے ہم سے روایت کیا ہے کہ عبیداللہ بن عمر نے بروایت نافع عن عبداللہ بن عمر ذکر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ اس کے بعد دوسری حدیث ابن عمر کی ابو معاویہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا یہی روایت صحیحین میں ہے ایسے ہی ثوری۔ ابو اسامہ نے روایت کیا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے مجمع بن حارثہ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۸ حصے کئے اور کل لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی۔ تین سو گھوڑے تھے۔ آپ نے سوار کو دو حصے دیئے، اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ امام شافعی صاحبؒ نے فرمایا۔ مجمع بن حارثہ معروف نہیں ہیں۔ ہم نے اس معاملہ میں حدیث عبیداللہ کو اختیار کیا ہے اور اس کا مثل نہیں ہے۔ امام بیہقی نے فرمایا ہے۔ مجمع بن حارثہ نے تعداد لشکر اور گھوڑوں کی تعداد جو روایت کی ہے اس سے اختلاف کیا گیا ہے۔ اہل مغازی نے

---

[1] حنفیہ کا مسلک پر دلائل گذر چکا ہے کہ سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

حضرت جابرؓ کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ چودہ سو تھے اور یہی اہل حدیبیہ کی تعداد ہے، اور دو سو گھوڑے تھے آپ نے گھوڑے کے دو حصے اور گھوڑے والے کا ایک حصہ (یعنی تین حصے) مرحمت فرمائے۔ ابوداؤد نے کہا ہے ابومعاویہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے۔ اور مجمع بن حارثہ کی حدیث میں وہم ہوگیا ہے جو تین سو سوار روایت کر دیئے ہیں۔ سوار صرف دو سو تھے۔ ابوداؤد نے ابوحمزہ کی روایت ذکر کی ہے۔

ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار آدمی آئے اور ہمارے ساتھ گھوڑے تھے۔ آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے دیئے۔

اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔ اس کو دوسرے طریقے روایت کیا ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے۔

مہاجرین حبشہ کی آمد

اسی غزوہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی جعفر بن ابوطالب ... ... بھی ؓ اور ان کے ساتھ اشعری حضرات، عبداللہ بن قیس اور ابوموسیٰ بھی تھے۔ اور ان کے ساتھ اسماء بنت عمیس بھی تھیں۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں:

ہمیں جب، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمانے کے بارے میں معلوم ہوا، تو ہم بھی ہجرت کے لئے نکلے میرے ساتھ میرے دو چھوٹے بھائی بھی تھے، ایک کا نام ابورھم اور دوسرے کا نام ابوبردہ تھا۔ ہم سب پچاس سے کچھ زیادہ تھے۔ ہم کشتی میں سوار ہو کر شاہ نجاشی کے حبشہ میں آئے۔ وہاں جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا ہمیں یہاں جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور یہیں اقامت کا امر فرمایا تھا۔ آپ حضرات بھی ہمارے ہی پاس رہیں۔

ان سب حضرات کے ساتھ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے کہ آپ نے خیبر فتح کرلیا تھا۔ آپ نے ہمیں بھی ویسا ہی حصہ دیا جیسا کہ شریک ہونے والوں کو دیا تھا۔ ہاں اصحاب سفینہ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ شریک تھے (ان کے حصہ کی مقدار زیادہ تھی) یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم لوگ ہجرت میں مقدم ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس حضرت حفصہ کے پاس (بیٹھی تھیں) کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور فرمایا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ اسماءؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہم ہجرت میں تم سے پہلے ہیں اور تمہاری بہ نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، ان کو یہ سنکر غصہ آگیا اور بولیں ہرگز نہیں۔

اے عمر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تمہارے بھوکے کھاتے تھے۔ تمہارے ان پڑھوں کو وعظ ملتی تھی اور ہم دور دراز غیر اسلامی ملک میں تھے۔ اور یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھا۔ قسم خدا کی میں اس وقت تک کھاؤں گی اور نہ پیوں گی جب تک تمہاری یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کہہ دوں کہ آپ نے ہمیں ایذا دی ہے۔ قسم خدا کی میں جھوٹ نہ بولوں گی۔ اور نہ توڑ مروڑ کر کہوں گی، اور نہ زیادہ کہوں گی۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انھوں نے کہا۔ حضور! عمر ایسا ایسا کہتے تھے آپ نے فرمایا تم نے کیا جواب دیا، عرض کیا یہ جواب دیا۔ آپ نے

فرمایا تم میرے نزدیک ان سے زیادہ ہو۔ وہ اور ان کے
ساتھیوں نے صرف ایک ہجرت کی ہے اور اہل سفینہ تم
نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اور ان کے ساتھی اس حدیث کے سننے کے لئے حضرت اسمار کے پاس آیا کرتے تھے ان کے نزدیک یہ انتہائی مسرت اور عظمت کی بات تھی۔

جب حضرت جعفر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملاقات کو حاضر ہوئے تو حضور نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ مجھے تمہاری آمد کی زیادہ خوشی ہے یا خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے۔

حضرت جعفرؓ کے بارے میں یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت جعفر کی نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو آپ کی تعظیم کے لئے صرف ایک پیر سے چلنا شروع کیا۔ اس حدیث کو اہل رقص نے اپنے لئے اصل قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے کہا اس کو امام ثوریؒ نے ابو زبیرؒ عن جابرؓ سے روایت کیا ہے اور ثوری تک اس حدیث کی سند میں ایسے آدمی بھی ہیں جو مجہول ہیں اور بالفرض اگر یہ صحیح بھی ہو تب بھی اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نہیں تھی بلکہ یہ اہل حبشہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے سرداروں کے لئے ایسا کیا کرتے تھے۔ حضرت جعفر نے بھی محض اسی عادت کی بنا پر ایک مرتبہ ایسا کیا، پھر انھوں نے سنت اسلام کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اس سے یہ جھکنا، مڑنا اور کولھوں پر ہاتھ رکھنا (یعنی رقص کی ہیئت) کہاں ثابت ہوتی ہے اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے بنو فزارہ بھی خیبر سے آئے تھے تاکہ وہ اہل خیبر کی امداد کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما دیا تھا کہ تم لوگ ان کی امداد نہ کرو، بلکہ یہاں سے چلے جاؤ، اس کے بدلے تمھیں خیبر میں سے فلاں فلاں

حصّہ دیدیا جائیگا۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب خیبر کو فتح کرادیا تو بنو فزارہ کے آدمی آئے اور وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے فرمایا تمہارا حصہ "ذورقیبہ" (خیبر کا ایک پہاڑ) ہے۔ انھوں نے کہا، اب ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ آپ نے فرمایا تم سے یہی وعدہ ہے۔ بہرحال وہ واپس چلے گئے۔

علاّمہ واقدی نے بیان فرمایا ہے۔ ابوشیم مزنی مسلمان ہوگیا تھا اور وہ اس میں مخلص تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ جب ہم عیینہ بن حصن کے ساتھ اپنے گھر واپس آئے تو خیبر کے قریب رات کے آخری حصّہ میں ہمیں نیند آگئی اور ہمارے اوپر خوف کا غلبہ تھا۔ عیینہ بن حصن نے بیدار ہو کر کہا، مبارک ہو۔ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ہمیں "ذورقیبہ" عطا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم پر "محمد" صلعم" کا جادو چل گیا ہے۔ بہرحال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ ہم نے کہا ہمیں بھی غنیمت میں سے کچھ مرحمت فرمایئے، ہم نے آپ کے خلاف لوگوں کو بہکایا ہے اور آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے صبح تیری وہ بات سُنی ہے جو تو کہتا تھا اور تیرے لئے ذورقیبہ ہے عرض کیا ذورقیبہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہی پہاڑ ہے جو تو نے خواب میں دیکھا تھا۔ یہ سُنکر عیینہ لوٹ گیا۔ جب گھر آیا تو اس سے ملاقات کو حارث بن عوف آیا۔ کہا، "کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ محمد (صلعم) مشرق سے لیکر مغرب تک غالب آجائیں گے، اور یہودی ہمیں اسکی خبر دیا کرتے تھے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ابورافع، سلام بن ابی الحقیق نے ہم سے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نبی پاتے ہیں جیساکہ موسیٰ اور ہارون تھے اور یہودی ہماری اس معاملہ میں موافقت نہیں کر رہے ہیں، اور وہ یثرب اور خیبر دونوں پر قابض ہو جائیں گے۔ حارث نے کہا، میں نے سلام سے دریافت کیا، کیا وہ پوری زمین پر قابض ہو جائیں گے۔ کہا ہاں، اسی توریت کی قسم جو موسیٰ پر نازل ہوئی ہے۔

زہر دینے کا واقعہ سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے ایک بھنی ہوئی بکری زہر ملا کر بھیجی تھی اس نے پوچھا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا گوشت پسند ہے۔ تو معلوم ہوا تھا کہ بازو کا گوشت پسند ہے، اس نے اس میں خوب زہر ملا دیا تھا۔ جب آپ نے اُس کو دانتوں سے نوچا تو اس گوشت نے بتلا دیا کہ اس میں زہر ملا ہے تو آپ نے فوراً ہی تھوک دیا۔ اور فرمایا، یہاں میرے پاس یہودیوں میں سے فلاں فلاں کو لاؤ۔ جب وہ آ گئے تو آپ نے فرمایا، جو میں دریافت کروں گا، سچ سچ بتلاؤ گے۔ بولے ہاں۔ آپ نے فرمایا، تمہارا باپ کون ہے، بولے فلاں فلاں ہے، آپ نے فرمایا غلط، بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے؟ عرض کیا بیشک! آپ نے فرمایا، اور بتلاؤ گے، بولے ہاں۔ اور اگر جھوٹ بولیں گے تو آپ کو تو معلوم ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کون دوزخی ہے، بولے بہت کم، پھر ہماری اس میں دوبارہ تخلیق ہو گی، (یعنی نجات ہو گی)، آپ نے فرمایا، تم اس میں ہمیشہ ذلیل رہو گے اور کبھی نہ نکلو گے۔ پھر دریافت کیا سچ بتلاؤ گے، بولے ہاں! آپ نے فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ بولے ہاں آپ نے فرمایا، کیوں؟ بولے اس وجہ سے کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہمیں نجات مل جائے گی اور اگر نبی ہیں تو آپ کو نقصان نہ ہو گا۔ اس کے بعد اس عورت کو بلایا گیا۔ اس نے بتلا دیا کہ میں نے اس وجہ سے زہر ملایا تھا آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تیرا ارادہ مجھ پر نہ چلایا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا، اگر اجازت ہو تو ہم اس کو قتل کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، اور اُس کو تکلیف بھی نہ دو۔ اور آپ نے پچھنے لگوائے اور حکم دیا، جس نے یہ گوشت کھایا ہو پچھنے لگوائے۔ اور بعض کا انتقال بھی ہو گیا تھا۔

اس عورت کے مسلمان ہو جانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ زہری نے کہا ہے وہ مسلمان ہو گئی تھی اس کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اُس کو قتل کرا دیا تھا۔ ابوداؤد نے یوں روایت کیا ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے زہر آلودہ بکری آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی۔ اس کے کھانے سے بشر بن براء بن معرورؓ انتقال کر گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کیا؟ حضرت جابرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ میں کہتا ہوں یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں۔ اس کو حماد بن سلمہ نے ابوہریرہؓ سے بہ سند متصل روایت کیا ہے۔

آپ نے اس عورت کو بشر بن براء کے انتقال کے
بعد قتل کرا دیا تھا،

دونوں روایتوں میں توافق اس طرح ہے کہ اولاً اُس کو قتل نہیں کرایا تھا، لیکن جب حضرت بشر کا انتقال ہو گیا تو اس کو قتل کرا دیا تھا۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا تھا یا نہیں؟ اکثر روایات میں یہ ہے کہ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا تھا اور اس کے بعد آپ تین سال حیات رہے مرض الوفات میں آپ نے فرمایا تھا "یہ اُس گوشت کے کھانے کا اثر ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا، اس سے میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔ زہری نے کہا ہے کہ اس بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔

اہل مکہ کی حالت

موسیٰ بن عقبہ اور دوسرے علماء نے کہا ہے۔ جب قریش کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ خیبر پر حملہ کرنے جا رہے ہیں، تو بعض نے کہا "محمد (صلعم) فتحیاب ہوں گے اور بعض نے کہا یہودی غالب ہوں گے۔

حجاج بن علاط سلمی جو مسلمان ہو چکا تھا، اور فتح خیبر کے وقت موجود تھا، اس کی بیوی ام شیبہ بنت عبدالدار بن قصی تھی، اُس کے پاس بہت مال تھا اور اس کی ملکیت

میں بنی سلیم کی زمین کے معادن تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے تو اس نے کہا میری بیوی کے پاس بہت سونا ہے، اگر اس کو اور اس کے خاندان والوں کو میرے اسلام کے بارے میں معلوم ہو گیا تو میرا مال مجھے نہ مل سکے گا۔ میں نے چاہا کہ مجھے اجازت مل جائے تاکہ میں جلد جا کر مکہ میں اس کی خبر کر دوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دیدی اور میں تیز سواری پر سوار ہو کر مکہ آیا، اور میں نے اپنی عورت سے کہا، جو مال بھی چھپا رکھا ہے، وہ مجھے دیدے تاکہ میں اس کے بدلہ مسلمانوں کا مال غنیمت خرید لوں۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھی بھاگ گئے ہیں، اور یہودیوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ ان کو مکہ بھیجدینگے تاکہ وہ اپنے ان مقتولین کا بدلہ لیں جن کو مدینہ میں قتل کر دیا گیا تھا۔

یہ خبر پورے مکہ میں پھیل گئی جس سے وہاں کے مسلمانوں کو بہت دکھ ہوا، اور کافروں کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ جب حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو کافروں کی اس خوشی کا اور اکڑنے کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے کھڑا ہونا چاہا مگر کمر میں درد کی وجہ سے کھڑے نہ ہو سکے، تب انھوں نے اپنے بیٹے "قثم" کو بلایا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے۔ انھوں نے بلند آواز سے رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ تاکہ اللہ کے دشمن ان کی مذاق نہ اڑائیں۔ تھوڑی دیر میں ان کے دروازے پر بہت سے مسلمان اور بہت سے مشرکین جمع ہو گئے جو بہت ہی زیادہ مسرور تھے۔ اور بہت سے غم کی وجہ سے موت کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ جب مسلمانوں نے حضرت عباسؓ کے رجزیہ اشعار سنے تو ان کے بدن میں جان آئی اور کافروں نے جان لیا کہ ان کے پاس کوئی ایسی خبر ضرور آئی ہے جو ہمارے پاس نہیں آسکی ہے اس کے بعد حضرت عباسؓ نے ایک غلام کو حجاج کے پاس بھیجا کہ مجھ سے تنہائی میں آکر ملاقات کرا ور حقیقت حال سے آگاہ کر۔ جب غلام پہونچا تو اس نے

جواب دیا میرا "ابوالفضل" سے سلام کہو! اور کہو کہ وہ اپنے گھر میں مجھ سے تنہائی میں بات کریں۔ میرے پاس ایسی خبر ہے جس سے ان کو خوشی ہو گی۔ جب غلام واپس گھر آیا، اور اس نے کہا ابوالفضل مبارک ہو! تو یہ خبر سنکر عباسؓ کود پڑے۔ گویا ان کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ جب قریب پہنچا تو اُس کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اس نے حجاج کی بات بتلائی تو حضرت عباسؓ نے اُس کو آزاد کر دیا۔ غلام نے کہا کہ وہ ظہر کے وقت آئیں گے، گھر کو خالی کر لیجئے۔ حجاج آیا اور اس نے تنہائی میں کہا، آپ میری خبر کو پوشیدہ رکھیں۔ حضرت عباسؓ نے وعدہ کیا۔ حجاج نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کر لیا ہے۔ اور ان کے اموال کو مال غنیمت بنا لیا ہے اور صفیہ بنت حُیَیّ کو اپنے لئے منتخب فرما کر اس سے نکاح کر دیا ہے۔ میں یہاں اپنے مال کی وجہ سے آیا تاکہ اُس کو لے جاؤں۔ اور میں نے . . . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت حاصل کر لی تھی۔" آپ تین دن تک اس بات کو چھپائیں اس کے بعد جو جی چاہے کریں۔

حجاج نے اپنی عورت سے تمام مال لیکر کوچ کر دیا۔ تین دن کے بعد جب حضرت عباسؓ اُس کی عورت کے پاس گئے اور دریافت کیا تیرا شوہر کہاں ہے اور اُس نے کیا کیا۔ اُس نے کہا چلا گیا۔ اور اے ابوالفضل اللہ تعالیٰ آپ کو غم زدہ نہ بنائے۔ ہمیں اس خبر سے بہت صدمہ ہوا ہے۔ فرمایا۔ مجھے اللہ غمگین نہ کریگا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتح کر دیا ہے اور صفیہ بنت حُیَیّ کو (محمد) نے اپنے لئے صفی بنا لیا ہے۔ اور فرمایا اگر تجھے اپنے خاوند سے کوئی ضرورت ہے تو اس سے جا مل! اس نے کہا بیشک آپ سچے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا میں سچا ہوں، اور حقیقت حال یہ ہے، عورت نے کہا، آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا جس نے مجھے خبر دی۔ یہ کہہ کر واپس ہو گئے اور قریش کی مجلس میں آئے۔ قریش نے دیکھتے ہی کہا

اللہ تعالیٰ آپ کو خیر نصیب کرے. فرمایا اللہ تعالیٰ خیر ہی نصیب کرے گا۔ حجاج نے مجھے جو کچھ بتلایا ہے، میں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، اور اس نے یہ بتلایا تھا اور تین دن کا وعدہ لیا تھا کہ میں ظاہر نہ کروں، یہ سنکر کافروں پر اُلٹا غم سوا ہو گیا، اور مسلمانوں کو خوشی ہوئی۔ جوں جوں مسلمانوں کو معلوم ہوتا رہا وہ حضرت عباسؓ کے پاس آتے گئے۔ اور انھوں نے مسلمانوں کو آگاہ کیا، اس خبر سے مسلمانوں کے چہرے دمک اٹھے۔

غزوۂ خیبر سے متعلق احکامات

۱۔ محرم مہینوں میں کافروں سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کے مہینہ میں حدیبیہ سے واپس ہوئے۔ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ پھر بعد میں، محرم کے مہینہ میں خیبر کی طرف کوچ کیا۔ زہری نے ایسے ہی روایت کیا ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ ۷ھ کے شروع میں اور صفر کے مہینہ میں آپ نے خیبر کو فتح کیا تھا۔ اور یہی سب سے زیادہ قوی استدلال ہے۔ اور اس سے زیادہ قوی استدلال یہ ہے کہ آپ نے بیعت رضوان جنگ کے بارے میں لی تھی۔ اور یہ واقعہ ذیقعدہ کا ہے۔ کیونکہ جب ان کو حضرت عثمانؓ کے قتل کے بارے میں معلوم ہو گیا تو صحابہ سے قتال کے لئے بیعت لی تھی۔ اس سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ "اشہر حرم" میں قتال جائز ہے۔ جبکہ کافروں کی طرف سے ابتدا ہو۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ ابتدا کرنا چاہیئے یا نہیں؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ تحریم القتال کا حکم ان مہینوں میں منسوخ ہو چکا ہے یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔ اور عطاء وغیرہ کا یہ کہنا ہے کہ منسوخ نہیں ہے اور عطا قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ اشہر حرم میں قتال حلال نہیں ہے۔

ان دونوں استدلال سے بھی زیادہ قوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا طائف کا محاصرہ کرنا ہے۔ آپ شوال کے آخر میں طائف تشریف لے گئے تھے اور ۲۴ رات تک وہاں محاصرہ جاری رکھا جو ذیقعدہ تک جاری رہا، کیونکہ ۲۰ ر

رمضان المبارک کو آپ نے مکہ فتح کیا، اور ۱۹ دن آپ نے وہاں قیام فرمایا، اور نمازیں قصر کیں[1]۔ اس کے بعد قبیلہ ہوازن کی طرف تشریف لے گئے۔ کہ شوال کے بیس دن باقی رہ گئے تھے کہ آپ نے قبیلہ ہوازن کو فتح کیا اور ان کا مال غنیمت تقسیم کیا۔ اس کے بعد طائف تشریف لے گئے اور ان کا ۲۴ دن محاصرہ کیا جو ذیقعدہ کے کچھ ایام تک جاری رہا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ دس سے زیادہ راتیں محاصرہ کیا تھا۔ ابن حزم نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن ابن حزم پر تعجب ہے کہ یہ کیوں کر صحیح ہو گیا؟ اس لئے کہ صحیحین میں تو حضرت انسؓ کی روایت یہ ہے

"ہم نے ان کا چالیس دن محاصرہ کیا"

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ محاصرہ ذیقعدہ میں واقع ہوا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اس کے باوجود قصہ میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ غزوۂ طائف، غزوۂ ہوازن کا تتمہ تھا اور انھوں نے ہی جنگ کی ابتدا کی تھی۔ جب ان کو شکست ہو گئی تو ان کا بادشاہ مالک بن عون ثقیف کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اس لئے یہ اس غزوہ کا تتمہ ہوا، اور اس کی ابتدا ان کی طرف سے ہوئی۔ واللہ اعلم۔

سورۂ مائدہ جو قرآن پاک میں سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے، اس میں منسوخ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں مذکور ہے۔

یاایھا الذین آمنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلائد	ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کو حلال مت کرو اور نہ محترم مہینوں کو اور نہ ہدی اور قلائد کو۔

---

[1] علامہ نے غالباً اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ۱۹ دن قیام کی صورت میں قصر کیا جائیگا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دشمنوں کے ملک میں جنگ کی حالت میں مدت قیام کا اعتبار نہیں ہے خواہ قیام مہینوں رہے

اور سورۂ بقرہ میں ہے:

یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه قل قتال فیه كبیر — آپ سے شہر حرام میں قتال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرما دیجئے ان میں قتال بڑا گناہ ہے

یہ دونوں مدنی آیتیں ہیں اور ان کے نزول میں آٹھ سال کا فرق ہے، اور ان کے حکم کا ناسخ نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت میں۔ اور نہ ان کے منسوخ ہونے پر اجماع امت ہے اور جن حضرات نے ان عمومات سے نسخ پر استدلال کیا ہے

قاتلوا المشركين كافة — تمام مشرکین کو قتل کر دو۔

یہ ایسا استدلال ہے جس میں کوئی دلیل نہیں ہے اور سریہ ابو عامر سے استدلال جس کو آپ نے اوطاس کی طرف ذیقعدہ میں بھیجا تھا، اس میں بھی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ یہ غزوہ بھی وہی ہے جس میں مشرکین کی طرف سے ابتدا ہوئی تھی ۔

مال غنیمت کی تقسیم دوسرا حکم مال غنیمت کی تقسیم ہے کہ سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا، اور اس کا بیان گزر چکا ہے۔

۳۔ اہل لشکر کے لئے جائز ہے کہ جب کھانے کا سامان مل جائے تو اس کا خمس نکالے بغیر اس کو کھا سکتے ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن مغفل نے کیا تھا کہ ان کو چربی کا ایک تھیلہ مل گیا تھا۔

۴۔ جب لشکر کے پاس بعد جنگ ختم ہونے کے کوئی مدد آئے تو ان کا حصہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر لشکری اجازت دیدیں تو بات دیگر ہے، جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل سفینہ کے لئے لشکر سے اجازت طلب فرمائی تھی ۔

حمار کے گوشت کی حرمت ۵۔ آپ سے پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت صحیح طور پر ثابت ہے اور اس کی وجہ بھی منقول ہے کہ وہ ناپاک ہے۔ حرمت کی یہ دلیل مندرجہ ذیل وجوہات پر فوقیت رکھتی ہے۔

۱۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ زادِ راہ ختم ہو گیا اور لوگوں نے حمار کا گوشت کھانا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے منع فرما دیا۔

۲۔ اس وجہ سے بھی حرام قرار دید یا گیا تھا کہ ان کا ابھی خمس نہیں لیا تھا۔

۳۔ اس وجہ سے بھی حرام قرار دیا کہ یہ بستی کے باہر گندگی کھائے ہوئے تھے۔

ان سب دلائل پر، اس ارشاد کو فوقیت حاصل ہے کہ "یہ گندگی ہے" کیونکہ بقیہ وجوہات راوی کا ظن معلوم ہوتی ہیں۔ اور ابتدائی تحریم میں کوئی تعارض نہیں ہے

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما	آپ فرما دیجئے جو میری طرف وحی بھیجی گئی ہے اس
علیٰ طاعم یطعمہ الا ان یکون	میں کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا ہوں
میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر	مگر میتہ۔ خون، سور کا گوشت وہ ناپاک ہے
فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ	یا فسق جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اس وقت حمار کا گوشت حرام نہیں تھا۔ تحریم میں بھی تدریجی درجات کو اختیار کیا گیا ہے۔ حمار کے گوشت کی حرمت سب کے بعد واقع ہوئی ہے۔

حرمتِ متعہ

۶۔ حرمتِ متعہ کا معاملہ غزوۂ خیبر کا نہیں ہے بلکہ وہ فتح مکہ کے زمانے کا حکم ہے۔ بعض لوگوں کو خیال ہو گیا ہے کہ وہ بھی غزوۂ خیبر میں ہوا ہے۔ انھوں نے حضرت علیؓ کی حدیث بیان کی ہے جو صحیحین میں موجود ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے
موقعہ پر عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع
فرمایا۔

اور صحیحین میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے جب یہ سنا کہ حضرت ابن عباسؓ عورتوں سے متعہ کے بارے میں نرم ہیں تو ان سے دریافت کیا۔ انھوں نے جواب

دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور گدھوں کے گوشت سے خیبر میں منع فرمایا تھا، اور بخاری شریف میں بھی ایسے ہی روایت ہے۔ بہر حال جب ان حضرات نے یہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر اس کو مباح قرار دیا اور پھر حرام کر دیا، تو ان لوگوں نے بھی یہی کہا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مجھے متعہ کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ وہ حرام ہونے کے بعد مباح ہوئی ہو۔" اس طرح یہ دو مرتبہ منسوخ ہوا۔

عورتوں سے متعہ کے بارے میں دوسرے حضرات نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے یہ صرف فتح مکہ کے موقعہ پر ہی حرام ہوا ہے اور اس سے قبل مباح تھا۔ اور حضرت علیؓ نے دونوں چیزوں (حمار اور متعہ) کو ایک ہی ساتھ جمع کر دیا ہے اور دونوں کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ دونوں کو مباح قرار دیتے تھے۔ لہٰذا راویوں نے حضرت علیؓ سے دونوں کی تحریم ایک ساتھ روایت کر دی۔ حالانکہ خیبر میں حمار حرام ہوا تھا اور متعہ مطلق تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں اسی قسم کی روایت ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمار کے گوشت کو خیبر میں حرام قرار دیا اور متعہ کو حرام قرار دیا۔

اسی طرح سفیان بن عیینہ نے مفصلاً روایت کیا ہے جس سے بعض راویوں کو خیال ہو گیا کہ خیبر میں دونوں چیزیں حرام ہوئیں۔ حالانکہ حضرات صحابہؓ خیبر میں یہودیہ عورتوں سے متعہ نہیں کرتے تھے اس لئے وہاں نہ اس کی فعلاً ممانعت منقول ہے اور نہ قولاً ممانعت منقول ہے۔ اس کی ممانعت تو فتح مکہ کے موقعہ پر ہوئی۔

تاویل کا یہ طریقہ دونوں طریقوں سے زیادہ صحیح ہے اور ایک طریقہ اور ہے اور وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تحریم عام قرار نہیں دیا، بلکہ استغنا کے وقت حرام اور ضرورۃً مباح قرار دیا تھا۔ یہی طریقہ حضرت ابن عباسؓ کا تھا جس کے مطابق وہ فتویٰ

دیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی میتہ، دم، لحم خنزیر اور شراب کی طرح ہے جو بوقت ضرورت مباح ہوجاتے ہیں"۔ اُس کو اکثر لوگوں نے نہیں سمجھا اور ان کی طرف سے مطلق اباحت روایت کردی جب حضرت ابن عباسؓ نے یہ دیکھا تو حرمت کی طرف رجوع کرلیا۔

مساقات اور مزارعت

۷۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزوی پیداوار پر اہل خیبر سے معاملہ کرلیا تھا۔ اور آپ کی وفات تک یہی طریقہ تھا۔ اور خلفاء راشدین بھی اسی پر قائم رہے۔ یہ معاملہ کسی کام کو اسی چیز کے بدلے کے طور (اُجرت) پر نہیں تھا بلکہ شرکت کے طور پر تھا۔ اس کی مثال مضاربت[1] کی طرح ہے جن لوگوں نے اُس کو حرام اور مضاربت کو جائز قرار دیا ہے، ان کی سمجھ میں فرق نہیں آیا ہے۔

آپ نے خیبر کی آراضی کو اہل خیبر کے سپرد کردیا تھا۔ آپ نے اپنے ذمہ بیج دینا نہیں رکھا تھا، اور نہ آپ مدینہ منورہ سے بیج بھیجا کرتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیج دینا زمین والے کے ذمہ نہیں ہے اور جائز ہے کہ وہ عامل کی طرف سے ہو۔ یہی طریقہ خلفاء راشدین کا تھا۔ یہی قیاس کے مطابق ہے۔ کیونکہ زمین بمنزلہ راس المال ہے اور بیج بمنزلہ پانی ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں زمین میں مل کر فنا ہو جاتی ہیں۔ مال مضاربت کی طرح نہیں ہے۔ اگر مال مضاربت کی طرح قرار دیا جائے تو اصل کو مالک کی طرف لوٹنا چاہئے اور اس سے مضاربت فاسد ہوجائے گی۔

۸۔ درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانا، یا آنکنا اور اس کو اسی طرح تقسیم کردینا، چونکہ یہ بانٹ بیع کی طرح نہیں ہے۔ اس لئے صرف ایک ہی آدمی کے اندازے اور تقسیم پر اکتفا کیا جاتا تھا۔

---

[1] مضاربت اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو مال تجارت کے لئے دیا جائے اور منافع بقدر حصہ مقررہ تقسیم کرلیا جائے۔

۹۔ عقد صلح ۔ امام کے لئے اس کا کرنا بھی جائز اور اس کا منسوخ کردینا بھی جائز۔

۱۰۔ عقد صلح اور امن کو شرط کے ساتھ بھی معلق کیا جاسکتا ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ اہل خیبر کوئی مال نہ چھپائیں گے اور نہ غائب کریں گے۔

۱۱۔ امام کا کسی آدمی کو سزا دینے کے لئے مقرر کرنا جائز ہے۔ یہ شریعت عادلہ کا حکم ہے نہ کہ سیاست ظالمہ کا حکم۔

۱۲۔ احکامات میں قرائن اور نشانیوں سے کام لیا جاسکتا ہے جیسا کہ کنانہ کے ساتھ آپ نے معاملہ کیا تھا۔

۱۳۔ جب قرینہ موجود ہو تو جھوٹ قول کی طرف توجہ نہ دینا چاہئے اور اسکو خائن قرار دیدینا چاہئے۔

۱۴۔ جب اہل ذمہ شرائط کے خلاف کریں تو عقد ذمہ فاسد ہوجاتا ہے۔ اور ان کی جان اور ان کے اموال حلال ہوجاتے ہیں جیسا کہ اہل خیبر نے مال چھپانے کے بارے میں کیا تھا، اور حضرت عمرؓ نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کی تھی۔

۱۵۔ امر کو وجود میں آنے سے قبل منسوخ کرنا جائز ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہانڈیوں کو توڑ ڈالنے کا حکم دیا اور پھر اس کو منسوخ کرکے دھونے کا حکم دیا۔

۱۶۔ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور اس کا گوشت اور کھال ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتے کیونکہ ذبح کرنا بمنزلہ موت ہے۔ ذبح کرنا تو صرف ان میں عمل کرتا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔[1]

---

[1] حنفیہ کے نزدیک نجس العین (سور) کے علاوہ غیر ماکول لحم جانور کی کھال اور گوشت "ذبح شرعی" سے پاک ہوجاتا۔ اگرچہ گوشت کھانا حلال نہیں ہوتا ہے کیونکہ نجاست کی اصل علت دم مسفوح جب وہ بطریقہ شروع خارج ہوگیا تو کھال پاک ہوگئی۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔

۱۷۔ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم اگر کوئی چیز لی جائے تو اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ حق سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ تقسیم کے بعد ملکیت آتی ہے جیسا کہ آپ نے شملہ والے کے لئے فرمایا تھا کہ اس پر آگ دہک رہی ہے۔

۱۸۔ جس زمین کو قوت سے فتح کیا ہو امام کو اختیار ہے کہ اس کو تقسیم کرے یا نہ کرے یا بعض کو تقسیم کرے اور بعض کو تقسیم نہ کرے۔

۱۹۔ فال لینا جائز ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فال لی ہے۔

۲۰۔ اہل ذمہ کو دارالاسلام سے نکالنا جائز ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم جب تک چاہیں گے تمہیں قائم رکھیں گے اور جب چاہیں گے نکال دیں گے اور ان کے سردار سے کہہ دیا تھا کہ جب تمہاری اونٹنی تمہیں ملک شام لیکر جائے گی اس وقت کیا کرو گے، اور حضرت عمرؓ نے ان کو خیبر سے بھی نکال دیا تھا۔ یہی مذہب محمد بن جریر طبری کا ہے۔ اور یہی قول قوی ہے جس پر عمل کرنا جائز ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اہل خیبر کے ساتھ عقد ذمہ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اہل معاہدہ تھے یہ کلام لاحاصل ہے بلکہ وہ اہل ذمہ ہی تھے ان کو جان اور مال کی امن دی گئی تھی۔ ہاں اس وقت تک جزیہ شروع نہیں ہوا تھا۔ یہ بغیر جزیہ کے اہل ذمہ تھے جب جزیہ کا حکم نازل ہوا تو پھر جن کے ساتھ آئندہ معاہدے ہوئے ان پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ اسی طرح کا عقد ذمہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے ساتھ تھا کہ وہ نہ جنگ کریں گے اور نہ دشمن کی مدد کریں گے جب انھوں نے شرط کو توڑ دیا تو ان کے لئے بھی عقد ذمہ باقی نہ رہا۔

۲۱۔ یہ جائز ہے کہ آدمی اپنی باندی کو آزاد کر دے اور اس آزادی کو اس کا مہر قرار دیا جائے اور اس کو زوجیت میں داخل کرنے کے لئے اس سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ گواہوں کی ضرورت ہے اور نہ ولی کی ضرورت ہے اور نہ لفظ نکاح بولنے کی ضرورت ہے اور جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے ساتھ کیا

اور یہ نہیں فرمایا یہ صرف میرے ہی لئے ہے اور نہ اُمت کو یہ فرمایا، آپ کی اقتداء کی جائے اور نہ کسی صحابی نے یہ فرمایا یہ دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ انھوں نے قصہ کو روایت کردیا نہ انھوں نے منع کیا اور نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اقتداء کرنے سے منع فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے موہوبہ کے بارے میں صرف آپ کی تخصیص فرمائی ہے۔

خالصۃ لک من دون المومنین — صرف آپ کے لئے ہے مومنین کے لئے نہیں ہے۔

اگر اس کی بھی تخصیص ہوئی ہوتی تو ضرور ذکر کیا جاتا جب کہ اس کی کثرت بھی تھی (کہ باندیوں کے سردار ایسا کرتے تھے) بخلاف اس عورت کے جس نے اپنے آپ کو ہبہ کیا تھا کیونکہ اس قسم کے واقعات کم پیش آتے ہیں۔ اور اُمت کا اس کی عدم اقتداء پر اجماع بھی نہیں ہے اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور قیاس صحیح سنت کے بھی مطابق ہے واللہ اعلم۔[1] (علامہ نے بہت کافی فقہی اصطلاحات کو یہاں ذکر کیا ہے۔ عدم ضرورت کی وجہ سے ہم نے اس کا ترجمہ نہیں کیا)

۲۲۔ آدمی اپنے بارے میں اور دوسرے کے بارے میں جھوٹ بول سکتا ہے جبکہ

---

[1] ۔ علامہ نے اس مسئلہ میں قدرے مبالغہ سے کام لیا ہے جو یہ کہہ دیا ہے کہ باندی سے نکاح بلا شاہد کے بھی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مذکورہ مسئلہ یعنی عقد اَمَۃ بلا مہر میں حضرات صحابہ رضی کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور حضرت صفیہ رضی کے واقعہ کو بمنزلہ موہوبہ قرار دیا ہے جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اگر خصائص میں سے نہ ہوتا تو بقول علامہ حضرات صحابہ رضی میں اس کی کثرت ہونا چاہیئے تھی۔ لیکن ضرورت کے باوجود حضرت صفیہ رضی کے علاوہ کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خصائص میں ہونے کی وجہ سے اقتداءً و اتباعاً لرسولہ علیہ السلام کی کوئی مثال نہیں ہے۔ مرقاۃ ج ۶ ص ۲۵ مطبوعہ پاک

اس کا ضرر دوسرے کو نہ پہونچے اور کذب کے ذریعہ وہ اپنا حق حاصل کر سکتا ہے۔ جیساکہ حجاج بن علاط نے کیا تھا۔ انھوں نے اپنا مال حاصل کر لیا تھا اور مسلمانوں کو اس سے کوئی مضرت نہیں پہونچی تھی۔ رہی یہ بات کہ ان کے جھوٹ سے مسلمانوں کو دکھ پہونچا تھا تو وہ بہت کم مضرت تھی اور اس کے مقابلہ میں فائدہ زیادہ تھا۔ اور خاص طور پر اس کے بعد خبر صادق ملنے سے جو فرحت اور سرور حاصل ہوا اس سے تکمیل ایمان ہوئی جس کے لئے یہ کذب ہی ذریعہ بن گیا[1]۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ امام کسی کا حق حاصل کرنے کے لئے فریق کو وہم اور مغالطہ میں مبتلا کر سکتا ہے جیساکہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے دو عورتوں میں سے ایک کو وہم میں مبتلا کر دیا تھا کہ اس بچّہ کے دو ٹکڑے کر دئے جائیں تاکہ اصل ماں کا پتہ معلوم ہو جائے۔

۲۳۔ اپنی عورت کے ساتھ حالت سفر میں شب عروسی کرنا جائز ہے

۲۴۔ جو کسی کو زہر دیکر قتل کرے اُس کو قصاصاً قتل کرنا جائز ہے۔ جیساکہ یہودیہ کو بشر بن براء کے بدلہ قتل کیا گیا تھا۔

۲۵۔ اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کا کھانا، کھانا جائز ہے

۲۶۔ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہودیہ عورت کو عہد شکنی کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو اُس وقت قتل کیا گیا جب اس نے زہر دینے کا اقرار کر لیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کو نقض عہد کی وجہ سے کیوں نہیں قتل کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ ان پر حجت ہو سکتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام کو

---

[1]۔ مندرجہ واقعہ میں جھوٹ بولنے کے لئے علامہ نے بہت فراخدلی کے ساتھ اجازت دی ہے حالانکہ اگر اس قدر اور ظاہر کر دیا جاتا کہ یہ معاملہ دار الحرب (مکہ) کے ان کافروں کے ساتھ تھا جن کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری تھا اور "الحرب خدعۃ"، تو مسئلہ کذب کا نہایت روشن پہلو سامنے آجاتا۔

اختیار ہے جیسا کہ اُس کو قیدی کے بارے میں اختیار ہے۔ قاضی ابو یعلی اور اُن کے شاگرد یہی کہتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ اگر بکری کا واقعہ صلح سے قبل ہے تو کوئی حجت نہیں ہے اور اگر صلح کے بعد کا ہے تو حجت ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے (اس جگہ علامہ نے چند احتمالات اور پیدا کردئیے ہیں جس کی وجہ سے نفس مسئلہ اور اُلجھ گیا ہے اُس کا ترجمہ نہیں کیا)

فتح خیبر کی نوعیت اس میں اختلاف ہے کہ خیبر تلوار کے زور سے فتح ہوا یا صلح کے ذریعہ فتح ہوا۔ ابو داؤد نے حضرت انسؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کیا اور ہم نے اُس کو قوت کے ذریعہ فتح کیا۔ اور تمام قیدیوں کو جمع کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ میں نے ابن شہاب زہری سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو قوت کے ذریعہ فتح کیا، اور ابو داؤد نے بھی یہی روایت کیا ہے اور ابن عبدالبر نے کہا ہے یہی صحیح ہے کہ خیبر کی کل آراضی غلبہ اور قوت کے ذریعہ فتح ہوئی بخلاف فدک کے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خیبر کو اہل حدیبیہ پر تقسیم کر دیا تھا اور ارض خیبر کے بارے میں علماء میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ البتہ تقسیم کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں امام کو اختیار ہے کہ چاہے تقسیم کر دے یا وقف کر دے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے بارے میں کیا اور حضرت عمرؓ نے عراق کے بارے میں کیا۔ امام شافعی تقسیم کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ زمین بھی مال غنیمت ہی ہے۔ امام مالک وقف کو کہتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا، کیونکہ زمین اور دوسرے مال غنیمت میں فرق ہے۔ حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ کی موجودگی میں یہ کیا تھا لیکن امام مالک نے حضرت عمرؓ کی حدیث نقل کی ہے۔

مسلمان جو قریہ بھی فتح کریں گے میں اس کو ایسے

ہی تقسیم کروں گا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خیبر کی تمام آراضی حصوں میں تقسیم کر دی گئی تھی جیسا کہ ابن اسحٰق نے کہا ہے لیکن بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ خیبر کا بعض حصہ صلح سے فتح ہوا ہے اور بعض قوت سے تو ان کو وہم ہو گیا ہے اور انھوں نے غلطی کی ہے اور یہ وہم بہت سے قلعوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ نصف خیبر صلح سے اور نصف قوت سے فتح ہوا ہے اور یہ شبہ بشیر بن یسار کی روایت سے ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو آدھا آدھا کر کے تقسیم کیا آدھا اپنے لئے اور آدھا مسلمانوں کے لئے۔ ابوعمر رح کہتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا تھا اٹھارہ حصے آپ کے ہوئے اور اٹھارہ باقی دوسرے مسلمانوں کے۔ اور وہ سب اہل حدیبیہ ہی تھے پس صحیح بات وہ ہے جو ابن اسحٰق نے کہی ہے۔ نہ کہ وہ بات جو کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہی ہے۔

وادی القریٰ خیبر سے واپس ہو کر آپ وادی القریٰ تشریف لائے اور یہاں بھی یہودیوں کی ایک جماعت آباد تھی۔ انھوں نے بہت سے عرب اپنے ساتھ ملائے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اترا تو اُن لوگوں نے تیر باری شروع کر دی جس میں حضرت مدعم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا مبارک ہو! وہ جنتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں شملہ کی وجہ سے دوزخ کی آگ اُس پر بھڑک رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ سُنا تو جوتے کے تسمہ تک لیکر حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ دوزخ کی آگ ہے۔

بہرحال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور صف بندی ہوئی، اور بڑا جھنڈا سعد بن عبادہ کو اور چھوٹا جھنڈا جناب

سنزر کو ایک جھنڈا سہل بن حنیف کو اور ایک جھنڈا عبادہ بن بشر کو دیا، اور یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا، اگر تم نے اسلام قبول کرلیا تو تمہارے جان و مال محفوظ ہوجائینگے اللہ پر تمہارا حساب ہوگا، ان میں سے ایک آدمی جنگ کے لئے نکل کر آیا۔ مسلمانوں میں سے زبیر بن عوام اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور اس کو قتل کردیا۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے گیارہ آدمی قتل ہوگئے۔ جب بھی کوئی قتل ہو جاتا تو باقی لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جاتی۔ اس دن جیسے ہی نماز کا وقت آتا، آپ نماز پڑھاتے اور پھر لوٹتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے لیکن جنگ کا سلسلہ شام تک جاری رہا۔ صبح ہوئی اور سورج بقدر نیزہ بلند نہیں ہوا تھا کہ کافروں نے اپنا سب کچھ مسلمانوں کے سپرد کردیا۔ آپ نے اس معرکہ کو قوت کے ذریعہ فتح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت مال اور عورتیں مسلمانوں کو دلائیں۔ آپ نے یہاں چار دن قیام فرمایا اور یہیں مال غنیمت تقسیم کردیا۔ اور درختوں کو یہودیوں کے سپرد کردیا، اور ان کو اس پر عامل مقرر کردیا۔

جب آپ یہود تیما پر پہونچے تو انھوں نے خیبر، فدک، وادی القریٰ کی طرح صلح کرلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باقی رکھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں یہود خیبر فدک کو تو نکال دیا تھا لیکن یہود تیما اور وادی القریٰ کو نہیں نکالا تھا، کیونکہ وادی القریٰ اور تیما دونوں ملک شام کی حد کے اندر تھے۔ اور یہاں سے دوسری طرف مدینہ منورہ اور ارض حجاز شروع ہوجاتی تھی (یعنی دفاعی مصلحتوں کی وجہ سے ان کو یہاں باقی رکھا)

یہاں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ ایک رات راستہ میں رات کے آخری حصہ میں آرام فرمایا، اور حضرت بلالؓ سے فرما دیا "کہیں ہمارے اوپر رات غالب نہ آجائے"، لیکن حضرت بلالؓ پر نیند کا شدید غلبہ ہوا، اور وقت پر کوئی بھی بیدار نہ ہوسکا اور سورج نکل آیا، سب سے پہلے گھبرا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا۔ بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کیا حضور! جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا میرے ماں باپ آپ پر

قریان ہوں، آپ نے فوراً ہی اس وادی سے کوچ کا حکم دیا۔ اور فرمایا، اس وادی میں شیطان کا قبضہ ہے۔ جب یہاں سے گذر گئے تو اترے اور وضو کیا اور پہلے فجر کی سنت ادا کیں پھر بلال کو امر فرمایا، انھوں نے اقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھائی اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا، اگر وہ چاہتا
تو اس وقت کے علاوہ بھی واپس کر سکتا تھا، جب تم میں سے
کوئی نماز سے سو جائے یا نماز بھول جائے تو اس کو ایسے
ہی ادا کرے جیسا کہ وقت میں ادا کرتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت
ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (بلال کھڑے ہوئے نماز
پڑھ رہے تھے) ان پر شیطان مسلط ہو گیا اور ان کو لٹا دیا
اور ایسے تھپکایا جیسے بچہ کو تھپکتے ہیں اور ان کو سلا دیا
پھر بلال کو طلب فرمایا اور یہی بات فرمائی۔

روایت کیا گیا ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ سے واپسی میں پیش آیا تھا۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ تبوک سے واپسی میں پیش آیا تھا۔ اور عمران بن حصینؓ نے صلوٰۃ صبح کا واقعہ تو روایت کیا ہے، لیکن نہ کوئی مدت ذکر کی اور نہ یہ ذکر کیا کہ کون سے غزوہ میں پیش آیا تھا، اور ایسے ہی ابو قتادہؓ نے روایت کیا ہے، اور امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ مکہ کے راستہ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا، اور یہ حدیث مرسل ہے۔ اور شعبہ نے جامع بن شداد کی سند سے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا الخ لیکن راوی اس میں بہت زیادہ مضطرب ہیں۔ بعض نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ تھے جن کو امر فرمایا تھا اور بعض نے حضرت بلال کا نام لیا ہے۔ تاریخ میں بھی اضطراب ہے۔ بعض نے غزوۂ تبوک روایت کیا ہے اور بعض نے غزوۂ حدیبیہ روایت کیا ہے لیکن۔

ان سب میں زہری کی روایت سالم ہے یعنی اس میں اضطراب نہیں ہے۔

بعض مسائل اس واقعہ میں فقہ یہ ہے کہ جو سو جائے یا بھول جائے اس کی نماز کا وقت وہی ہے جب بیدار ہو یا یاد آجائے۔

۲۔ سنن رواتب (موکدہ جو فرائض کے ساتھ ہوتی ہیں) کو اسی طرح ادا کیا جائے گا، جیسا کہ فرض کو ادا کیا جاتا ہے، کیونکہ آپ نے سنت فجر کے ساتھ اور سنت ظہر کو تنہا ادا کیا ہے[1] اور یہی آپ کی عادت شریفہ تھی۔

۳۔ فائتہ نماز کے لئے اذان بھی دی جائے گی اور اقامت بھی کہی جائے گی ابوداؤد نے اس واقعہ میں دونوں کو روایت کیا ہے۔

۴۔ فائتہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ اور قضا شدہ نماز کو فوراً ہی ادا کرنا چاہیئے۔ اس جگہ سونے کے مقام سے علیٰحدہ ادا کیا جس کی وجہ سے تھوڑی تاخیر ہوگئی کیونکہ وہاں شیطان کا تسلط تھا۔ اس سے تاخیر ادائیگی نہیں ثابت ہوئی۔ کیونکہ یہ بھی صلوٰۃ ہی کے لئے مشغولیت تھی۔

۵۔ نماز کو ایسے مقامات میں ادا نہ کرنا چاہیئے جو شیطانی جگہ ہیں جیسے حمام بیت الخلاء وغیرہ، یہ جگہ شیطان کی پناہ گاہ ہوتی ہیں اور جبکہ اس وادی میں محض تسلط

---

[1] فرائض کے ساتھ سنتوں کی قضا ضروری نہیں ہے۔ اگر ضروری قرار دیا جائے تو عملاً فرض اور سنت کا درجہ ایک ہی ہو جائے۔ مذکورہ واقعہ سے استحباب اور اولیت ثابت ہوتی ہے۔ امام محمدؒ نے یہی فرمایا ہے اور یہ بھی محض اس وجہ سے کہ فجر کی سنتیں بہ نسبت دوسری سنتوں کے اہم ہیں۔ ظہر کی جن سنتوں کا تذکرہ علامہ نے کیا، وہ قضا نہیں ہوئی تھیں بلکہ ترتیب میں موخر ہو گئی تھیں۔ قضا تو اسی وقت کہا جاتا ہے جب وقت ختم ہو جاتا ہے۔ حنفیہ کا یہی مسلک ہے بعض حضرات نے یہ واقعہ عصر کی سنتوں کا روایت کیا ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

ی وجہ سے نماز ادا نہیں کی تھی

سریہ ابوبکر صدیق رض خیبر سے واپسی پر شوال کے مہینہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سریہ بھیجا جس کے امیر حضرت ابوبکر رض تھے، ان کے ساتھ حضرت سلمہ بن اکوع بھی تھے۔ ان کے حصّہ میں ایک حسین باندی آئی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان سے ہبتہً لے لیا تھا اور اُس کو دیکر ان مسلمانوں کو چھوڑایا تھا جو مکہ معظمہ میں مقید تھے۔

اسی مہینہ میں حضرت عمر رض کو ایک سریہ کا امیر بنا کر جس میں ۳۰۔ آدمی تھے قبیلہ ہوازن کی طرف بھیجا وہ ان کی خبر سُنکر بھاگ گئے۔ اور جنگ کی نوبت نہیں آئی اور یہ حضرات مدینہ منورہ واپس آگئے۔

سریہ عبداللہ رض رواحہ ایک سریہ جس میں تعداد تیس تھی حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سرکردگی میں (ان کے ساتھ عبداللہ بن انیس تھے) بشیر ... ... یہودی کی طرف بھیجا، وہ قبیلہ غطفان کو جنگ کے لئے جمع کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے اس کے پاس پہونچ کر کہا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے خیبر کا عامل مقرر کیا جائے۔ اس طرح تیس یہودیوں کو ساتھ لیا، اور ہر یہودی مسلمان کا ردیف ہو کر روانہ ہوا جب یہ قافلہ مقام "قرقرہ" پہونچا (جو خیبر سے چھ میل دور ہے) تو بشیر یہودی نے حضرت عبداللہ بن انیس رض کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضرت عبداللہ نے اس کو بھانپ لیا۔ اور اونٹ آگے بڑھا کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا پیر کٹ گیا۔ اس نے اپنا کوڑا ان کے منہ پر مارا جس سے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ جب قافلہ والوں نے یہ دیکھا تو ہر ایک مسلمان نے اپنے ردیف یہودی کو قتل کر دیا۔ اور مسلمان محفوظ رہے۔ جب حضرت عبداللہ رض حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے چہرے پر لعاب دہن لگا دیا۔ وہ فوراً ہی ٹھیک ہو گیا اور اس کے بعد مرنے تک کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

سریہ بشیر بن سعد ایک سریہ آپ نے "فدک" میں قبیلہ بنی مرہ کی طرف بھیجا اس سریہ میں تیس آدمی تھے اور امیر بشیر بن سعد تھے جب وہاں پہونچے تو بکری کے چرواہوں سے ملاقات ہوگئی۔ یہ ان کی بکریاں لیکر مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے۔ اور رات کا وقت ہوگیا تھا کہ پیچھے سے دشمن نے تیر باری کی حضرت بشیرؓ نے بھی سخت جنگ کی اور زخمی ہوگئے۔ دشمن اپنی بکریاں چھوڑ کر لے گیا۔ حضرت بشیر کو سواری پر ڈال کر فدک لایا گیا۔ یہاں یہ ایک یہودی کے یہاں رہے اور جب زخموں کو آرام ہوگیا تو مدینہ منورہ واپس آئے۔

سریہ اسامہ بن زید ایک سریہ آپ نے قبیلہ جھینۃ کی طرف بھیجا اس کے امیر اسامہ بن زید تھے جب قریب پہونچے تو تفتیش حال کے لئے کچھ آدمیوں کو بھیجا یہ لوگ رات کو واپس ہوئے۔ حضرت اسامہؓ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ایک خطبہ دیا، اور دو دو آدمیوں کو ایک ساتھ کیا۔ اور کہا ہرگز ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونا اور مجھے یہ کہنے کی نوبت نہ آئے کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے۔ جب میں تکبیر کہوں تو سب تکبیر کہہ کر تلوار سونت لو، اور یکبارگی حملہ کردو اور پورے قبیلہ کو گھیر لو، اس دن مسلمانوں کا شعار "اُمت اُمت" تھا۔ حضرت اسامہ بن زید ٹھیک بن مرداس کے تعاقب میں نکلے جب قریب ہوئے اور تلوار کا وار کرنا چاہا تو اس نے لاالٰہ الااللہ کہا لیکن انھوں نے اس کو قتل کردیا اور وہاں سے بکریاں لیکر مدینہ منورہ آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا "تو نے لاالٰہ الااللہ، سننے کے بعد اس کو کیوں قتل کیا" عرض کیا۔ حضور! اس نے جان بچانے کے لئے ایسا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، اور بار بار یہی فرمایا حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں، میں اس وقت تمنا کر رہا تھا کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ اس کے بعد عرض کیا حضور میں آج سے ہرگز ایسا

نہیں کروں گا۔

سریہ غالب بن عبداللہ

کدید میں قبیلہ بنی ملوح کی طرف یہ سریہ گیا تھا۔ حضرت جندب بن مکیث جہنی کہتے ہیں کہ میں اس سریہ میں موجود تھا جب ہم "کدید" (قدید) پہنچے تو حارث بن مالک سے ملاقات ہوگئی۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا اس نے کہا میں تو مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت غالب بن عبداللہ نے کہا، اگر یہ سچ ہے تو تجھے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور اُس کو باندھ کر بٹھالیا۔ اور دو حبشی غلاموں کو اس پر مقرر کر دیا اور حکم دیا اگر یہ کوئی حرکت کرے تو اس کو قتل کر دینا، اور اس کو یہیں رباط میں چھوڑ کر آگے چلے۔ دن چھپنے کے قریب بطن قدید میں داخل ہوئے۔ حضرت جندب کہتے ہیں کہ مجھے میرے ساتھیوں نے خبر کے لئے بھیجا، میں ایک ٹیلہ کی آڑ میں ہو کر دیکھنے لگا، تو قبیلہ کے ایک آدمی نے مجھے دیکھ لیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا مجھے اس ٹیلہ پر کوئی کالی کالی چیز دکھائی دی ہے تیر نکال کر لا۔ ممکن ہے کہ کوئی درندہ ہو اور ہماری بکریوں کو پھاڑ دے اور ایک تیر مارا، وہ میرے پاس آگرا، میں نے اُس کو اٹھالیا جب میں نے کوئی حرکت نہ کی تو دوسرا مارا، وہ میرے سر پر ہو کر گرا، میں نے اس کو بھی رکھ لیا اور کوئی حرکت نہ کی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا، دو تیر بیکار ہو گئے اور کوئی حرکت نہیں ہوئی جب صبح ہو تو تیر تلاش کر کے لانا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیر ہی بیکار ہو جائیں۔

جب وہ لوگ دودھ دوہنے سے فارغ ہو گئے۔ اور رات کا کچھ حصہ گزر گیا، تو ہم نے ان پر غارت ڈالی ہم میں سے بھی کچھ لوگ قتل ہوئے۔ اور ان میں سے ایک آدمی نے شور مچانا شروع کیا ہم لوٹ کر اس جگہ واپس آئے جہاں حارث بن مالک تھا۔ اور ادھر سے لوگ چیختے چلاتے آنا شروع ہوئے۔ جب تھوڑا فاصلہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے ایک زوردار بارش برسائی ہم نے ایسی بارش نہیں دیکھی، وہ لوگ ہمیں دور سے کھڑے

دیکھتے رہے۔ لیکن کوئی ہم تک نہیں پہونچ سکا ۔ اور وہ لوگ ہم سے کوئی چیز واپس نہ لے سکے ۔ اس سریہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ عنداللہ مقبول ہے ۔

حسیل بن نویرہ کی آمد یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر کی طرف ایک رہبر تھے ۔ آپ نے اُن سے دریافت کیا تمہارے پیچھے کون، کون ہے ۔ عرض کیا میں نے یمن، غطفان اور غسان کی ایک بڑی جماعت چھوڑی ہے ۔ آپ نے ایک جاسوس بھیجا کہ خبر لائے کہ ہمیں اُن کی طرف جانا چاہیے یا اُن کا یہاں انتظار کرنا چاہیے ۔ اس نے آکر کہا آپ کو چلنا چاہیے وہ حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو طلب فرمایا، انہوں نے مشورہ دیا کہ بشیر بن سعد کو بھیجدیا جائے ۔ چنانچہ ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا اور تین سو آدمی ساتھ کئے ۔ اور فرمایا رات میں سفر کرو اور دن کو چھپ جاؤ ۔ اور حسیل بطور رہنمائی کے ساتھ ہوا ۔ جب خیبر کے نیچے پہونچ گئے تو رات کو شبخون مارا ، اور وہ سب لوگ متفرق ہو گئے ۔ اور یہ بہت سی بکریاں لیکر واپس ہوئے ۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا، اُس کو قتل کر دیا گیا ، پھر عیینہ کی ایک جماعت ملی ۔ ان کا تعاقب کیا گیا تو اُن کے دو آدمی گرفتار ہوئے جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا ۔ اور وہ دونوں مسلمان ہو گئے ۔

حارث بن عوف کہتے ہیں کہ عیینہ جب شکست کھا کر بھاگا تو پیچھا پھر کر نہیں دیکھتا تھا ۔ میں نے اس سے کہا ، گھوڑے کو روکو ! اور توقف کرو ! اس نے کہا مشکل ہے ، لوگ مجھے پکڑنے آرہے ہیں ۔ میں نے اس سے کہا ٹھہر ، وہ ٹھہر گیا معلوم ہوا کہ اس پر صرف رعب کا غلبہ تھا ۔

سریہ ابو حدرد رضؓ ابن اسحٰق نے کہا ہے قبیلہ جشم کا ایک آدمی جس کو رفاعہ بن قیس یا قیس بن رفاعہ کہا جاتا تھا، بہت بڑی جماعت لیکر آیا ۔ اور غابہ (مدینہ کے قریب) آکر اتر گیا ۔ اور ارادہ یہ تھا کہ قبیلہ قیس کو جمع کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے ۔ اور یہ قبیلہ میں سردار اور شریف شمار ہوتا تھا ۔ حضرت ابو حدرد رضؓ

کہتے ہیں مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُلایا اور ارشاد فرمایا، اس آدمی کے بارے میں دریافت کر کے آؤ۔ میں نے اپنے ساتھ دو آدمیوں کو اور لیا۔ اور قریب شام کے وہاں جا پہونچا۔ اور ایک گوشہ میں جا کر چھپ گیا۔ میرے ساتھی دوسرے گوشہ میں چھپ گئے، جب رات ہوئی اور عشا کا اندھیرا چھا گیا۔ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ہدایت کر دی تھی جب میں تکبیر کہوں اور لشکر پر حملہ کروں تو تم بھی تکبیر کہہ کر حملہ کر دینا۔

ہم وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کا ایک چرواہا تھا، جو ابھی تک بستی میں نہیں پہونچ سکا تھا اس کی تاخیر سے سب کو اندیشہ تھا۔ اس چرواہے کا مالک رفاعہ بن قیس نے تلوار لی اور گردن میں لٹکائی، اور بولا میں تلاش کو جاتا ہوں، کوئی آفت ضرور آئی ہے قوم کے لوگوں نے کہا ہم بھی ساتھ چلتے ہیں، بولا ہرگز نہیں میں ہی تنہا جاؤں گا۔ جب وہ میرے پاس سے گذرا تو میں نے تاک کر ایک تیر مارا جو اس کے دل پر لگا اور اس نے ہائے تک نہ کی، میں نے جلدی سے اس کا سر کاٹ لیا اور پھر تکبیر کہہ کر لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور میرے دو کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا، اس سے وہ سراسیمہ ہو گئے اور چھپنے کی کوشش کرنے لگے۔ اور اور اپنی عورتوں اور بچوں کو لیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں یہاں سے بہت زیادہ اونٹ اور مال غنیمت اور رفاعہ بن قیس کے سر کو لیکر حاضر ہوا اور اس میں سے مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ اونٹ مرحمت فرمائے۔ میں ان کو لیکر اپنے قبیلہ میں آیا، اور میں نے دو سو درہم اپنی بیوی کا مہر ادا کیا۔ حالانکہ میں اُس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وجہ سے حاضر ہوا تھا۔ اور میں نے اپنے نکاح کے بارے میں ادائیگی مہر کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد چاہی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ چند دن ٹھہرو۔ (اس کے بعد راوی نے اس سریہ کا ذکر کیا کہ یہ صورت ہوئی)

سریۂ ضیم | ایک سریہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کی قیادت میں "قبیلہ ضیم" کی طرف بھیجا، مسلمانوں میں سے ان کے ساتھ محلم بن جثامہ بھی تھے۔ راستہ

میں ان کے پاس سے عامر بن اضبط ہو کر گزرا، اور مسلمانوں کی طرح سلام کیا لیکن اس کو روک کر محلم بن جثامہؓ نے کسی پرانی عداوت کی وجہ سے قتل کر دیا اور اس کے اونٹ اور ساتھیوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اور واقعات بیان کئے۔ ان کے بارے میں قرآن شریف کی یہ آیات نازل ہوئیں

یاایھا الذین آمنوا اذا ضربتم	ایمان والو! جب تم خدا کے راستے میں
فی سبیل اللّٰہ فتبینوا ولا تقولوا	جاؤ تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے
لمن القیٰ الیکم السلٰم لست	اُس کو یہ نہ کہو تو مومن نہیں ہے۔ کیا تم دنیا کی لت
مومنا تبتغون عرض الحیٰوۃ الدنیا	چاہتے ہو؟ اللہ کے پاس تو بہت غنیمت ہے
فعند اللّٰہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم	تم بھی ایسے ہی تھے پہلے۔ اللہ تعالیٰ
من قبل فمن اللّٰہ علیکم فتبینوا	نے تم پر احسان کیا، اس لئے تحقیق کر لیا کرو اور جو
ان اللّٰہ کان بما تعملون خبیراً	کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبردار ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب اس نے ایمان ظاہر کیا تو تم نے کیوں قتل کیا؟ جب خیبر کا زمانہ آیا تو عیینہ بن بدر اس کی دیت لینے کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت اقرع بن حابسؓ نے محلمؓ کی طرف سے اس مطالبہ کی تردید کی (یہ قبیلہ خندق کے سردار تھے) تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم عامر سے فرمایا، اس وقت ہم سے پچاس اونٹ لے لو اور پچاس اونٹ واپسی میں دیئے جائیں گے۔ عیینہ نے کہا ہرگز نہیں۔ میں بھی اس کی عورت کو وہی صدمہ دوں گا جو اس نے ہماری عورتوں کو دیا ہے۔ بہرحال اس کو دیت پر راضی کر لیا گیا اور محلم کو معافی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا "اے اللہ محلم کو معاف نہ کر!" اور یہ تین مرتبہ فرمایا۔ محلم اُٹھ کھڑے ہوئے، اور کپڑے سے آنسو پونچھنے لگے۔ ابن اسحٰق نے

کہاہے محلم کی قوم کا خیال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعد میں معاف کردیا تھا۔

ابن اسحٰق نے یہ بھی روایت کیا ہے، دیت پر صلح اس وقت ہوئی جب اقرع بن حابسؓ نے مقتول کی قوم سے تنہائی میں بات چیت کی اور کہا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ تو اللہ کا غضب تم پر نازل ہوگا اور کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا چاہتے ہو، تو خدا کی لعنت تم پر ہوگی۔ لہٰذا اس وقت پچاس اونٹ لے لو ورنہ میں بنی تمیم کو لاتا ہوں وہ سب گواہی دیتے ہیں کہ مقتول نے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اس صورت میں دیت ختم ہو جائے گی تب وہ لوگ دیت لینے پر راضی ہو گئے۔

سریہ عبداللہ بن حذافہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۔ ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اولی امر (حاکم یا امیر) کی اطاعت کرو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا تھا، اور اعمش نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریؓ کو ایک سریہ میں امیر مقرر فرمایا۔ کہ امیر کی طاعت کی جائے، اتفاق سے اس سریہ میں آپس میں ناراضگی ہوئی امیر نے حکم دیا لکڑیاں جمع کی جائیں اور اس میں آگ لگائی جائے۔ جب آگ جلنے لگی تو کہنے لگے، کیا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ میری طاعت کرو! بولے ہاں۔ تو یہ سنکر کہا، سب لوگ اس آگ میں کود جاؤ۔ یہ سنکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ لوگوں نے کہا، ہم آگ سے بچنے کے لئے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے یہ سنکر ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس واقعہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

اگر تم اس میں کود پڑتے تو پھر نجات نہ پاتے۔ یاد رکھو !
طاعت نیک کاموں میں ہوتی ہے۔

یہی واقعہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے اس آگ میں گرنے میں بھی طاعت تھی تو جواب یہ ہے کہ وہ لوگ امر طاعت کی غلط تاویل کی وجہ سے خطاکار ہوتے کیونکہ مخلوق کی طاعت، اللہ کی معصیت میں نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے وہ لوگ خودکشی کرنے والے قرار پاتے۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اگر وہ داخل ہو جاتے تو اس آگ کو، نار ابراہیم کی طرح پاتے، مگر یہ وسوسہ شیطانی ہے۔

سینتالیسواں باب

عمرۂ قضا، اور فتح مکہ و دیگر واقعات

عمرۂ قضا عمرۂ قضا ذیقعدہ سنہ ھ میں ہوا۔ اور سلیمان تیمی نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس ہوئے تو آپ نے مدینہ میں قیام فرمایا، اور چند سرایا بھیجے اور ذیقعدہ سنہ ھ کی چاند رات ہوئی، تو آپ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔ عمرۂ قضا حدیبیہ کے سال بھر کے بعد ادا کیا تھا، یہ ذیقعدہ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ ذیقعدہ سنہ ۶ ھ میں آپ کو عمرے سے روکا گیا تھا۔

آپ نے پہلے حضرت علی رضہ کو بھیجا کہ حضرت میمونہ سے جا کر نکاح کا پیغام دیں۔ حضرت میمونہ رض نے کہہ دیا کہ حضرت عباس رض کو اختیار ہے، کیونکہ ان کی بہن ام فضل ان کے عقد میں تھیں، بہرحال حضرت عباس رض نے حضرت میمونہ کا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا تھا، آپ نے صحابہ رض سے فرمایا، کہ مونڈھے کھولو، اور سعی اور طواف کعبہ کرو، اور مشرکوں پر اپنی قوت اور بہادری کا مظاہرہ کرو۔ اہل مکہ میں سب مرد، عورت، بچے نکل نکل کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آئے۔ اور تمام صحابہ اور حضور طواف کر رہے تھے۔ آپ کے ساتھ تلوار لٹکائے عبد اللہ بن رواحہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ کچھ کافر غصہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے، آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا۔ جب چوتھا دن ہوا تو سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ آیا۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس بیٹھے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ سے باتیں کر رہے تھے

کہ حویطب نے شور کیا، اور کہا تین دن ہو چکے ہیں۔ سعد بن عبادہ نے کہا خدا کے دشمن ہم تیری زمین پر نہیں بیٹھے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل اور حویطب کو بلایا اور فرمایا میں نے یہاں میمونہ سے نکاح کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ شب عروسی تک اور رہنے دیا جائے اور اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے ہم ولیمہ کریں گے، ہم بھی کھائیں گے اور تم بھی کھانا، لیکن وہ نہ مانے تب آپ نے ابو رافع کو فرمایا کہ کوچ کا اعلان کردو اور مقام "سرف" میں آکر پڑاؤ کیا۔ اور مکہ میں ابو رافع کو چھوڑا کہ میمونہ کو لیکر سرف آجائیں۔ ان لوگوں کو مشرکین کے بچوں اور لڑکوں نے کچھ تکلیف بھی دی تھی۔ بہرحال سرف میں "شب عروسی فرمائی" اور پھر یہاں سے کوچ فرمایا۔ تقدیر الٰہی بھی عجیب ہے کہ حضرت میمونہ کا انتقال بھی سرف میں ہوا۔

حالت احرام میں نکاح حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔ اور جب حلال ہو گئے تھے تو شب عروسی فرمائی تھی۔ ابن مسیب نے کہا ہے اگرچہ حضرت میمونہ رضا ان کی خالہ ہیں لیکن ان کا نکاح حلال ہونے کے بعد ہوا۔ اس کو بخاری نے ذکر کیا ہے اور یزید بن اصم نے حضرت میمونہ رض سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مجھ سے نکاح حلال ہو کر کیا ہے اور ہم سرف میں تھے۔ ابو رافع نے بھی یہی کہا ہے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ .. .. اس کے باوجود عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حالت احرام میں نکاح کیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ جب، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو نکاح وغیرہ سب امور انجام دیئے، لوگوں پر اشتباہ ہو گیا کہ حالت احرام میں نکاح ہوا ہے یا حلال ہونے کے وقت، امام شافعی کے اس بارے میں تین قول مروی ہیں ۱ عمرہ سے حلال ہو کر نکاح کیا۔ یہی قول حضرت میمونہ رض کا ہے اور یہی قول ابو رافع

سعید بن مسیب اور جمہور علماء کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حالت احرام میں نکاح کیا یہی قول ابن عباس اور اہل کوفہ اور ایک جماعت کا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے احرام سے پہلے نکاح کیا تھا نہ کہ حالت احرام میں، اس لئے کہ "اَحرَمَ" کے معنی احرام باندھنے اور "شہر حرام" میں داخل ہونے کے بھی آتے ہیں۔ انھوں نے استدلال میں یہ شعر پیش کیا ہے

قتلوا ابن عفان الخلیفۃ محرما

حضرت عثمانؓ کی شہادت مدینہ منورہ میں شہر حرام میں ہوئی ہے کہ حالت احرام میں نہیں امام مسلم نے حضرت عثمانؓ کی روایت نقل کی ہے۔

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے محرم نہ نکاح کرسکتا ہے اور نہ پیغام دے سکتا ہے

اس سے فعل اور قول میں تعارض واقع ہوا لیکن قول کو ترجیح حاصل رہے گی اس لئے کہ قول آپ سے منقول ہے اور فعل برأۃ کے موافق ہے۔ اس لئے قول سے برأۃ کا قول مرتفع ہو جائے گا اور احکام میں یہی قاعدہ ہے

حق حضانت جب آپ مکہ معظمہ سے واپس ہوئے تو حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی آپ کو آکر چمٹ گئیں اور "چچا" "چچا" کہہ کر پکارا، حضرت علیؓ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا "لو اپنے چچا کی لڑکی کو لو انھوں نے گود میں اُٹھا لیا"۔ بچی کی پرورش کے بارے میں حضرت علیؓ، حضرت جعفر، حضرت زید میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت جعفر نے کہا وہ میرے چچا کی بیٹی بھی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے حضرت زید نے کہا میرے بھائی کی لڑکی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا "خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے"، اور حضرت علیؓ سے فرمایا "تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں"، اور حضرت جعفر سے فرمایا (بیاض) اور حضرت زید سے فرمایا تو ہمارا بھائی

اور ہمارا مولیٰ ہے"

اس قصہ میں یہ فقہ ہے کہ خالہ تمام رشتہ داروں پر ماں باپ کے بعد فوقیت رکھتی ہے۔ اور اگر حاضنہ" پرورش کرنے والی" نے بچے کے قریبی رشتہ دار سے عقد کر لیا تو اس کا حق ساقط نہ ہوگا، اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ بچی کی پرورش کا حق نکاح کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ اور اس قصہ کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ اور امام حسن بصریؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اس کا حق نکاح کرنے سے ساقط نہ ہوگا خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو"

حق پرورش ساقط ہونے کے بارے میں چار قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ساقط ہو جائیگا وہ لڑکا ہو یا لڑکی یہ قول امام مالک کا ہے اور یہی امام شافعیؒ۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے اور یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتا یہ قول حسن بصریؒ ابن حزم کا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر یہ لڑکی ہے تو ساقط نہیں ہوگا اور لڑکا ہے تو ساقط ہو جائے گا۔ امام احمدؒ کا ایک قول یہ بھی ہے" اور فرمایا ہے، نکاح کرنے کی صورت میں سات سال کی عمر تک رکھا جا سکتا ہے، اور ابن ابی موسیٰ نے ان کا یہ قول بھی روایت کیا کہ بالغ ہونے تک ساتھ رکھا جا سکتا ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ اگر بچہ کے قریبی رشتہ دار سے نکاح کر لیا تو ساقط نہیں ہوگا اور اجنبی سے کر لیا تو ساقط ہو جائیگا (چند جزئیات تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں)

اس واقعہ میں صراحت ہے کہ خالہ پھوپی پر مقدم ہے کیونکہ (اس معاملہ میں) ماں کی قرابت کو باپ کی قرابت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اس موقعہ پر اگرچہ حضرت صفیہ (بچی کی پھوپی) موجود تھیں لیکن فیصلہ خالہ کے حق میں ہوا یہی قول امام شافعی امام مالک، امام ابو حنیفہ رح کا ہے، اور یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ پھوپی خالہ سے مقدم ہے۔ اور یہی ہمارے شیخ نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اولیت باپ کے رشتہ کو حاصل ہے۔ ماں کے سپرد تو شفقت مادری

کی وجہ سے کردیا گیا ہے۔ اور اس واقعہ کا یہ جواب دیا گیا ہے، کہ پھوپی نے مطالبہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ حق حضانت ان کا تھا[1]۔ بخلاف خالہ کے کہ ان کی طرف سے حضرت جعفر نے مطالبہ کیا تھا اسی وجہ سے حضور نے خالہ کی عدم موجودگی میں بھی ان کے لئے فیصلہ کردیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر زوج اعتراض کرے تو پھر حضانت کا حق نہیں رہتا، یہاں یہ صورت بھی نہیں ہے کہ زوج (حضرت جعفر) خود مطالبہ کر رہے ہیں اور حضرت صفیہ نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا، پھر چچا (حضرت جعفر) کا تو ویسے بھی حق تھا۔

حضرت زید نے جو بھائی ہونے کی وجہ سے مطالبہ کیا تھا وہ عقد مواخات کی وجہ سے تھا۔ آپ نے دو مرتبہ عقد مواخاۃ قائم کرایا تھا چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ میں اور حضرت حمزہ میں حضرت عثمان رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں حضرت زبیر اور حضرت ابن مسعود رضؓ میں اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ میں اور حضرت ابو عبیدہ رضؓ او حضرت سالم رضؓ میں عقد مواخات قائم کرایا۔ یہ عقد صرف مہاجرین ہی کے درمیان تھا اور دوسرا عقد مہاجرین اور انصار کے درمیان تھا۔

عمرۂ قضا کا نام عمرۃ القضاء کے نام کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ " سابقہ عمرہ کی قضاء ہے"، یا یہ لفظ " مفاضات" سے ماخوذ ہے؟ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ واقدی نے روایت کیا ہے یہ عمرہ، عمرۃ القضاء نہیں تھا بلکہ مسلمانوں پر شرط تھا کہ جس مہینہ میں وہ روک دیئے گئے ہیں اسی مہینہ میں عمرہ ادا کریں۔ فقہاء کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں۔ (اس جگہ علامہ نے دور تک بحث

---

[1] لیکن یہ واضح رہے مطالبہ نہ کرنے سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ اصل یہی ہے کہ خالہ کی موجودگی میں پھوپی کو حق نہیں ہے، اسی وجہ سے حضرت صفیہ (پھوپی) نے مطالبہ نہیں کیا تھا۔

کی ہے لیکن اس کا ذکر چونکہ جلد ثانی میں اور اس کے حاشیہ میں آچکا ہے اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔

غزوۂ موتہ "موتہ" ملک شام کے پہلے کنارے پر ہے۔ یہ غزوہ جمادی الاول ۸ھ میں ہوا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیرؓ کو اپنا مکتوب دیکر شام کی طرف رومی بادشاہ کے پاس بھیجا تھا۔ راستہ میں شرجیل غسانی نے قاصد کو پکڑ کر باندھ دیا اور پھر قتل کرا دیا۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کے قاصد کو قتل نہیں کرایا تھا۔ یہ خبر آپ کے لئے بہت بار خاطر ثابت ہوئی اور آپ نے زید بن حارثہ رضؓ کو ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ اگر وہ کام آجائیں تو حضرت جعفر رضؓ اور پھر عبد اللہ بن رواحہ امیر ہوں، اور تین ہزار کا لشکر دیکر روانہ کیا۔ جب اس لشکر کو مسلمانوں نے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کیا تو عبد اللہ بن رواحہ رو دیئے۔ دریافت کیا گیا تو بتلایا، میں دنیا کی محبت کی وجہ سے یا کسی کی جدائی کی وجہ سے نہیں رو یا ہوں، بلکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت مبارکہ سنی ہے۔

وان منکم الا واردھا کان علی ربك حتماً مقضیاً

تم میں سے ہر ایک دوزخ میں وارد ہوگا اور یہ آپکے رب کا فیصلہ طے شدہ ہے۔

میں نہیں جانتا داخل ہونے کے بعد کس طرح نکلنا ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سلامتی نصیب فرمائے اور تم سے مضرت دور فرمائے اور نیکی کے ساتھ تمھیں واپس کرے

یہ لشکر روانہ ہوا معلوم ہوا کہ "شاہ ہرقل" بلقاء میں مقیم ہے، اور ایک لاکھ رومیوں کا لشکر ساتھ لئے ہوئے ہے۔ اور ان سے قبیلہ "لخم، جزام اور بہرا بھی جا کر مل گئے۔ مسلمانوں نے یہ لشکر "معان" میں پڑاؤ کیا۔ اور دو دن پڑاؤ کیا۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی تعداد کی خبر دینا چاہیئے لیکن حضرت عبد اللہ بن رواحہ

کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

لوگو! تم اس سے ڈرتے ہو جس کے لئے نکلے ہو؟ ہم نے
لوگوں سے جنگ تعداد اور قوت کی بنیاد پر نہیں کی ہے. ہم نے
تو صرف اس دین کے لئے جنگ کی ہے، جس کی وجہ سے
ہم مکرم ہوئے۔ قسم خدا کی دو حال سے خالی نہیں یا تو
کامیابی یا شہادت۔

مسلمانوں نے یہ سنکر کوچ کردیا، اور بلقار کے قریب پہونچ گئے اور مقام "مشاف" پر جاکر دشمن سے سامنا ہوا۔ مسلمان تھکے ہوئے تھے، انھوں نے ایک جھنڈا بناکر حضرت زید بن حارثہ رض کے ہاتھ میں دیا، وہ نہایت بہادری سے کافروں کے درمیان گھس کر لڑے اور شہید ہو گئے تو فوراً ہی جھنڈا حضرت جعفر رض نے لے لیا، اور خوب جنگ کی لیکن کسی کافر نے ان کے گھوڑے کے پیر کاٹ دیے (اور یہ سب سے پہلا واقعہ ہے کہ خدا کی راہ میں کسی مسلمان کے گھوڑے کے پیر کاٹے گئے ہوں)، یہ پیدل ہی خوب لڑے جب ان کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو انھوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا، اور جب یہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو گود میں جھنڈا دبا لیا گیا اور شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔

حضرت جعفر کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رض نے لیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر چاروں طرف جنگ کی (بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تین روز سے کھانا نہیں کھایا تھا، اسی حال میں اُن کے چچا زاد بھائی نے گوشت کا ایک ٹکڑا پیش کیا اور کہا آپ کے اندر طاقت آئے گی۔ انھوں نے دانتوں سے پکڑا ہی تھا کہ حضرت جعفر کی شہادت کی آواز سنی، فوراً اس کو منھ سے تھوک دیا اور خوب جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

ان کے بعد جھنڈا ثابت بن ارقم انصاریؓ نے لیا، اور مسلمانوں سے کہا۔ لوگو! اب امیر بنانے کے لئے مشورہ کرلو۔ سب نے کہا آپ ہیں۔ بہرحال حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کر لیا گیا۔ انھوں نے خوب جنگ کی اور دشمن کو پیچھے ہٹا دیا۔ ابن سعد نے کہا ہے مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی لیکن بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ رومیوں کو شکست ہوئی اور صحیح بات یہ ہے جو ابن اسحٰق نے کہی ہے کہ اپنی اپنی جگہ دونوں فریق ہی اپنی شکست سمجھ رہے تھے۔

جس دن ان حضرات کی شہادت ہوئی اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور آپ نے اپنے صحابہ رضؓ کو بتلا دیا تھا کہ

> میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا میں نے عبداللہ بن رواحہ کو جنت میں اپنے دونوں ساتھیوں کے قریب بیٹھا دیکھا ہے

عبدالرزاق نے روایت کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:۔

> میرے سامنے جعفرؓ، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہؓ پیش کئے گئے ان میں سے ہر ایک موتیوں کے خیمہ میں ہے میں نے زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کے گلے میں ہار دیکھا ہے (اور آپ نے حضرت جعفرؓ کے بارے میں فرمایا) اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے ان کو دو بازو مرحمت فرما دیئے جس سے وہ اُڑتے پھرتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں، ہم نے حضرت جعفرؓ کے سینہ پر اور پیچھے مونڈھوں پر نوے زخم شمار کئے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یعلی بن عینیہ رضؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا۔ اہل موتہ کے متعلق اگر تبلانا چاہتے ہو تو بتلاؤ یا اگر تو کہے

تو میں بتلادوں۔ اور آپ نے مونہہ کے تمام حالات بیان کردیئے یعلیٰ بن عنیہ نے کہا
خدا کی قسم آپ نے حرفاً حرفاً بیان کردیا، اور کچھ بھی نہیں چھوڑا، آپ نے ارشاد فرمایا

میرے سامنے اللہ تعالیٰ نے موتہ کی زمین کو رکھ دیا
تھا، اور میں نے تمہاری جنگ کو دیکھا ہے اور میں نے
اس دن جعفرؓ، زید بن حارثہؓ، عبداللہ بن رواحہؓ
مسعود بن اوس، وہب بن سعدؓ عباد بن قیسؓ الخ
اور دوسرے حضرات کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔

زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں میں عبداللہ بن رواحہ کا اس سفر میں ردیف تھا کہ میں نے ان سے سنا کہ وہ اشعار پڑھ رہے تھے (اشعار کا ترجمہ نہیں کیا گیا)

ترمذی میں مذکور ہے کہ جب فتح مکہ ہوا تو عبداللہ بن رواحہ آپ کے سامنے اشعار پڑھتے جا رہے تھے " فلوابنی الکفار عن سبیلہ " یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ وہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔ البتہ آپ کے سامنے کوئی دوسرا شخص عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھتا جا رہا تھا، اس بارے میں اہل نقل کا اختلاف نہیں ہے

غزوۂ ذات السلاسل

یہ مقام " وادی القریٰ " کے بعد ہے " سین " کے پیش اور زبر دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ سے دس یوم کا راستہ ہے۔ یہ غزوہ جمادی الثانی ۸ھ میں ہوا۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خبر آئی کہ بنی قضاعہ نے ایک لشکر تیار کیا ہے اور مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے عمرو بن العاص کو طلب فرمایا اور ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ یہ جھنڈا سفید تھا، اس کے ساتھ ایک سیاہ چھوٹا جھنڈا تھا۔ ان کے ساتھ تین سو مہاجرین اور انصار تھے اور تیس گھوڑے تھے۔ آپ نے امر فرمایا تھا، جہاں سے لشکر گذرے وہ علاقہ ان کی امداد کرے (اور شریک ہو جائے) یہ حضرات رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے

جب کافروں سے قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس بہت لشکر ہے۔ تو حضرت عمرو رضؓ نے رافع بن مکیث رضؓ کو اطلاع کے لئے بھیجا، آپ نے فوراً ہی حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو دو سو آدمی دیکر بھیجا، اور ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا اور لشکر مہاجرین و انصار کا تیار کیا جس میں حضرت عمر رضؓ، حضرت ابوبکرؓ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عمرو بن العاصؓ کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اور دیکھو! آپس میں اختلاف نہ کرنا، حضرت ابو عبیدہؓ جب پہونچے تو انہوں نے امامت کرنی چاہی عمرو بن العاصؓ نے کہا " آپ بطور امداد آئے ہیں اور میں پہلے سے امیر ہوں! یہ سنکر حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کی اطاعت کی، اور عمرو بن العاصؓ نماز پڑھاتے رہے اور پھر پورے بلاد قضاعہ کو کھونڈ ڈالا، یہاں تک کہ ان کے شہروں کے آخری حصہ پر پہونچ گئے۔ آخر میں ایک جماعت سے مقابلہ ہوا اور وہ تاب نہ لاکر اپنے شہروں میں منتشر ہو گئے۔ اور عوف بن مالک کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بغرض اطلاع حال بطور قاصد روانہ کیا۔

ابن اسحٰق نے مسلمانوں کے لشکر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ان کے لشکر نے " جذام کے چشموں" پر پڑاؤ کیا جن کو سلسل کہا جاتا تھا اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام " ذات السلاسل" ہوا۔ امام احمد نے روایت کیا ہے " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " ذات السلاسل کی طرف " مہاجرین کا ایک لشکر بھیجا جس کے امیر ابو عبیدہ تھے اور عمرو بن العاصؓ کو دیگر عربوں پر مقرر کیا تھا۔ اور دونوں کو امر فرمایا کہ ایک دوسرے کی اطاعت کریں۔ آپ نے امر فرمایا تھا کہ بنی بکر پر جاکر دو غارت گری " کرو، لیکن عمرو بن العاصؓ نے قضاعہ پر حملہ کیا۔ کیونکہ بنی بکر ان کے بھائی ہوتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت ابو عبیدہ رضؓ سے آکر عرض کیا۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر امیر مقرر کیا ہے۔ فرمایا، بیشک! میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں گا، چاہے عمرو بن العاص نہ کریں۔

جنابت کے لئے تیمم | اسی غزوہ کے بارے میں مروی ہے کہ امیر لشکر عمرو بن العاصؓ کو

ایک رات احتلام ہوگیا سردی بہت شدید تھی، انھیں خوف ہوا اور تیمم کرکے نماز پڑھائی۔ صحابہؓ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی؟ عرض کیا حضور! سردی کی شدت کی وجہ سے مجھے جان کا خوف ہوا، اور میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے۔

ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما — اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے۔

یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے اور کچھ نہ فرمایا۔

بعض علماء نے اس قصہ سے استدلال کیا ہے کہ تیمم سے رفع حدث نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ آپ نے عمرو بن عاص کو جنبی قرار دیا تھا۔ حالانکہ وہ تیمم کرچکے تھے۔ اس استدلال کا جواب تین طرح پر دیا گیا ہے

۱۔ حضرات صحابہ رضہ نے جب آپ سے شکایت کی کہ انھوں نے جنابت کی حالت ہی میں ہمیں صبح کی نماز پڑھادی اسی کے مطابق آپ نے سوال کیا لیکن جب انھوں نے جواب دیا کہ میں نے تیمم کرکے نماز پڑھائی ہے تو آپ نے سکوت فرمایا۔

۲۔ عمرو بن العاصؓ کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ انھوں نے غسل کرلیا تھا اور وضوء کرکے نماز پڑھائی تھی اس میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اور یہ روایت تیمم والی روایت سے زیادہ قوی ہے۔

عبدالحق نے اس روایت کو بھی ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے تیمم والی روایت کو بھی ذکر کیا ہے، اور پھر کہا ہے یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ متصل ہے۔ پہلی روایت کی سند میں ابوقیس کا نام نہیں ہے جبکہ دوسری سند میں ہے

۳۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کے فہم و فقہ کی وجہ سے سوال کیا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوگیا تو انکار نہیں فرمایا۔ اس قصہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ

عمرو بن العاص رض نے جان کے خوف اور ہلاکت کی وجہ سے تیمم کیا تھا اور ایسی حالت میں نماز جائز ہے۔ اس طرح پڑھنے والے پر کوئی نکیر نہیں کی جائیگی۔ واللہ اعلم

سریۂ خبط یہ سریہ رجب ۸ھ میں ہوا اس کے امیر حضرت ابوعبیدہ رض تھے حضور صلعم نے تین سو مہاجرین اور انصار کو ساتھ دیکر (جن میں عمر بن خطاب بھی تھے) قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا، یہ جگہ سمندر کے ساحل کے قریب ہے۔ اور مدینہ سے پانچ راتوں کے فاصلہ پر ہے۔ اس سفر میں صحابہ رض پر بھوک کا بہت غلبہ ہوا، اور جتنا سامان کھانے کا تھا سب ختم ہوگیا، اور انھوں نے "خبط" کو کھایا جو کڑوا، اور سخت پتا یا گھاس کا نام ہے) تو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر پھینک دی، اس کو انھوں نے کھایا اور پھر واپس آگئے اور پھر بھوک کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لیکن اس حدیث میں نظر ہے۔ صحیحین میں حدیث موجود ہے۔ جابر رض فرماتے ہیں "ہم تین سو آدمیوں کا لشکر تھا جس کے امیر حضرت ابوعبیدہ رض تھے" قریش کے ایک قافلہ کی گھات میں نکلے تھے اس سفر میں ہمیں بہت بھوک لگی تھی۔ ایک آدمی نے ہم میں سے تین اونٹ ذبح کئے، پھر تین اور ذبح کئے اور پھر تین ذبح کئے اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رض نے ہمیں منع فرمادیا تھا۔ اس وقت سمندر کی طرف سے ایک جانور کنارے پر آکر گرا جس کو "عنبر" کہا جاتا ہے۔ ہم نے اس کو آدھے مہینہ کھایا اور اس کی چربی کو تیل کی طرح استعمال کیا۔ اس سے ہمیں بہت صحت حاصل ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہ رض نے اس کی ایک پسلی کو جب کھڑا کیا تو اس کی لمبائی جب پیمائش کی تو وہ لشکر کے سب سے طویل آدمی کو اونٹ پر بٹھایا، وہ اس کے نیچے سے گذر گیا ہم نے اس کے گوشت کو زادراہ کے طور پر رکھا۔ اور مدینہ منورہ آئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب قصہ بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رزق تھا۔ اور فرمایا اس میں سے کچھ اگر باقی ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا گوشت پیش کیا اور آپ نے تناول فرمایا۔

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ عمرۂ حدیبیہ اور جنگ بندی معاہدہ سے قبل ہوا تھا کیونکہ معاہدہ کے بعد قریش کے قافلہ کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا اور یہ معاملہ فتح مکّہ تک رہا۔ یہ بھی بعید ہے کہ سریہ خبط دو مرتبہ ہوا ہو۔ ایک مرتبہ معاہدہ سے قبل اور ایک مرتبہ معاہدہ کے بعد۔ واللہ اعلم

اس قصہ سے اسقدر اور ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ یہ غزوہ ماہ رجب میں واقع ہوا ہو کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے لیکن یہ وہم ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشھر حرام میں کوئی غزوہ نہیں کیا اور نہ غارت گری کی۔ اور نہ کوئی سریہ بھیجا۔ صرف ایک سریہ" جس میں علا بن حضرمی" کا قصہ پیش آیا ہے اس کی وجہ سے مشرکین نے کہا تھا کہ محمد صلعم نے تو ماہ محرم کو بھی حلال کر لیا اور اسی واقعہ کے بارے میں "یسئلونک عن الشھر الحرام" آیت مبارکہ نازل ہوئی تھی۔ اشہر حرام میں قتال کا حرام ہونا منسوخ بھی نہیں ہوا اور نہ اُمت کا اس بارے میں کوئی اجماع منقول ہے اور بعض حضرات نے حرمت قتال کے بارے میں اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم — جب اشہر حرام ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو۔

لیکن اس سے استدلال غلط ہے کیونکہ یہاں اشہر حرم سے مراد وہ مہینے ہیں، جن میں مشرکین سفر کیا کرتے تھے اور وہ عشرہ حج سے عشرہ ربیع الثانی تک سمجھے جاتے تھے اور اس آیت میں اور بہت سی وجوہات ہیں اور یہ جگہ اس کے لئے مناسب نہیں ہے

۲۔ اس قصہ سے ثابت ہے بھوک کی حالت میں پیڑوں کے پتے کھانا جائز ہے۔

۳۔ امیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اُن جانوروں کے ذبح کرنے سے منع کر دے جو سواری کے ہیں لوگوں پر اس بارے میں امیر کی اطاعت کرنا چاہیئے۔

۴۔ سمندر کے میتہ کا کھانا حلال ہے اور وہ اس آیت کے تحت نہیں آتا و حرمت علیکم المیتۃ الخ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

احل لکم صید البحر وطعامہ — تمہارے لئے سمندر کا شکار حلال ہے

متاعاً لکم — اور اس کا کھانا تمہارے لئے فائدہ کی چیز ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرات صحابہ رضؓ کی جماعت سے ثابت ہے کہ "صید البحر" سے مراد وہ جو شکار کیا جائے اور اس کے طعام سے مراد وہ جانور ہے جو اس میں مر جائے اور سنن میں ابن عمر رضؓ سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔

ہمارے لئے دو میتہ اور دو خون حلال ہیں میتہ
میں مچھلی اور ٹڈی اور خون میں جگر اور طحال ہیں۔

یہ حدیث حسن ہے اور یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ "صحابی کا یہ کہنا" یہ ہمارے لئے حلال ہے یا حرام ہے" اس کا مبنیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال اور حرام کرنے پر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرات صحابہ اس واقعہ میں "مضطر" کے حکم میں داخل تھے" جب اُن سے کہا گیا تو جواب دیا گیا۔

ہم اللہ کے رسول کے بھیجے ہوئے ہیں اور ہم مضطر
ہیں اس لئے کھاؤ!

اس سے واضح ہے کہ اگر وہ مستغنی ہوتے تو ہرگز نہ کھاتے۔ بلاشک وہ مضطر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اطیب قسم کا رزق مہیا کیا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے طلب کر کے کھایا۔ اگر یہ رزقِ مضطر ہوتا تو آپ تناول نہ فرماتے۔ اور بالفرض اگر حضرات صحابہ نے ضرورۃً اس کو کھایا تھا تو پھر اس کی چربی جسم پر کیوں مالش کی کہ اس سے کپڑے بھی ناپاک ہو گئے ہوں گے۔

علاوہ ازیں بہت سے فقہاء نے میتہ کے کھانے کی بہ سدّ رمق اجازت دی ہے۔ پیٹ بھر کھانے کو منع فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ استدلال اس وقت پورا ہوتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ جانور سمندر میں ہی مر گیا تھا۔ جب کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سمندر نے اس کو کنارہ پر زندہ ہی پھینکا ہوگا اور پانی سے جدا ہونے پر وہ مر گیا ہوگا۔ یہی سمندری جانور کی زکوٰۃ اور پاکی ہے (اس جگہ علامہ نے فقیہانہ طرز پر دور تک کلام کیا ہے۔

۵۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اجتہاد سے کام لینا جائز تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ نے آپ کی موجودگی میں چند مواقع پر اجتہاد کیا تھا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتہاد کو صواب قرار دیا تھا اور یہ اجتہاد صرف جزئیات میں تھا۔ شرائع اور کلیات میں کسی نے اجتہاد نہیں کیا تھا۔

فتحِ عظیم مکۂ معظمہ

یہ وہ فتح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دین کو غالب کیا اور اسی فتح سے اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اور تمام دنیا اسلام کے نور سے منور ہو گئی۔

اسباب فتح مکہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کو لیکر روانہ ہوئے۔ اور مدینہ منورہ پر ابو رہم کو خلیفہ مقرر کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر کیا۔

امام اہل السیر ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ اس غزوہ کا سبب یہ تھا، کہ اسلام سے قبل بنی بکر نے بنی خزاعہ پر پانی کے معاملہ میں کچھ زیادتی کی، اور ان کے کچھ آدمی قتل کر دیئے

اور اتفاق سے حضرمی قبیلہ کا ایک آدمی مالک بن عباد تجارت کے لئے بنی خزاعہ میں گیا ہوا تھا، انھوں نے اُس کو قتل کر دیا، اور اس کا مال لوٹ لیا۔ بنو بکر نے پھر بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ بنو خزاعہ نے یہ کیا کہ بنو اسود رجن کی شاخیں سلمیٰ زوبیب، کلثوم تھیں، پر زیادتی کی اور خاص عرفات میں ان کا قتل عام کیا۔ جب صلح حدیبیہ کا وقت آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیدیا تھا کہ جو چاہے مسلمانوں کے شریک ہوجائے اور جو چاہے قریش کے شریک ہوجائے۔ لہذا بنو بکر قریش کے ساتھ ہو گئے اور بنو خزاعہ حضور صلعم کے ساتھ ہو گئے۔ اس صلح کے بعد بنو بکر نے غنیمت جانا کہ اس وقت بنو خزاعہ سے بدلہ لینا چاہئے۔ لہذا نوفل بن معاویہ دیلی بنی بکر کی ایک جماعت لیکر بنو خزاعہ پر چڑھ گیا، اور چند آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ قریش نے بھی ان کی اعانت کی، اور کچھ لوگوں نے چھپ کر بنو بکر اور قریش کا ساتھ دیا۔ ابن سعد نے بتلایا ہے کہ جھوں نے چھپ کر ساتھ دیا اور جنگ کی تھی وہ یہ ہیں "صفوان بن اُمیّہ۔ حویطب بن عبد العزیٰ، مکرز بن حفص، اور بنو خزاعہ پر اسقدر مار پڑی کہ وہ حرم میں آکر داخل ہو گئے۔ بولے "الحرم، الحرم الھک الھک"، نوفل نے کہا تم نے بات تو بہت بڑی کہی ہے لیکن آج کوئی خدا نہیں ہے۔ جب بنو خزاعہ کی یار نہ بسائی تو وہ مکہ میں آکر داخل ہو گئے اور وہاں بدیل بن ورقہ اور رافع کے گھر میں پناہ لی۔ اور عمرو بن سالم خزاعی کسی طرح نکل کر مدینہ منورہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے عمرو بن سالم نے ایک طویل قصیدہ جو تمام حالات پر مشتمل تھا کہا[1]۔ ان کے بعد بدیل بن ورقہ چند خزاعی حضرات کو لیکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ضرورت نہ ہونے کی بنا پر قصیدہ کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریش اور بنو بکر نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا تھا سب سُنا دیا۔
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا ۔ اب ابوسفیان آئیگا تاکہ معاہدہ کو پختہ کرے اور مدت میں اضافہ ہو جائے بدیل بن ورقہ اپنے ساتھیوں کو لیکر مکہ واپس ہو گیا۔ راستہ میں عسفان کے مقام پر ابوسفیان سے ملاقات ہوئی۔ اُس کو قریش نے معاہدہ کی پختگی اور مدت میں اضافہ کے لئے بھیجا تھا۔ وہ اپنی کرتوت سے ڈر رہے تھے۔

ابوسفیان سے جب بدیل کی ملاقات ہوئی تو دریافت کیا ، بدیل ! کہاں سے آتے ہو؟ (اس کا خیال تھا کہ بدیل مدینہ سے آرہا ہے) بدیل نے کہا میں خزاعہ کے ساتھ ساحل کے قریب اس وادی میں گشت کر رہا تھا۔ پھر پوچھا گیا " محمد " صلعم کے پاس گئے تھے اس نے کہا نہیں۔ جب بدیل مکہ کو چلا گیا تو ابوسفیان پڑاؤ پر آیا جہاں بدیل کے اونٹ بیٹھے تھے اور ان کی مینگنیاں دیکھیں تو ان میں مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں چنانچہ فوراً ہی ابوسفیان مدینہ آیا۔ اور سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس پہونچا اور چاہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ جائے تو ام حبیبہ رض نے فوراً ہی بستر لپیٹ دیا تو کہا بیٹی ! معلوم نہیں اس بستر کو مجھ سے کیوں بچایا ہے۔ جواب دیا۔

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے
اور تو مشرک ہے، نجس ہے۔

ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم " مجھ سے جدا ہونے کے بعد تو بہت شریر ہو گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ، اور بات کی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرت ابوبکر رض کے پاس آیا ، انھوں نے فرمایا " میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سفارش نہیں کروں گا ، بلکہ میں تو تمہارے ساتھ جہاد کروں گا ، پھر وہ حضرت علی رض کے پاس آیا ۔ اُس وقت اُن کے پاس فاطمہ رض تھیں ۔ اور حضرت حسن کھیل رہے تھے

کہا میں آپ کے پاس قریش کے لئے رحم کی درخواست لیکر آیا ہوں کہ مجھے نا امید واپس نہ فرمائیے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کر لیا ہے اور کوئی آپ کو اس ارادہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ پھر حضرت فاطمہ رضؓ سے مخاطب ہوا اور کہا آپ اپنے اس صاحبزادہ کو امر فرمادیں کہ یہ مسجد میں جاکر لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر امان دیدیں، یہ آخر زمانہ میں عرب کے سردار ہوں گے، فرمایا میرا یہ بیٹا امن نہیں دے سکتا۔ پھر حضرت علی رضؓ کی طرف مخاطب ہوا، اور کہا ابوالحسن! آج بات بہت دشوار ہوگئی ہے۔ کوئی نصیحت ہی فرمائیے۔ فرمایا میں نہیں جانتا کہ تمہارا چھٹکارا کس طرح ہوگا؟ اے بنی کنانہ کے سردار تو خود ہی مسجد میں جا اور امان کی درخواست کر اور واپس ہو جا۔ بولا کیا یہ طریقہ مفید ہوگا۔ جواب دیا یہ میں نہیں جانتا۔ ابوسفیان اٹھا اور مسجد میں آیا، اور لوگوں کے سامنے درخواست کی اور اونٹ پر سوار ہوکر مکہ واپس آگیا۔ جب قریش کے پاس پہونچا تو تمام حالات بیان کئے اور کہا میں ابوبکر کے پاس پہونچا، ان میں جذبۂ خیر نہ پایا۔ پھر عمر کے پاس پہونچا، وہ تو عداوت قدیم کی وجہ سے بہت سخت ہیں، پھر علی کے پاس گیا وہ بہت نرم طبیعت ہیں اور انہوں نے جو مشورہ دیا اس کے مطابق میں نے کیا، میں نہیں جانتا کہ اب اس سے کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں۔

مکہ معظمہ کو روانگی

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو جہاد کی تیاری کے لئے حکم فرمادیا تھا۔ اور اپنے گھر میں بھی امر فرمادیا تھا کہ سامان سفر کریں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے جب حضرت عائشہ رضؓ کو سامان سفر کی تیاری کرتے پایا، دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا ہے۔ بولیں ہاں، پھر دریافت کیا، کس طرف کا ارادہ ہے۔ جواب دیا یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ پھر لوگوں کو آپ نے بتلا دیا کہ مکہ معظمہ کے سفر کا ارادہ ہے۔

حاطب بن بلتعہ کا واقعہ

یہ سُن کر لوگوں نے سفر کی تیاری شروع کردی۔ حاطب بن بلتعہ نے فوراً ہی ایک پرچہ قریش کی طرف لکھا جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور روانگی کا حال تھا، اور ایک عورت کو اُجرت پر لیکر روانہ کیا، اور اس عورت نے اپنے سر کے بالوں کی میڑیوں میں اس کو چھپالیا، اور چلدی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی خبر مل گئی، تو آپ نے حضرت علیؓ اور زبیرؓ کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں" حضرت علیؓ اور مقدادؓ کو بھیجا تھا اور ارشاد فرمایا:۔

تم دونوں جاؤ اور جب روضۂ خاخ پر پہونچو! تو
وہاں ایک عورت جاتی ہوئی ملے گی اس کے پاس
پرچہ ہے۔

ان دونوں حضرات نے مکان معینہ پراس عورت کو جا کر پکڑ لیا، اور اس کو اونٹ سے اوتار لیا اور کہا تیرے پاس " خط " ہے۔ اُس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ تلاشی لی گئی تو کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں بولا ہے۔ یا تو پرچہ نکال دے ورنہ ہم تجھے ننگا کردیں گے۔ جب عورت نے دیکھا نہیں مانتے، تو کہا، اچھا مُنہ پھیرلو۔ اور اس نے میڑیوں میں سے خط نکال کردیا۔ یہ دونوں اس خط اور عورت کو لیکر مدینہ منورہ آئے۔ اس مکتوب میں حاطب بن بلتعہ کی طرف سے قریش کو خبر دی گئی تھی۔

آپ نے حاطب بن بلتعہ کو فرمایا، یہ کیا؟ عرض کیا، حضور! جلدی نہ فرمائیں، میں تبلاتا ہوں۔ قسم خدا کی میں مومن ہوں۔ اور میں مرتد بھی نہیں ہوا ہوں حقیقت یہ ہے کہ میرا قریش سے اسقدر تعلق ہے کہ میرے بیوی، بچے اور گھر کے افراد ان کے

درمیان رہتے ہیں اور وہاں ان کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ اور آپ کے جو قرابتدار وہاں ہیں تو ان کے رشتہ دار بھی موجود ہیں میں نے چاہا کہ اس احسان کے ذریعہ اپنے بال بچوں کی حفاظت کروں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، حضور! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں، اس نے خیانت کی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! یہ بدر میں شریک رہا ہے اور اللہ اہل بدر سے خوب واقف ہے اور ان کے لئے فرمادیا ہے

اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم ۔ جو چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے

یہ سُن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس کے بعد سب نے سفر شروع کر دیا۔ آپ بھی روزے سے تھے اور حضرات صحابہ بھی روزے سے تھے جب مقام "کدید" جس کو قدید بھی کہتے ہیں پہونچے تو سب نے روزہ افطار کیا۔ اور یہاں سے چل کر ظہران پہونچے اور آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل قریش سے خبر کو پوشیدہ رکھا وہ لوگ منتظر تھے۔ ایک دن ابوسفیان اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ تلاش میں نکلے اور حضرت عباسؓ ان سے پہلے مع اہل و عیال کے مسلمان ہو کر نکل چکے تھے۔ اور جحفہ یا اس کے آگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملاقات کی۔ ان میں ابوسفیان بن حارث، عبداللہ بن اُمیّہ، انھوں نے "ابوا" میں جا کر ملاقات کی۔ آپ نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ کیونکہ انھوں نے بہت برائیاں کی تھیں اور بہت ستایا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا، حضورؐ! یہ آپ کے چچا اور پھوپی کی اولاد ہیں۔ ان کو اور زیادہ بدبخت نہ بنائیے۔ حضرت علیؓ نے ابوسفیان کو مشورہ دیا تم حضورؐ کے سامنے جا کر وہی بات کہو جو حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہی تھی۔

تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا و ان کنا لخاطئین ۔ قسم خدا کی اللہ نے آپ کو ہم پر فوقیت دی ہے اور ہم خطاوار ہیں۔

ابوسفیان نے یہی کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفراللہ لکم وھوارحم الراحمین — آج تمہاری بربادی نہیں ہے۔ اللہ تمھیں معاف کرے وہ بڑاہی رحم کرنے والا ہے۔

اس وقت ابوسفیان نے آپ کی شان میں چنداشعار پڑھے۔ آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تو نے پوری طرح مجھے جھڑکا ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان رضؓ بہت اچھے مسلمان ہو گئے اور جب تک زندہ رہے آپ کے سامنے سر نہیں اُٹھایا اور آپؐ بھی اس سے محبت کرتے تھے اور ان کے لئے جنت کی بشارت دی تھی اور فرمایا اُمید کرتا ہوں کہ تم "حمزہ" کے جانشین ثابت ہو گے جب ان کی وفات کا وقت آیا تو لوگوں کو رونے سے منع فرمایا، اور کہا "جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

مکہ میں فاتحانہ داخلہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہران میں اُترے، تو رات کو آپ نے آگ روشن کرنے کا امر فرمایا تو دس ہزار جگہ آگ روشن ہو گئی (لشکریوں کی تعداد کے مطابق)، آپ نے عمر بن خطابؓ کو پہرہ پر مقرر کیا حضرت عباس رضؓ آپ کے سفید بغلہ پر سوار ہو کر نکلے کہ شاید کوئی آدمی ایسا مل جائے، جس کے ذریعہ قریش کو خبر دی جاسکے تاکہ وہ آئیں اور امن حاصل کرلیں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں چلتا رہا کہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ باتیں کرتے ہوئے ملے وہ کہہ رہے تھے

قسم خدا کی ہم نے آج کے مانند نہ لشکر دیکھا اور نہ اس قدر روشنی دیکھی۔

بدیل نے کہا یہ بنوخزاعہ معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا وہ تو بہت کم ہیں اور بہت کمزور ہیں وہ نہیں ہو سکتے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی "ابوحنظلہ! اس نے مجھے شناخت کرکے کہا، ابوالفضل! میں نے کہا ہاں۔ بولا کیا حال ہے؟

جواب دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لشکر ہے۔ اور صبح ہوتے ہی قریش کی خیریت نہیں ہے۔ بولا کیا کرنا چاہیئے۔ جواب دیا اگر تجھے دیکھ لیا تو، تو فوراً قتل کر دیا جائیگا تو میری سواری کے پیچھے بیٹھ جا، اور حضورؐ سے جا کر امان طلب کرلے! چنانچہ وہ سوار ہوگیا اور اس کے ساتھی واپس ہوگئے۔ جب بھی میں کسی روشنی کے پاس سے گذرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغلہ دیکھ کر کہتے یہ کون ہے، جواب ملتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا یہاں تک کہ جب ہم حضرت عمرؓ کی آگ کے پاس سے گذرے تو وہ ابوسفیان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور بولے۔

دشمن خدا، کہاں جاتا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس
نے آج تجھ پر مجھے غلبہ دیا۔

اور یہ کہہ کر بہت جلدی سے آگے بڑھے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں، میں ایڑ لگا کر ان سے پہلے پہنچ گیا، اور وہ میرے بعد میں داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کو میرے حوالہ کرد، میں اس کو قتل کروں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا، حضورؐ! میں نے اس کو پناہ دی ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سر پکڑ کر بیٹھ گیا جب حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کے بارے میں بہت کچھ کہا تو میں نے کہا عمر! اگر کوئی آدمی بنی عدی بن کعب میں سے ہوتا تو آپ یہ نہ کہتے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا، ٹھہریئے۔ اے عباس! آپ کا مسلمان ہونا میرے نزدیک اپنے والد خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ آپ کا مسلمان ہونا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ سب کچھ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ عباس! اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور صبح حاضر کرو۔ جب صبح کو حاضر کیا، تو آپ نے ابوسفیان سے فرمایا۔ اب بھی کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں خدا کا رسول ہوں حضرت عباسؓ نے

ابوسفیان سے کہا، میاں کہہ کیوں نہیں دیتے! اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ" چنانچہ ابوسفیانؓ مسلمان ہوگیا۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا، حضور! ابوسفیان صاحب عزت آدمی ہے اس کا کچھ اعزاز فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا، اور فرمایا:۔

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون، جو گھر کا
دروازہ بند کرلے وہ مامون، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے
وہ مامون۔

اور آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ ابوسفیان کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس وادی سے لشکر اسلام گزریگا۔ تاکہ وہ لشکر کے گذرنے کو دیکھے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا، جب کوئی قبیلہ گزرتا، وہ دریافت کرتا عباسؓ! یہ کون ہ؟ میں نے کہا بنی سلیم پھر ایک قبیلہ گذرا، پوچھا یہ کون میں نے کہا مزینہ غرضکہ تمام قبائل گذر گئے اور انصار کے . . . . . . سب لوگ لوہے میں غرق تھے صرف لوہا ہی دکھائی دیتا تھا۔ دریافت کیا، یہ کون؟ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے ساتھ ہیں پھر بولا ان لوگوں سے مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اے عباس آج تو آپ کے بھتیجے کی عجیب شان ہے۔ میں نے کہا یہ نبوۃ کی شان ہے۔ بولا ہاں۔

اس دن انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جب ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو بولے "آج تو جنگ کا دن ہے آج حرمت حلال ہوگئی ہے۔ اللہ نے قریش کو ذلیل کیا ابوسفیان جب رسول اللہ صلعم کے مقابل ہوا تو کہا حضور! آپ نے سُنا جو کچھ کہا جا رہا ہے۔ فرمایا کیا؟ عرض کیا یہ کہا جاتا ہے۔ اور حضرت عثمان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا حضور! آج ہم کسی کو امن نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا:۔

نہیں! آج کے دن اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عظمت دی ہے

اور قریش کو معزز کیا ہے۔

اور آپ نے فوراً ہی حضرت سعد کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے جھنڈا واپس لے لیا۔ اور اس کے بیٹے قیس کے سپرد کردیا۔ غرضکہ جھنڈا سعد اور انصار کے گھر ہی میں رہا۔ ابوعمرو کہتے ہیں ان سے جھنڈا لیکر زبیر کے سپرد کردیا گیا۔ اور ابوسفیان آگے چلا گیا اور نہایت بلند آواز سے پکارا۔

اے قریش! یہ محمد صلعم ہیں۔ ان کے مقابلہ کی تم میں
تاب نہیں ہے۔ لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل
ہو جائے اُسے امن ہے۔

ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے جب یہ سُنا تو ابوسفیان کی ڈاڑھی پکڑلی اور بولی، ارے کوئی ہے کہ اس پاگل کو قتل کردے۔ ابوسفیان نے کہا تو جانتی نہیں ہے، آج جو حال ہے خیریت اسی میں ہے۔

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن
ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اُسے امن ہے

قریش بولے " خدا تیرا بُرا کرے یہاں بھی تو نے اپنے ہی گھر کو نامزد کیا ہے کہا

جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے اور دروازہ بند کرے
اُسے امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے
اُسے امن ہے۔

یہ سنکر سب لوگ متفرق ہو گئے اور اپنے گھروں اور مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔

حضور صلعم مکہ معظمہ میں، اس کی بلندی کی طرف سے داخل ہوئے اور آپ کے لئے خیمہ گاڑ دیا گیا۔ اور آپ نے خالد بن ولید کو امر فرمایا۔ وہ مکہ میں اس کے نیچے کی طرف سے داخل ہوں۔ اور ان کے ساتھ قبیلہ اسلم، سلیم بنی غفار، مزنیہ، جہینہ اور دیگر

قبائل عرب کو کیا حضرت ابوعبیدہ ایک وادی سے ایسی جماعت کو لیکر داخل ہوئے کہ جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ آپ نے حضرت خالدبن ولیدؓ سے فرما دیا تھا، اگر تمہارے ساتھ کوئی تعرض کرے تو ان کو قتل کردو، اور صفا پر پہونچ جاؤ۔ چنانچہ چند غنڈے قسم کے نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں آئے اور مقام خندمہ" پر مزاحمت کی۔

حماس بن قیس بن خالد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہونے سے پیشتر کچھ ہتھیار جمع کر رکھے تھے۔ اس کی بیوی نے کہا "تو تو یہ کہا کرتا تھا کہ یہ ہتھیار میں نے "محمد" صلعم اور ان کے صحابہؓ کے قتل کرنے کے لئے جمع کئے ہیں؟ تجھ سے کچھ نہ ہوسکے گا؟ اس نے کہا قسم خدا کی' دیکھ! ابھی ان میں سے کسی نہ کسی کو گرفتار کرکے تیری خدمت کے لئے لاتا ہوں۔ اور رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا نکلا، اور کافروں کی اس جماعت نے مسلمانوں کا تھوڑا سا مقابلہ کیا، مسلمانوں میں سے حضرت کرز بن جابرؓ اور خنیس بن خالدؓ شہید ہوگئے۔ یہ حضرت خالدبن ولید کے لشکر میں تھے اور ان دونوں نے ایک دوسرا راستہ اختیار کرلیا تھا۔ اور کافروں میں سے بارہ آدمی قتل ہوگئے اور باقی آدمی شکست کھاکر بھاگ گئے اور حماس بھی بھاگ گیا اور گھر میں جا داخل ہوا، اور بیوی سے بولا دروازہ بند کرلے! بیوی نے کہا تو یہ، یہ کہہ کر گیا تھا؟

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس طرح داخل ہوئے کہ ایک جماعت کے ساتھ حضرت زبیرؓ کو اور ایک جماعت کے ساتھ حضرت خالدؓ کو کیا۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ایک جماعت پر مقرر کیا اور یہ وادی سے داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو لیکر بڑھے۔ اور قریش کے اوباش لوگ سامنے آگئے یعنی ان سے مقابلہ ہوگیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی۔ ابوہریرہؓ بادہ حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا قریش کے اوباشوں کو دیکھتے ہو؟ ان کو اس طرح پیس دو (آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر فرمایا) اور ہم سے صفا پر آکر ملاقات

کرو! چنانچہ حضرات انصار وہاں سے پیدل روانہ ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا جھنڈا مقام حجون پر گاڑ دیا گیا۔ جہاں آج مسجد فتح ہے۔ اس کے بعد مہاجرین اور انصار کو ساتھ لیکر آپ روانہ ہوئے اور مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اور جب آپ حجر اسود کے قریب پہونچے تو اس کو بوسہ دیا۔ اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور آپ کے ہاتھ میں کمان تھی اور اس وقت بیت اللہ کے گرد ۳۶ بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ہر ایک بت کے نوک مارتے اور فرماتے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا — حق آیا اور باطل ختم ہوا، اور باطل تو ختم ہونے والا ہے۔

اور بت چہرے کے بل گر پڑتے، اس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور احرام باندھے ہوئے نہیں تھے اور اس وقت آپ نے صرف طواف ہی کیا۔ اس کو پورا کرنے کے بعد عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔۔۔ ... ... اور اس سے بیت اللہ کی چابیاں طلب فرمائیں اور بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں آپ نے بہت سی تمثال دیکھیں حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کی تمثال دیکھی کہ تیر اُن کے ہاتھ میں ہیں اور وہ بانٹ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا "قسم خدا کی انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا" وہاں آپ نے لکڑی کے کبوتر بھی دیکھے۔ آپ نے اُن کو اٹھا کر توڑ دیا اور امر فرمایا تمام صورتوں کو مٹا دیا جائے اور پھر وہ دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہؓ، بلالؓ تھے۔ اور آپ نے بیت اللہ کی اس دیوار کی طرف منہ کر کے جو دروازے کے سامنے ہے کھڑے ہوئے اور آپ کے اور دیوار کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا۔ نماز پڑھی اور پھر بیت اللہ میں چاروں طرف گشت لگایا اور اللہ کی توحید بیان کی اور پھر دروازہ کھول دیا۔ قریش صحن مسجد میں صفیں بنائے کھڑے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ دیکھئے کیا حکم ملتا ہے۔ آپ نے بیت اللہ کی چوکھٹ

کو پکڑ کر کہا :-

خطبہ فتح مکہ | لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہٗ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

اور اس کے بعد ایک خطبۂ بلیغ ارشاد فرمایا :-

جاہلیت کی رسومات، عادات، مال، خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں خبردار رہو قتل خطا جو کوڑے یا لاٹھی سے ہوا ہو، یا شبہ ہو، اس میں دیت مغلظ ہے۔ سو اونٹ ۔

اے قریش ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا غرور جاہلیت ختم کر دیا اور آباء کے ذریعہ فخر بھی ختم کر دیا، دیکھو! سب انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور یہ آیت مبارکہ پڑھی ۔

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ان اللہ لطیف خبیر۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ قریش کیا چاہتے ہو؟ سب بولے آپ کریم ہیں۔ اخ کریم ہیں ابن اخ کریم ہیں۔ آپ نے فرمایا آج میں تمہارے بارے میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے لئے کہا تھا :-

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا	آج تمہارے اوپر تباہی نہیں ہے۔ جاؤ
فانتم الطلقاء	تم سب آزاد ہو ۔

اس کے بعد آپ مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ اور حضرت علیؓ آپ کے پاس کھڑے ہوئے تھے

عرض کیا، سقایہ اور دربانی کے بارے میں ارشاد فرما دیجئے۔ آپ نے عثمان بن طلحہ رض کو طلب فرمایا، اور چابیاں ان کو مرحمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا، یہ چابیاں آج اور ہمیشہ کے لئے تمہارے سئے ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔

> ہم زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ کو پیر اور جمعرات کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ داخل ہوئے اور داخل ہونا چاہا میں نے شدت اختیار کی۔ اور آپ کو میں نے حلیم پایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا عثمان! ایک دن یہ چابیاں میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور میں جس کو چاہوں گا دوں گا۔ عثمان نے کہا کیا اس دن قریش ہلاک ہو گئے ہوں گے فرمایا نہیں اور یہ بات میرے دل میں رہی۔ جب فتح مکہ ہوا تو آپ نے چابیاں طلب فرمائیں اور مجھ سے چابیاں لیکر پھر مجھے ہی دیدیں اور اس کے بعد ارشاد فرمایا، لو! یہ ہمیشہ کے لئے اور اب تم سے کوئی ظالم ہی لے سکیگا۔ اے عثمان! اللہ نے تمھیں بیت اللہ کا امین بنایا ہے۔ اس میں سے دستور کے مطابق کھاؤ اور جب میں جانے لگا تو آواز دیکر پھر فرمایا۔ کیا وہ بات یاد ہے جو میں نے تجھ سے ہجرت کے قبل کہی تھی۔ میں نے کہا بیشک اشھد انک رسول اللہ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں۔ اس دن حضرت عباس رض نے مفتاح کعبہ لینے کے لئے بہت طویل بات شروع کردی تھی مگر آپ نے عثمان بن طلحہ رض ہی کو مرحمت فرمادی اور

بلالؓ کو امر فرمایا کہ بیت اللہ پر چڑھ کر اذان دو۔ اُس وقت ابوسفیان بن حارث، عتاب بن اسید، حارث بن ہشام اور دیگر اشراف قریش صحن کعبہ میں بیٹھے تھے۔ عتاب نے کہا:۔

اللہ تعالیٰ نے اسید کو بھی عزت بخشی جس کو اُس پر غصہ
آتا تھا کہ وہ کلمات نہ سنے گا۔ اللہ نے اُس کو سنا دیا۔

حارث نے کہا اگر مجھے پہلے معلوم ہوجاتا کہ یہ حق ہے تو میں ضرور اتباع کرتا۔ ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہوں گا تو یہ سنگریزے گواہی دیں گے۔ اتنے ہی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اور فرمایا جو کچھ تم کہہ رہے تھے، مجھے معلوم ہے اور پھر سب سنا دیا۔ تب حارث اور عتاب نے کہا "و نشھد انک رسول اللّٰہ" اس کی تو کسی کو بھی خبر نہیں تھی۔

ام ہانی کے یہاں

یہاں سے فارغ ہوکر آپ اُم ہانیؓ کے یہاں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے غسل کیا۔ اور آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی اور یہ چاشت کا وقت تھا، اس سے علماء کو صلوٰۃ ضحیٰ کا خیال ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ صلوٰۃ فتح تھی جس کا اسلام نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی قلعہ یا شہر فتح کیا جائے تو بعد فتح کے یہ نماز پڑھنا چاہئے تاکہ اتباع رسول ہوجائے۔

اس قصّہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز بطور شکرانہ تھی۔ ام ہانیؓ کہتی ہیں یہ نماز آپ نے نہ فتح مکہ سے پہلے پڑھی اور نہ بعد میں۔ اور ام ہانیؓ نے اپنے دو رشتہ داروں کے لئے امن طلب کی، آپ نے فرمایا جس کو اُم ہانی امن دیں اُس کو ہماری طرف سے امن ہے۔

بعض اہم واقعات

فتح مکہ کے بعد آپ نے امن عام کا اعلان کردیا تھا صرف نو آدمیوں کو مستثنیٰ کیا تھا۔ امر فرمایا کہ اگر وہ بیت اللہ کے پردے میں بھی چھپے ہوں تو ان کو قتل کردیا جائے۔ وہ نو آدمی یہ ہیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی

سرح، عکرمہ بن ابی جہل، عبدالعزی بن خطل۔ حارث بن نفیل وہب بن مقیس بن صبابہ ہبار بن اسود۔ ابن خطل کی دو حبشی باندیاں یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار گایا کرتی تھیں۔ سارہ بنی عبدالمطلب کی باندی۔

عبداللہ بن ابی سرح کے لئے تو حضرت عثمان نے امن مانگ لی تھی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے، اور آپ نے اس کو امن دیدیا تھا۔ ہجرت سے قبل ہی یہ مسلمان ہو گئے تھے اور مدینہ پہونچ گئے تھے۔ لیکن وہاں سے بھاگ آئے تھے اور مرتد ہو گئے تھے۔ عکرمہ بن ابوجہل کے لئے اس کی عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن مانگ لیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ روپوش ہو گئے تھے۔ جب آپ نے امن دیدیا تو مسلمان ہو گئے اور پھر اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ ابن خطل اور حارث اور مقیس ابن خطل کی دونوں باندیوں کو قتل کر دیا گیا۔ مقیس تو پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ اور پھر مرتد ہو گیا، اور مشرکین سے مل گیا تھا۔ ہبار بن اسود۔ یہ وہ شخص ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ سے بوقت ہجرت تعرض کیا تھا جس کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا اور بچہ مر گیا تھا، یہ بھی فتح مکہ کے وقت بھاگ گیا تھا۔ لیکن بعد میں مسلمان ہو کر حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو امن دیدیا اور یہ بھی اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور سارہ اور دو باندیوں میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ نے ان دونوں کو امن دیدیا تھا۔

دوسرا خطبہ فتح مکہ کے اگلے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے حرم مکہ، از پیدائش خلق تا قیامت حرام
گیا ہے۔ کسی مسلمان کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان
رکھتا ہے حلال نہیں ہے کہ وہ یہاں خونریزی کرے یا

یا یہاں کی گھاس وغیرہ چیزوں کو کاٹے اور اگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کے لئے کہو تو اللہ تعالیٰ
نے ان کو اجازت دی تھی تم کو نہیں دی ہے اور میرے
لئے بھی دن میں ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا پھر
اس کی حرمت بدستور قائم ہوگئی۔ تم میں جو موجود ہوں
وہ غائب کو پہونچا دیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا۔ جو کہ آپ کی پیدائش گاہ اور وطن ہے تو انصار نے آپس میں کہا۔ دیکھئے! حضور اس کو تقسیم کرتے ہیں یا نہیں؟ اس وقت آپ صفا پر ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہے تھے۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا۔ تم یہ کہہ رہے تھے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

میرا جینا تمہارے ساتھ ہے اور میری وفات بھی
تمہارے ہی درمیان ہے۔

فضالہ بن عمیر بن ملوح کے دل میں خیال ہوا کہ جس وقت آپ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوں آپ کو قتل کر دیا جائے۔ آپ اس خطرے پر آگاہ ہوگئے اور فرمایا فضالہ کیا ہے؟ عرض کیا کچھ نہیں۔ یہ سنکر آپ مسکرا دیئے۔ فضالہ کہتے ہیں اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اس وقت تک رکھ چھوڑا۔ جب تک آپ میرے دل میں تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوگئے اور میں گھر واپس آیا اور تمام واقعہ اپنی عورت سے آکر بیان کیا۔

فتح مکہ کے دن، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، دونوں بھاگ گئے تھے صفوان کے لئے عمیر بن وہب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عمامہ مرحمت فرمایا تھا جو فتح مکہ کے دن باندھے ہوئے تھے صفوان کے۔ لئے عمیر بن وہب نے امن حاصل

کرلیا تھا۔ ... ... صفوان بن اُمیہ کشتی پر سوار ہو کر بھاگنا چاہتا تھا کہ عمیر نے اس کو جا پکڑا۔ اس نے کہا مجھے دو مہینہ کی مہلت درکار ہے۔ عمیر رض نے کہا دو کی نہیں چار کی۔

عکرمہ بن ابوجہل کے گھر میں ام حکیم بنت حارث تھی وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ اس نے امن لے لیا تھا۔ عکرمہ بھاگ کر یمن پہونچ گیا تھا۔ وہاں سے اُس کو بلایا گیا۔ عکرمہ اور صفوان دونوں کو ان کے سابقہ نکاحوں پر باقی رکھا گیا اور تجدید نہیں کی گئی[1]

تجدید حرم آپ نے حضرت ابواسیدؓ خزاعی کو بھیجا کہ وہ حرم کے بتوں کو گرائیں اور چند جماعتوں کو ان بتوں کے گرانے کے لئے بھیجا جو کعبہ کے گرد رکھے ہوئے تھے، تمام بتوں کو گرا دیا گیا اور لات، عزیٰ، منات سب کو نیست و نابود کر دیا اور مکہ میں اعلان کر دیا گیا۔

جو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اُس کو
چاہیئے کہ بتوں کو برباد کر دے

آپ نے ۲۵ رمضان المبارک کو خالد بن ولید کو عزیٰ کے گرانے کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ تیس سوار روانہ کئے انھوں نے پہونچ کر اُس کو گرا دیا اور پھر رسول اللہ صلعم کے پاس واپس آئے دریافت کیا تم نے کچھ دیکھا عرض کیا نہیں فرمایا ابھی تم نے نہیں گرایا، پھر جاؤ! وہ غصہ کی حالت میں تلوار سونتے ہوئے نکلے تو ایک ننگی سیاہ عورت سر کے بال بکھیرے ہوئے آئی۔ حضرت خالد نے اُس کو قتل کر دیا۔ پھر واپس آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

---

[1] مسئلہ یہ ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے اور اگر زوجین کافر ہوں۔ اور پہلے ایک مسلمان ہو پھر دوسرا مسلمان ہو جائے تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

"عزیٰ"، یہ تھا اور اب تمہارے شہروں میں اُس کی پوجا نہ ہوگی۔ اور "عزیٰ" وادی نخلہ میں تھا۔ قریش اور بنی کنانہ اس کو بہت بڑا مانتے تھے۔ اور اس کے پجاری اور مجاور بنی شیبان تھے۔"

عمرو بن عاص رضؓ کو آپ نے "سواع" کی طرف بھیجا۔ یہ بنی ہزیل کا بت تھا۔ حضرت عمرو رضؓ کہتے ہیں کہ جب میں وہاں پہونچا تو اس کے پاس مجاور بیٹھے ہوئے تھے۔ بولے کیا ارادہ ہے میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گرانے کو بھیجا ہے اس نے کہا تم نہیں گرا سکتے۔ میں نے کہا کیوں؟ بولا یہ خود روک دیگا۔ میں نے کہا، افسوس ہے تجھ پر، اور یہ کہہ کر میں نے اس کو نیست و نابود کر دیا۔ اور بت خانہ کو بھی ڈھا دیا۔ میں نے کہا، اب کیا خیال ہے، بولا میں ایمان لاتا ہوں۔

آپ نے سعد بن زید کو بنی اشہل کے بت "مناۃ" کی طرف بھیجا اور بیس سوار ساتھ کئے، جب یہ وہاں پہونچے تو مجاوروں نے کہا، کیا ارادہ ہے؟ بولے اس کو گراؤں گا۔ مجاور بولے کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟ یہ سُنکر سعد آگے بڑھے تو ایک ننگی سیاہ عورت بال بکھیرے ہوئے چیختی ہوئی نکلی۔ حضرت سعدؓ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے بعد اس بُت کو برباد کر دیا۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی چیز نہ ملی۔

سریہ خالد بن ولید

جب خالد بن ولید رضؓ عزیٰ کو گرا کر آ گئے تو حضورؐ مکہ میں مقیم تھے۔ آپ نے ان کو بنی خزیمہ کی طرف اسلام کی دعوت کے لئے بھیجا۔ اور مہاجرین و انصار اور بنی سلیمہ میں سے تین سو پچاس حضرات ساتھ گئے جب یہ اس قبیلہ میں پہونچے تو انھوں نے کہا تم کون ہو؟ جواب دیا، ہم مسلمان ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، ہم نے مسجدیں تعمیر کی ہیں وہاں اذان دیتے ہیں۔ بولے یہ ہتھیار کیسے ہیں؟ جواب دیا، ہمارے اور عرب کے درمیان عداوت ہے ہمیں اندیشہ تھا کہ تم بھی ویسے ہی ہو گئے۔ یہ سنکر وہ بولے "صبانا صبانا" اور اسلام قبول نہیں کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا، ان سب کو گرفتار کر لیا جائے، اور ان کے ہاتھوں کو کندھوں پر

باندھ دیا جائے۔ اس طرح ان سب کو لیکر واپس ہوئے۔ راستہ میں حضرت خالد نے فرمایا جس کے پاس جو قیدی ہو اس کو قتل کردے۔ بنو سلیم نے تو اپنے قیدیوں کو قتل کردیا، لیکن مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ جب یہ خبر حضورؐ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا:۔

اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں

حضرت علی رضؓ کو بھیجا کہ جاؤ، ان مقتولوں کی دیت جاکر ادا کرو۔ اور جو مال ان سے لیا ہے وہ بھی جاکر دیدو۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان کچھ سخت کلامی بھی ہوگئی تھی۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

خالد، میرے صحابی کو رہنے دے۔ اگر احد پہاڑ کی برابر
بھی تیرے پاس سونا ہو اور تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ
کردے، تب بھی ان کے اللہ کی راہ میں ایک صبح کو نکلنے
کے برابر ثواب نہیں پا سکتے! [1]

لطائف اور احکام صلح حدیبیہ کی حقیقت فتح مکہ سے قبل، مقدمۃ الفتح کی تھی۔ اس سے امن، عام ہوگیا تھا، وہ مسلمان جو مکہ میں چھپے ہوئے طور پر مسلمان تھے انھوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کردیا، اس کی وجہ سے دین کی دعوت کے لئے آسانیاں پیدا ہوگئیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین قرار دیا ہے، حضرت عمر رضؓ نے دریافت کیا تھا۔ حضور! کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں! اللہ تعالیٰ نے مکرر اس کو فتح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

---

[1] علامہ نے اس جگہ حضرت حسان بن ثابتؓ کا وہ قصیدہ جو حدیبیہ کے موقعہ پر انھوں نے کہا تھا نقل کیا ہے ہم نے اس کا ترجمہ نہیں کیا۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الی قولہ فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحاً قریبا۔ اللہ نے اپنے رسول کی خواب کو سچا کر دیا (الی قولہ) اس کو وہ معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے اس نے اس کے بعد قریب ہی فتح دی۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عظمت و شان ہے کہ جب وہ اہم امور کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو بطور مقدمات ان سے پیشتر کچھ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ہوا ہے کہ بڑھاپے کی حالت میں ان کو لڑکا مرحمت فرمایا۔ اور حکم قبلہ منسوخ کرنے سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کا قصہ بیان فرمایا تا کہ بیت اللہ کی عظمت و شان ظاہر ہو۔ اور حضور صلعم کے مبعوث کرنے سے پہلے ان کو رویاء صادقہ دکھلائیں۔ واقعہ فیل ہوا، اور کاہنوں نے بشارتیں دیں۔ اسی طرح جہاد کے حکم سے پہلے ہجرت کا حکم دیا۔ اور اس میں بہت زیادہ اسرار اور حکم ہیں۔

۲۔ اس میں نقض عہد کے بارے میں بھی ثبوت ملتا ہے۔ اگر کافر عہد توڑ دیں تو کوئی ذمہ باقی نہیں رہتا ہے (اس جگہ علامہ نے نقض عہد کے ان تمام جزئیات کو ذکر کر دیا ہے جن کا ذکر فتح خیبر اور اس سے قبل مستقل عنوان کے تحت آچکا ہے تکرار کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا)

۳۔ کافروں کے قاصد کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل نہیں کیا تھا۔

۴۔ کافروں کے دیار میں جا کر قیام کرنا اور وہاں غارت ڈالنا جائز ہے جبکہ ان کو دعوت دی جا چکی ہے (اور انھوں نے دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔

۵۔ جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حاطب بن بلتعہ کے قتل کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا۔ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مسلمان ہے اس وجہ سے اس کا قتل حلال

نہیں ہے بلکہ ان کو اہل بدر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا کیونکہ ان کے بارے میں بشارت ہے "اعملوا ما شئتم" الآیۃ لہٰذا جن سازشوں کے لئے یہ موانع نہ ہوں ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ اور یہی ایک روایت امام احمد کی ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعیؒ اور ظاہر مذہب امام احمد میں۔ اُس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کا استدلال اسی قصہ سے ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس کا قتل امام کی رائے پر ہے۔

۶۔ عورت کو ننگا کرنا جائز ہے جبکہ ضرورت اور مصلحت عامہ اس کی داعی ہو جیسا کہ حضرت علی رض اور مقداد نے کیا تھا۔

۷۔ اگر مسلمان کو نفاق کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کی تاویل کی جائے اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

۸۔ گناہ کبیرہ بڑے عمل صالحہ سے مٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ حاطب بن بلتعہ کی جاسوسی، شہود بدر کی وجہ سے مغفور مانی گئی تھی۔ (اس جگہ علامہ نے دور تک یہ فلسفہ بیان کیا ہے کہ حسنات مکفر سیات ہوتے ہیں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا)

۹۔ معاہدین جب عہد توڑ دیں تو ان کو باغی قرار دینا جائز ہے اور بغیر اطلاع کے ان پر غارت ڈالنی جائز ہے

۱۰۔ دشمن کے قاصد کے سامنے مسلمانوں کی اظہار شوکت اور قوت جائز ہے۔ جیسا کہ آپ نے مکہ میں داخلہ کے وقت رات کو آگ روشن کردی تھی۔ اور حضرت عباسؓ کو امر فرمایا تھا کہ وہ ابوسفیان کو پہاڑ پر لیکر کھڑے ہو جائیں۔

۱۱۔ مکہ میں بغیر احرام کے داخلہ جائز ہے جبکہ جنگ کے ارادہ سے داخلہ ہو۔ (اور یہ صرف آپ کے زمانہ تک مخصوص تھا) اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جو آدمی حج یا عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہو اس کو احرام باندھ کر ہی داخل ہونا چاہیئے۔ ہاں

اس میں اختلاف ہے کہ جو کوئی حاجت متکررہ کی وجہ سے مثلاً گھاس لکڑی وغیرہ کے لئے داخل ہو اُس کو احرام باندھ کر داخل ہونا چاہئے یا بلا احرام کے؟ اس میں تین قول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بلا احرام کے داخلہ جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب ابن عباسؓ امام احمدؒ امام شافعی کا ہے، دوسرا قول یہ کہ بلا احرام کے داخل ہو سکتا ہے۔ یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر داخل میقات سے ہے تو بلا احرام اور خارج میقات ہو تو احرام باندھ کر داخل ہونا چاہئے یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے

۱۲۔ فتح مکہ کے واقعہ سے ثابت ہے کہ مکہ قوت کے ذریعہ فتح کیا گیا ہے (اس جگہ علّامہ نے ان تمام اختلافات اور دلائل کا اعادہ کیا ہے۔ جو فتح خیبر وغیرہ کے مواقع پر مذکور ہو چکے ہیں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔

۱۳۔ مکہ کی آراضی کی تقسیم اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ وہ دار نسک اور عبادت کی جگہ ہے (اس پر بھی علّامہ نے دور تک بحث کی ہے تکرار کی وجہ سے اس کا بھی ترجمہ نہیں کیا ہے)

۱۴۔ اس قصہ میں مذکور ہے کہ جب حضورؐ نے خطبہ دیا تو ابو شاہ مشہور صحابیؓ نے عرض کیا اس کو میرے لئے لکھ دیا جائے۔ اس سے ثابت ہے کہ کتابت علم جائز ہے اور کتابت حدیث کی جو نہی وارد ہے وہ منسوخ ہے کیونکہ وہ حکم اول اسلام میں تھا۔ تاکہ وحی اور حدیث مخلوط نہ ہو جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ حدیث کی کتابت کیا کرتے تھے اور انہوں نے ایک صحیفہ کیا تھا جس کا نام "صادقہ" تھا۔ اس کو عمرو بن شعیب عن ابیہ سے روایت کیا ہے

۱۵۔ واقعہ فتح مکہ سے ثابت ہے کہ آپ بیت اللہ میں اُس وقت داخل ہوئے جب آپ نے تصاویر کو مٹا دیا تھا اور اس کے بعد نماز پڑھی جس سے ثابت ہے کہ جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۶۔ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اس سے

ثابت ہے کہ سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے اسی وجہ سے خلفاء بنی عباس نے درباریوں اور حکام کا لباس سیاہ مقرر کیا تھا۔ لیکن سیاہ لباس پہننا نہ آپ سے اور نہ آپ کے صحابہؓ سے دواماً ثابت نہیں) ہے بلکہ فتح مکہ کے دن بقیہ لباس سفید تھا اور جھنڈا بھی سفید تھا۔

۱۷۔ غزوہ فتح کے موقعہ پر آپ نے عورتوں سے متعہ کو حرام قرار دیدیا تھا جو پہلے مباح تھا۔ (یہاں علامہ نے پھر اس بحث کا اعادہ کیا ہے جو غزوہ خیبر کے موقعہ پر ذکر کی ہے)

۱۸۔ عورت کا امن طلب کرنا اور کسی کو اپنی جوار میں لینا اور اُس کا جواز ثابت ہے جیسا کہ آپ نے ام ھانی کے جوار کو جائز قرار دیا تھا۔

۱۹۔ مرتد کا قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ عبداللہ بن سعید ابی سرح" کے واقعہ سے ثابت ہے آپنے ان کے قتل کو حضرت عثمانؓ کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ عبداللہ بن سعید کے رضاعی بھائی ہوتے تھے عبداللہ بن سعید کا واقعہ یہ ہے کہ وہ پہلے مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہونچے اور کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ پھر بعد میں وہ مرتد ہو کر مدینہ سے بھاگ آئے اور کافروں کے ساتھ مل گئے۔ جب فتح مکہ ہوا تو حضرت عثمان ان کو لیکر حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کرانا چاہا۔ آپ نے بہت دیر تک سکوت اختیار کیا اور بعد میں حضرت عثمانؓ کی وجہ سے بیعت کر لیا۔ بعد میں آپ نے ارشاد فرمایا" میں بہت دیر تک اس وجہ سے رُکا رہا کہ تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر اس کو قتل کر دے صحابہ رضہ نے عرض کیا، حضور! آپ نے اشارہ کیوں نہیں کر دیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کسی رسول کے لئے نظر کی یہ چوری (اشارہ کرنا) جائز نہیں ہے اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن سعیدؓ کے کفر کی غلظت ثابت ہے۔ لیکن قضاء الٰہی اور مصلحت خداوندی سامنے آئی کہ ان کے ہاتھ پر فتوحات ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا ہے :-

كيف يهدى الله قوما كفروا بعد ايمانهم وشهدوا ان الرسول حق وجاءهم البينات والله لا يهدى القوم الظالمين اولئك جزاءهم ان عليهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعين خالدين فيها لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا فان الله غفور رحيم

اللہ اس کی قوم کو کیسے ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئی اور انھوں نے گواہی دی کہ رسول حق ہے اور ان کے پاس ہدایت بینات آئے۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی ہمیشہ لعنت ہوگی۔ اور ان کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور نہ ان کو مہلت ملے گی مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کرلی اور نیک بن گئے۔ پس اللہ معاف کرنیوالا اور رحیم ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا کہ نبی کے لئے نظر کی خیانت (اشارہ کرنا) حلال نہیں ہے۔

اڑتالیسواں باب

غزوہ اوطاس اور دیگر غزوات وسرایا

غزوۂ اوطاس کا نام غزوۂ حنین بھی ہے۔ یہ مکہ اور طائف کے درمیان دو مقام ہیں۔ اور اس غزوہ کا نام غزوۂ ھوازن بھی ہے کیونکہ قبیلہ ھوازن والے آپ سے جنگ کرنے آئے تھے۔

غزوۂ اوطاس جب ھوازن نے فتح مکہ کا حال سنا تو مالک بن عوف نے ھوازن کو جمع کیا اور ان کے ساتھ بنی ثقیف کو بھی شریک کرلیا اور مضر اور جشم بھی آملے۔ یہ سب قبیلے بنی سعد کی شاخیں ہیں اور بنو ھلال بھی آکر مل گئے، مگر بہت تھوڑے آکر شریک ہوئے اور بنی قیس بن غیلان میں سے کوئی بھی شریک نہ ہوا۔ اور قبیلہ ھوازن میں سے کعب اور کلاب شریک نہیں ہوئے اور قبیلہ بنی جشم میں ایک بوڑھا تھا اس کو جنگ میں بہت تجربہ تھا وہ صرف رائے کے درجہ میں شریک رہا۔ جب پورا لشکر جمع ہوگیا تو مالک بن عوف، عورتوں بچوں اور اموال سمیت روانہ ہوا اور اوطاس میں آکر پڑاؤ کیا۔ وہاں پہونچ کر بوڑھے نے کہا، اس وقت ہم کہاں ہیں۔ جواب دیا، فلاں وادی میں اس نے کہا یہ اونٹوں کی، گھوڑوں، بکریوں اور بچوں کی آوازیں کیسی ہیں؟ جواب دیا مالک بن عوف، یہ سب چیزیں ساتھ لیکر آیا ہے۔ بوڑھا بولا، مالک کہاں ہے؟ جواب دیا، یہ مالک ہے! بوڑھے نے کہا مالک! تو سردار قوم تو ہوگیا ہے لیکن میں یہ آج کیا دیکھ رہا ہوں اور کیا سن رہا ہوں؟ مالک نے کہا یہ سب کچھ اس وجہ سے لایا ہوں تاکہ ہر آدمی کے ساتھ اس کا سب کچھ

ہو اور وہ مسلمانوں سے جی توڑ کر لڑے ۔بوڑھے نے کہا یہ چرواہا ہے تیرے کس کام کے ۔آج تو تلوار، نیزہ ہی کام آسکتا ہے اگر ایسا ہے تو بہتر ورنہ تو مال اور اسباب سمیت ذلیل ہوگا۔بوڑھے نے کہا، اگر کامیابی اور عزت کا معاملہ ہوتا تو وہ غائب نہ ہوتے کاش کہ تم بھی ایسا ہی کرتے جیسا کہ کعب اور کلاب نے کیا ہے، پھر پوچھا اور کون ہے جواب دیا عمرو بن عامر، عوف بن عامر ہیں ۔بوڑھے نے کہا یہ کچھ نہیں ان کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہیں، مالک بن عوف کو درید کی یہ باتیں ناگوار معلوم ہوئیں، اور اس نے اپنے لشکر سے کہا، "جب تم مسلمانوں کو دیکھو! تو اپنی تلواروں کے میانوں کو توڑ دو اور نہایت شدت سے حملہ کرو۔ اور یہ کہہ کر کچھ جاسوس مسلمانوں کی خبر کے لئے روانہ کئے ۔انھوں نے آکر خبر دی کہ ہم نے سفید لوگوں کو ابلق گھوڑوں پر سوار دیکھا ہے ۔اگر انھوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہم میں سے کوئی ٹھرنے کی تاب نہیں لاسکتا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ھوازن کے بارے میں خبریں موصول ہوئیں آپ نے عبد اللہ بن حدرد اسلمی کو بھیجا کہ وہ ھوازن میں جاکر مل جائے اور اُن میں رہ کر معلوم کریں حدرد وہاں گئے اور لشکریوں سے گھل مل گئے اور تمام معلومات حاصل کیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری پوری اطلاع پہونچائی۔

جب آپ ھوازن کی طرف کوچ کرنے والے تھے تو آپ کو خبر ملی کہ صفوان بن امیہ کے پاس جنگی ہتھیار ہیں، صفوان ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔آپ نے اُس کو طلب فرمایا۔اور اس سے فرمایا "صفوان کل کو ہمارا دشمن سے مقابلہ ہے ہمیں اپنے ہتھیار عاریۃً دیدو۔صفوان نے کہا آپ غصب تو نہیں کریں گے۔آپؐ نے فرمایا ہمیں تو عاریۃً درکار ہیں ۔اور اس وقت تک کے لئے ہم ضمانت دیدیتے ہیں چنانچہ صفوان نے "سو زرہ اور بقدر ضرورت ہتھیار دیدیئے ۔

اس انتظام کے بعد آپ روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ دو ہزار اہل مکہ تھے۔ اور دس ہزار آپ کے صحابہؓ تھے جو آپ کے ساتھ مدینہ آئے تھے کل بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ آپ نے مکہ معظمہ پر عتاب بن اسید کو امیر مقرر فرمایا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں :۔

جب ہم وادی حنین میں پہونچے تو صبح کا وقت تھا۔ ہمیں
وہاں سے نیچے کودنا پڑا۔ کافروں نے ہم سے پہلے اس
وادی کے تمام راستوں اور گھاٹیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ انھوں
نے ہمیں دیکھتے ہی ایک جان ہو کر شدت سے حملہ کیا"

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں یہ حملہ اس شدت کا تھا کہ ہمیں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اور لوگوں کے پیر اُکھڑ گئے اور کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کو ہو گئے۔ اور فرمایا، لوگو! کہاں جاتے ہو! میری طرف آؤ۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں آپ کے ساتھ چند مہاجرین اور اہل بیت باقی رہ گئے تھے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور اہل بیت میں سے، حضرت علیؓ، ابوسفیانؓ، حضرت عباسؓ، فضل بن عباس، ربیعہ بن حارثؓ، اسامہ بن زیدؓ، ایمن بن ام ایمنؓ رہ گئے تھے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ھوازن کا ایک آدمی، سرخ اونٹ پر بیٹھے ہوئے اور ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ اور جھنڈا لئے ہوئے ہوازن کے آگے تھا، اور ھوازن اس کے پیچھے تھے جب اس کے سامنے کوئی آیا وہ اس کے نیزہ مارتا اور جب وہ آدمی مرجاتا تو اس میں سے نیزہ نکالتا۔ حضرت علیؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک انصاریؓ بھی آگے بڑھے۔ حضرت علیؓ نے اس کے پیچھے جا کر اس کے اونٹ کے پیر کاٹ دیئے، اونٹ گر پڑا۔ وہ آدمی جلدی سے کود کر کھڑا ہوا تو انصاریؓ نے اس پر تلوار کا وار کیا جس سے ایک پیر کٹ گیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے اور تھوڑی

ہی دیر میں بہت سے قیدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے۔

ابن اسحق کہتے ہیں جب مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے تھے تو اہل مکہ ....

..... نے جوان کے جی میں تھا کہا، ابوسفیان بن حرب نے کہا "آج شکست خوردہ مسلمان سمندر کے ساحل پر ہی جاکر رک پائیں گے" کلدۃ نے کہا مسلمانوں کا جادو آج ختم ہوگیا" اس کے ماں شریک بھائی صفوان نے کہا چپ رہو کہیں رسوا نہ ہوجائے مجھے یہ پسند ہے کہ ھوازن کے بجائے کوئی قریشی مجھے قتل کرے۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے فتح مکہ کے موقعہ پر آپ مکہ میں قوت کے زور سے داخل ہوئے تھے اور ہوازن کی طرف جانے میں شیبہ بن عثمان بھی ساتھ تھا اس نے کہا ہے کہ میرا خیال تھا کہ ہوازن اور مسلمانوں میں جنگ ہوگی تو میں قریش کے ساتھ رہوں گا، چنانچہ جب مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بغلہ سے نیچے اتر آئے اور تلوار سونت لی میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ میں نے موقعہ کو غنیمت جانا اور تلوار نکال کر اپنا ارادہ پورا کرنا چاہا تو آگ کی ایک لپٹ نمودار ہوئی۔ اور میں نے خوف سے آنکھ بند کرلی۔ اور منھ پر ہاتھ رکھ لیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یا شیب! میرے پاس آؤ میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا۔

اللھم اعذہ من الشیطان — اللہ اس کو شیطان سے محفوظ رکھ۔

قسم خدا کی پھر تو آپ میرے نزدیک میرے کان، آنکھ، جان سب چیز سے زیادہ محبوب ہوگئے اور جو کچھ میرے دل میں تھا وہ سب نکل گیا۔ آپ نے فرمایا قریب آ! اور جنگ کر، میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے ہو کر اپنی تلوار سے قتل کرنا شروع کیا۔ قسم خدا کی اس وقت حالت یہ تھی کہ اپنا سب کچھ قربان کرکے بھی میں آپ کی حفاظت کرنا چاہتا تھا، اگر میرا باپ بھی میرے سامنے ہوتا تو میں اس کو بھی قتل کردیتا۔ اتنے ہی میں سب مسلمان لوٹ،

آئے اور آپ کے بغلہ کے قریب ہو گئے۔ اور نہایت شدت سے حملہ کیا پھر تو ہوا آن کے پیر اُکھڑ گئے اور آپ نے بغلہ پر سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ اُن کے ڈیروں میں داخل ہو گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ داخل ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا۔ یا شیبہؓ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ خیریت کا ارادہ کیا تھا اور اس کے بعد وہ سب کچھ بیان فرما دیا جو میرے دل میں تھا۔ میں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انك رسول اللہ ، اور عرض کیا آپ میری مغفرت کے لئے دعا فرمائیے! آپ نے میری مغفرت کے لئے دُعا کی

ابن اسحٰق نے بروایت زہری حضرت عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ میں اُس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغلہ کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں نہایت جسیم اور بلند آواز کا آدمی تھا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جب لوگ بھاگ رہے تھے! ارے لوگو! کہاں جاتے ہو" مگر لوگ مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، عباس! بلند آواز سے کہو۔ یا معشر الانصار یا معاشر اصحاب السمرۃ سب نے کہا لبیک اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پاس آ گئے۔ جب سو آدمی آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے کافروں پر حملہ کر دیا، اور آپ فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب

اور صحیح مسلم میں۔۔۔ ۔۔۔ روایت ہے کہ آپ نے ہاتھ میں کنکریاں اٹھائیں اور کافروں کی طرف پھینک ماریں۔ قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ سب لوگ پشت دیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ بغلہ سے اُترے اور ہاتھ میں کنکریاں اُٹھائیں اور شاھت الوجوہ " کہہ کر پھینک ماریں قسم خدا کی کوئی آدمی بھی ان میں ایسا نہ تھا کہ جس کی آنکھ میں وہ نہ پہونچ گئیں ہوں۔ اور وہ پشت دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابن اسحٰق نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ میں اس وقت ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ پوری وادی سیاہ چیونٹیوں سے بھری ہوئی تھی، اور اسی سے کافروں کی شکست ہوئی اور مجھے یقین ہے کہ وہ فرشتوں کی جماعت تھی۔

کافر اس میدان سے شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے کچھ تو طائف کی طرف آ گئے اور ان کے ساتھ مالک بن عوف تھا۔ کچھ اوطاس کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ نخلہ کی طرف بھاگ نکلے .... آپ نے اوطاس کی طرف کافروں کے پیچھے ابو عامر اشعری کو بھیجا۔ وہاں کافروں سے مقابلہ ہوگیا۔ اور ابو عامر ان کے تیر سے شہید ہو گئے تو جھنڈا ابو موسیٰ اشعریؓ نے تھام لیا۔ اور جنگ کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح دی اور کافر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ابو عامر کا قاتل بھی قتل ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا، تو آپ نے فرمایا "اے اللہ ابو عامر کا درجہ بہت سی مخلوق سے بلند فرما اور حضرت ابو موسیٰؓ کے لئے بھی مغفرت کی دعا کی۔ مالک بن عوف کا یہ حال ہوا کہ وہ بنی ثقیف میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام قیدی اور مال غنیمت لا کر جمع کر دیا گیا تو آپ نے حکم فرمایا، ان سب کو جعرانہ لے جاؤ۔ اس غزوہ کے قیدیوں کی تعداد ۶ ہزار اونٹ ۲۴ ہزار، اور بکریاں تو چالیس ہزار سے بھی زیادہ تھیں، اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ جعرانہ پہونچکر آپ نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ سب سے پہلے مولفۃ قلوب کو دیا ابو سفیان بن حرب کو چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیئے۔ اسی طرح اس کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ کو اسی قدر دیا۔ حکیم بن حزام کو سو اونٹ دیئے اور فرمایا سو اونٹ اور دو، اور نضر بن حارث کو سو اونٹ اور علا بن حارثہ کو پچاس اونٹ دیئے اس کے بعد زید بن حارثہ کو پچاس اونٹ دیئے۔ اس کے بعد زید بن حارثہ کو امر فرمایا بکریاں اور سب لوگوں کو جمع کرو۔ جب سب حاضر ہو گئے تو ہر ایک کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں

دیں۔ اور اگر کوئی گھوڑے سوار تھا تو اس کو دس اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں دیں۔
ابن اسحق کہتے ہیں یہ عطایا دیکھ کر انصار نے آپس میں کہنا شروع کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ اپنی قوم کو دیدیا اور ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا" تو یہ سنکر سعد بن عبادہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقت حال بیان کی۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کو یہاں لاؤ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا:۔

اے انصار! تمہاری طرف سے مجھے یہ بات پہونچی ہے
کیا تم پہلے گمراہ نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ تمہیں
ہدایت دی، تم غریب نہیں تھے میرے ذریعہ تمہیں
خدا نے غنی کیا، تم آپس میں دشمن نہیں تھے کہ میرے
ذریعہ سے اخوت قائم ہوئی۔

انصار نے کہا اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا، اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور میں اس کی تصدیق کروں گا:۔

آپ ہمارے پاس اُس وقت آئے جب دنیا
آپ کی تکذیب کر رہی تھی ہم نے آپ کی تصدیق کی،
آپ بے سہارا تھے ہم نے آپ کی مدد کی اور ٹھکانا دیا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ انصار تمہیں کیا یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ مال اور دولت اور بکریاں لیکر واپس جائیں اور تم خدا کے رسول کو ساتھ لیکر جاؤ۔ اگر ہجرت کا واسطہ نہ ہوتا تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر دنیا مختلف راستے اختیار کرے مگر میں اُس راستے پر چلوں گا جس پر انصار جا رہے ہوں گے۔ اے اللہ انصار پر رحم فرما، اور ان کی اولاد اور اُن کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما۔ یہ سُنکر سب چیخ کر رونے

لگے، اور عرض کیا ہم اللہ کے رسول کی تقسیم پر راضی ہیں، غرضکہ سب لوگ واپس ہو گئے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیما بنت حارث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن آئی اور عرض کیا میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا علامت ہے عرض کیا، ایک دن میں آپ کو گود میں لے رہی تھی۔ آپ نے میری کمر میں کاٹ لیا تھا، اس کا نشان ہے۔ آپ نے اس علامت کو شناخت کر لیا اور اس کے لئے اپنی چادر بچھائی۔ اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اور اختیار دیا چاہے میرے ساتھ چلو اور چاہے اپنی قوم میں چلی جاؤ۔ اس نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا۔ آپ نے اس کو ایک غلام مکحول اور ایک باندی مرحمت فرمایا، اور دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا۔ جن کی نسل برابر چلتی رہی۔ (ابو عمر رضہ نے کہا ہے تین غلام اور تین باندیاں اور بہت سی بکریاں مرحمت فرمائیں تھی۔

وفد ھوازن

ہوازن کے چودہ آدمیوں کا وفد جس کے سردار زہیر بن صرد تھے آپ کی خدمت میں آیا (اس میں آپ کے رضاعی چچا ابو برقان بھی تھے) اور اپنے قیدیوں اور اموال کے بارے میں آکر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا، میرے ساتھ اور حضرات بھی ہیں تم لوگ صبح کی نماز کے بعد آکر کہنا "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کی طرف سے شفیع بناتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے صبح کی نماز کے بعد یہی آکر کہا۔ آپ نے فرمایا" میرے اور بنی عبد المطلب کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے۔ مہاجرین اور انصار نے جب یہ سنا تو کہہ دیا ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کے رسول کا ہے۔ اقرع بن حابس رض نے کہا۔ میں اور بنو تمیم، عیینہ بن حصن نے کہا، میں اور بنو فزارہ، عباس بن مرداس رض نے کہا میں اور بنو سلیم واپس نہیں کریں گے (لیکن اس کے بعد) سب سے پہلے بنو سلیم نے آمادگی ظاہر کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

میں ان کو مانوس کر رہا ہوں اور میں نے ان کو اختیار دیا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ جو صاحب خوشی سے دینا چاہیں بہتر۔ اور جو نہ دینا چاہیں ان کو چاہیئے کہ لوٹا دیں انکو ایک فریضہ کے بدلے چھ فریضے ملیں گے۔

اسرار اور حکم | اس غزوہ سے بہت احکامات اور اسرار مستنبط ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے موقعہ پر وعدہ کیا تھا کہ اللہ کے دین میں لوگ فوجیں کی فوجیں داخل ہوں گے۔ چنانچہ پورا عرب اسلام میں داخل ہوگیا لیکن قبیلہ ہوزان قبول اسلام سے رکا رہا۔ حکمت خداوندی اس میں یہ ہے کہ ان کے اموال کو غنیمت کے طور پر نو مسلمین کو بھی بطور انعام مرحمت فرمایا۔

۲۔ اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ اولاً مسلمانوں کو شکست کا ذائقہ چکھایا باوجود دیکہ مسلمانوں کی کثرت تھی اور ان کو قوت اور عزت حاصل تھی۔ اس میں اشارہ ہے کہ فتح اور نصرت عدد اور قوت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ عجز و انکساری کے ساتھ ہے۔ بعد میں جب مومنین کو محسوس ہوگیا تو ان کی مدد کی گئی اور فتح نے ان کے قدم چومے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے اور سکینہ اپنے رسول اور مومنوں پر اتارے۔

۳۔ چونکہ فتح مکہ میں مسلمانوں کو مال غنیمت حاصل نہ ہو سکا تھا باوجود دیکہ، مکہ کو عنوۃً فتح کیا گیا تھا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ فتح مکہ میں ہمیں کوئی مال غنیمت حاصل نہ ہوا، باوجود دیکہ لشکر اسلام کو اس کی ضرورت تھی۔ لہٰذا حکمت الٰہی کا تقاضہ یہ ہوا کہ اس غزوہ میں کافر اپنا سب مال و اسباب لیکر میدان میں آ گئے۔ اس طرح مکہ کی کمی پوری ہوگئی۔

مسائل اور احکام | امام کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسا جاسوس دشمن کے درمیان بھیجے جو ان میں گھس کر ان کی خبر لائے۔

۲ - امام کے لئے جائز ہے کہ وہ مشرکین سے عاریۃً سامان جنگ حاصل کرے۔

۳ - کامل درجہ کا توکل یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد کے لئے مقرر کیا ہے۔ باوجودیکہ حضرات صحابہؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توکل میں اکمل ترین تھے لیکن انھوں نے حسب ضرورت انواع و اقسام کے ہتھیاروں کو استعمال کیا جب آپ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو سر پر خود اوڑھے ہوئے تھے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمادیا تھا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ — اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا۔

بہت سے لوگ آج کل ایسے ہو گئے ہیں کہ نہ ان کے پاس تحقیق ہے اور نہ علم میں رسوخ ہی حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کے اشکال پیدا کرتے ہیں اور تاویلیں گھڑتے ہیں۔ کبھی یہ لوگ کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرائع کو تعلیماً اختیار کیا تھا۔ کبھی کہتے ہیں قبل نزول آیت یہ حکم تھا۔

مصر میں ایک مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا بعض امیر دل نے سوال کیا تھا کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ کبیر میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ یہودیہ عورت نے مسمومہ بکری جب آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اس کے بعد سے اگر کوئی کھانا آپ کو ہدیۃً پیش کیا جاتا تو آپ اس وقت تک نہ تناول فرماتے جب تک لانے والا نہ کھا لیتا تھا۔ بادشاہ اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا مذکورہ آیت مبارکہ اور اس میں مطابقت کی صورت کیا ہے؟ بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بعض نے کہا یہ فعل قبل نزول آیت تھا، اگر دیکھا جائے تو یہ تاویلیں

---

۵۱ - موجودہ زمانہ میں ہندوستان میں صوفیاء اور مبلغین نے توکل کے جو معنی بیان کئے ہیں، اسلام سے اُن کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

غلط ہیں، کیونکہ عصمت خداوندی اور اسباب حفاظت اختیار کرنے میں تناقض نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کریگا۔ یہ ارشاد امر قتال اور سامان جنگ، رباط، گھوڑے ہتھیار اور توریہ اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے آپ کی عادت شریفہ تھی جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے توریہ کرتے غرضکہ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ بعض جہال نے تو ترک دعا کا امر کر دیا اور کہہ دیا اگر ہمارے مقدر میں ہے تو ضرور حاصل ہو گا ورنہ سوال سے کیا حاصل؟ اور کیوں دعا سے اشتغال رکھا جائے؟ اس کا جواب بہ تکلف یہ دیا ہے کہ دعا عبادت ہے۔ ان غلط لوگوں سے کہا جائے حضرت! پیٹ بھرنا تو مقدر ہے پھر کھانے کی کیوں تکلیف فرمائی جاتی ہے؟ کھاؤ یا نہ کھاؤ خدا پیٹ بھر دے گا۔

۴۔ آپ نے صفوان سے عاریۃً ہتھیار لئے اور ضمان کی شرط لگا دی۔ اور ارشاد فرمایا "عاریۃٌ مضمونۃٌ" اس کا کیا مطلب ہے۔ آیا جزویا متصور ہے یا حقیقۃً عاریت ہیں ضمان ادا کیا جائے گا جیسا کہ مغصوب میں ادا کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا منشا یہ تھا کہ میں ان کو بعینہ ادا کروں گا اور تلف کی صورت میں ضمان دوں گا۔ اس میں فقہار کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں" اس میں لوٹانے کی ضمانت ہے۔ اس میں امام مالکؒ کے نزدیک تفصیل ہے وہ فرماتے ہیں۔ اگر وہ شے ایسی ہے کہ لوگوں کے درمیان سے غائب نہیں ہوتی جیسے جانور، زمین تو تلف سے مضمون نہیں ہوتی یعنی اس کی ضمان نہیں ہے، اور اگر وہ شے غائب ہو جاتی ہے جیسے زیورات، تو تلف سے ضمان آتا ہے۔ امام مالک کے مذہب کی روح یہ ہے کہ عاریت امانت ہے غیر مضمون ہے، اور امام ابوحنیفہ رح کا ارشاد یہ ہے کہ تا وقتیکہ تلف پر گواہ قائم نہ کئے جائیں وہ مضمون نہیں ہوتی اور محض اس کے قول پر اکتفا نہیں کیا جائے گا سیرت نبویہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید میں ہے۔

اول اس کی تین وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ دوسری روایت میں ہے۔ "عاریۃً مؤداۃ"
دوسرے یہ ہے کہ صفوان نے تلف کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔ آپ نے
فرمادیا تھا۔ میں اس کو عاریۃً لے رہا ہوں۔ اگر صفوان کو تلف کا خوف ہوتا تو وہ کہتا
کہ مجھے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے نفس شے کی ضمان کے
بارے میں فرمایا ہے۔ تلف کی ضمان کے بارے میں نہیں فرمایا۔ اور اسی واقعہ میں یہ بھی
مذکور ہے کہ بعض درعیں تلف ہوگئیں تھیں تب آپ نے صفوان سے فرمایا تھا ضمان
لے لو! اس نے جواب دیا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے میں اسلام کو پسند کرتا ہوں اگر ضمان
...... واجب ہوتی تو آپ فرما دیتے یہ تیرا حق ہے۔

۵۔ دشمن کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹنا جائز ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا۔ اس
سے حیوان کو عذاب دینا لازم نہیں آتا ہے جس کی ممانعت ہے۔

۶۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے اپنے معجزات اور آیات کو ظاہر کیا، اور
اعلان فرمایا "انا النبی لاکذب" اور ایک مٹھی خاک لیکر مشرکین کے لشکر کی
جانب پھینک دی۔

۷۔ مال غنیمت کی تقسیم امام کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قدر انتظار کرے کہ کافر مسلمان
ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان کا مال واپس کر دیا جائے۔ ورنہ تقسیم
کر دیا جائے۔

۸۔ مال غنیمت جو آپ نے قریش اور مؤلفۃ قلوب کو دیا تھا؟ امام شافعیؒ فرماتے
ہیں کہ یہ خمس میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صفی کے علاوہ حق
تھا۔ مال غنیمت نہیں تھا، اسی وجہ سے آپ نے اجازت کی ضرورت نہ سمجھی۔
امام احمد فرماتے ہیں یہ نفل تھا جس کو آپ نے قبائل کے سرداروں اور مختلف خاندانوں
کو تالیف قلب کے لئے دیا تھا۔ اور نفل کے بارے میں آپ کو اختیار تھا جسے چاہیں

تصرف کریں (ملخص)

۹ - آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس کا جی نہ چاہے اُس کو ایک فریضہ کے بدلے چھ فریضہ ملیں گے، اس سے ثابت ہے کہ غلام کی بیع جائز ہے۔ اور بعض حیوان کو بعض حیوان کے بدلہ اُدھار فروخت کرنا جائز ہے۔ اور سنن میں حدیث موجود ہے کہ آپ نے ابن عمرؓ کو امر فرمایا کہ تم لشکر اسلام کے لئے اس وقت انتظام کرو اور بعد میں صدقات کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے بدلہ دو اونٹ لے لینا۔ اور سنن میں ابن عمرؓ کی یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے حیوان کی بیع سے حیوان کے بدلہ ادھار پر ممانعت کی ہے۔ اُس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ اور ترمذی نے حجاج بن ارطاۃ کی سند سے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحیوان اثنان بواحد لا یصلح نسیئاً ولا باس بہ یداً بید	آپ نے ارشاد فرمایا: دو حیوان ایک کے بدلے ادھار کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور ہاتھوں ہاتھ (نقد) میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ان احادیث کی وجہ سے علماء کے چار قول ہیں۔ ایک یہ کہ جائز ہے، بشرطیکہ برابر ہو، کم زیادہ نہ ہو۔ یہ امام احمدؒ کا قول ہے۔ اور اگر برابر ہے تو ادھار بھی جائز ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کسی طرح جائز نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ زیادتی کے ساتھ ادھار حرام ہے۔ یہ امام مالک کا قول ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اتحاد جنس ہے تو تفاضل جائز ادھار نا جائز، اور اگر جنس مختلف ہے تو ہر طرح جائز ہے (ملخص)

(نوٹ) اس جگہ علامہ نے مقتول اور اس کا سامان وغیرہ کے سلسلہ میں دور تک بحث کی اس کا خلاصہ گذشتہ ابحاث میں گذر چکا ہے)

غزوۂ طائف | غزوۂ طائف شوال ۸ھ میں ہوا ہے۔ ابن سعد نے کہا ہے

کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو کو وہاں کے بُت ذوالکفین کو گرانے کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ اپنی قوم سے بھی مدد حاصل کر لینا چنانچہ وہ نہایت تیزی سے گئے اور اس کو گرادیا، اور اس کے مُنہ کو آگ سے جلا دیا۔ اور کہا اے ذوالکفین تیرے پجاری کہاں ہیں؟ ہمارا پیدا کرنے والا تیرے پیدا کرنے والے سے بڑا ہے۔ اور اپنی قوم کے چار سو آدمی ساتھ لیکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے طائف میں داخلہ کے چار دن بعد آ گئے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ جب آپ حنین سے فارغ ہوئے تو طائف آئے تو قبیلہ ثقیف اور اوطاس کے شکست خوردہ یہاں قلعہ بند ہو چکے تھے اور جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ نے یہاں آکر قلعہ کا محاصرہ کیا اندر کا فروں نے نہایت شدید تیر باری کی گویا ٹڈیاں اڑ رہی ہیں۔ مسلمانوں میں سے بہت سے آدمی زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ اس جگہ نصب کر دیا گیا تھا جہاں آج مسجد طائف ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ام سلمہؓ اور زینبؓ تھیں۔ جب تک حصار رہا آپ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ طائف کے محاصرہ کی مُدت اٹھارہ دن ہے۔ اور ابن اسحٰق نے بیس سے زیادہ بتلائی ہے۔ آپ نے یہاں منجنیق لگا دیں اور ان سے حملہ کیا منجنیق کا استعمال اسلام میں یہ پہلی مرتبہ ہوا۔ ابن سعد نے کہا ہے چالیس دن تک منجنیق سے طائف پر حملہ جاری رہا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ مسلمان طائف کے قلعہ میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئے، اور مسلمانوں سے چند دیواریں داخل ہو گئے، ادھر سے طائف والوں نے تیر باری شروع کی اور چند مسلمان شہید ہو گئے حضور صلعم نے اہل طائف کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا تو وہ رحم کی درخواست کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا، رحم ہے جو بھی قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہے۔ چنانچہ اسی سے کچھ زیادہ آدمی اتر آئے۔ ان میں ابو بکرہؓ بھی تھے۔ آپ نے سب کو آزاد کر دیا۔

اور مسلمانوں کے سپرد کردیا، کہ ان کی دیکھ بھال رکھیں۔ یہ بات اہل طائف پر گراں گذری لیکن اس کے باوجود انھوں نے قلعہ کا دروازہ نہیں کھولا۔ آپ نے نوفل بن معاویہ دیلی سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے؟ اس نے کہا آپ کا ارادہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، اگر محاصرہ جاری رکھا تو ہم کامیاب ہوجائیں گے۔ اور اگر ترک کردیا تب بھی کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمر سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا واپس ہوجانا چاہیئے۔ لوگ یہ مشورہ سنکر ہنس دیئے، اور بولے کہ لوگ یہی کہیں گے کہ بغیر فتح کے واپس ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اچھا کل کو جنگ کرو۔ چنانچہ کل کو جنگ ہوئی تو چند مسلمان اور زخمی ہوگئے آپ نے ارشاد فرمایا، انشاءاللہ کل واپسی ہوجائے گی۔ اس سے مسلمان خوش ہوگئے۔ اور آپ نے کوچ کا امر فرمایا کہ یہ دعا پڑھتے ہوئے کوچ کردیا

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون

صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ثقیف کے لئے دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے۔ اس کے بعد آپ نے کوچ کردیا اور جعرانہ آئے۔ اور یہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور عمرہ کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے

وفد ثقیف ابن اسحٰق نے کہا ہے۔ رمضان کے مہینہ میں آپ کی تبوک سے واپسی ہوئی اور اسی مہینہ میں وفد ثقیف مدینہ میں آیا۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے تو آپ کے پیچھے عروہ بن مسعودؓ آئے اور مسلمان ہوگئے۔ جب انھوں نے اپنی قوم کی طرف جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا، ان لوگوں میں کبر ہے، وہ جب سنیں گے کہ تم مسلمان ہوگئے ہو تو تم کو قتل کردیں گے۔ عروہ رض نے عرض کیا حضورؐ میں ان کو کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ وہ میری اطاعت کریں گے۔ آپ نے عروہؓ کو اجازت دیدی۔ جب یہ وہاں پہونچے تو اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ اس پر ان کی قوم نے

ان پر تیر برسائے۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ جب ان کا دم نکل رہا تھا، تو قوم نے دریافت کیا، کیا خیال ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت کی عزت سے سرفراز کیا ہے۔ اور مجھکو مسلمان شہداء کے پاس دفن کرنا، ان کی قوم نے شہداء مسلمین کے پاس ان کو دفن کر دیا[1]۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا "ان کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسی" صاحب یٰسین کی۔

حضرت عروہ رضی شہادت کے چند مہینے بعد ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب پورے عرب سے جنگ نہیں کی جا سکتی ہے سب مسلمان ہو چکے ہیں لہٰذا سب نے (غائبانہ بیعت کی اور مسلمان ہو گئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کو بھیجا۔ اس آدمی کا نام عبد یالیل بن عمرو ہے۔ انھوں نے انکار کر دیا، اور کہا تم میرے ساتھ بھی وہی کرو گے جو عروہ کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ان ہی کے ہم عمر تھے۔ ہاں چند آدمیوں کو میرے ساتھ بھیجو تو میں تیار ہوں۔ چنانچہ ان کے ساتھ دو آدمی قبیلۂ احلاف کے اور تین آدمی بنی مالک کے کل چھ آدمی ہوئے یعنی حکم بن عمرو۔ شرجیل بن غیلان، عثمان بن ابی العاص۔ اوس بن عوف۔ نمیر بن خرشہ۔

جب یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب ہوئے، تو پہلے مغیرہ بن شعبہ رض سے ملاقات کی۔ حضرت مغیرہ رض نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنانی چاہی تو حضرت ابو بکر راستہ میں مل گئے، اور فرمایا تمھیں خدا کی قسم! مجھ سے پہلے یہ خبر سناؤ چنانچہ حضرت ابو بکر رض آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وفد ثقیف کی آمد کی خبر دی۔ حضرت مغیرہ وفد کے پاس گئے۔ اور بتلایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح جا کر سلام کرو گے؟ مگر ان لوگوں نے ۔۔۔۔ وہی جاہلیت کا سلام کیا۔ جب یہ

---

[1] اس زمانہ کے کافروں کا یہ اسوہ بھی کس قدر قابل تعریف ہے کہ دشمن کی وصیت کا بھی احترام کیا ہے۔

مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو ان کی خواہش کے مطابق مسجد کے ایک گوشہ میں خیمہ گاڑ دیا گیا۔ اور حضرت خالد بن سعید بن عاص ؓ ان کے اور کافروں کے درمیان سفیر مقرر ہوئے۔ اور ان لوگوں نے ایک کاغذ لکھا، اس کے لکھنے والے خالد تھے۔ اور جو کھانا بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آتا تھا یہ پہلے اس میں سے خالد کو کھلاتے اور پھر خود کھاتے اور یہ عمل اس وقت تک رہا جب تک یہ مسلمان ہوئے۔

ان لوگوں نے اپنی تحریر میں مطالبہ کیا تھا کہ تین سال تک طاغیہ (ایک بت کا نام ہے) کو نہ گرایا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ پھر انھوں نے کہا۔ ایک سال تک! آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر انھوں نے ایک مہینہ کی اجازت چاہی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ ان کا منشا اس سے یہ تھا کہ اس طریقہ سے ان کے غنڈے زیادہ شرارت نہ کرسکیں گے اور بتدریج اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ اور اس کے گرانے کے لئے ابو سفیان بن حرب ؓ اور مغیرہ بن شعبہ ؓ کو بھیجا۔ ان لوگوں نے ان دونوں سے بہت التجا کی کہ طاغیہ کو رہنے دیا جائے۔

دوسرا سوال انھوں نے یہ کیا نماز معاف کر دی جائے۔ اور ہمارے ہاتھوں ہی سے ہمارے بتوں کو نہ گرایا جائے۔ آپ نے فرمایا یہ تو منظور ہے کہ تم اپنے بت اپنے ہاتھوں سے نہ گراؤ لیکن نماز کا معاملہ یہ ہے۔

لا خیر فی دین لا صلوٰۃ فیہ   جس دین میں نماز نہیں اس میں خیر نہیں ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے کچھ باتیں تحریر کرا دیں۔ اور ان پر عثمان بن عمرو بن ابی العاص کو امیر مقرر فرمایا۔ ان کی عمر کم تھی لیکن فقہ فی الاسلام، قرآن پاک کے سیکھنے میں بہت رغبت رکھتے تھے۔ [1]

---

[1] اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک علمی شرافت نسبی اور خاندانی شرافت پر فوقیت رکھتی تھی۔ موجودہ زمانہ میں تو پیر کا بیٹا پیر ہوتا ہے

جب یہ لوگ مدینہ سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کو رخصت کی اجازت دیدی اور ان کے ساتھ ابو سفیان بن حرب، مغیرہ بن شعبہ کو کیا تاکہ وہ طاغیہ کو جا کر گرائیں۔ جب یہ حضرات طائف پہونچے تو مغیرہ بن شعبہؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ پہلے وہ جائیں مگر انھوں نے انکار کردیا تو مغیرہ نے کہا اچھا آپ اپنی قوم کے ساتھ رہیں چنانچہ وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ "ذی الہدم" میں ٹھہر گئے۔ اور مغیرہ بن شعبہؓ بُت کے اوپر کدال لیکر جا چڑھے ان کے قریب بنو معتب ہو گئے اس خطرہ کے پیش نظر کہیں عروہؓ کی طرح ان کے ساتھ حادثہ پیش نہ آجائے، اور قبیلہ ثقیف کی عورتیں روتی ہوئی آئیں اور ابوسفیان ......

کہہ رہے تھے اس کو گرادو۔ "واہا لک واہا لک" کہتے جاتے اور گراتے جاتے جب بت کو گرا چکے، تو حضرت مغیرہؓ نے اس کے مال پر قبضہ کرلیا اور تمام مال ابوسفیان کو دیکر روانہ کیا۔

ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود حضرت عروہ کے قتل کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد ثقیف سے پہلے حاضر ہو گئے تھے کیونکہ یہ دونوں سمجھ گئے تھے کہ ثقیف میں اسلام کے قبول کرنے پر اتفاق نہ ہو سکے گا، اس لئے دونوں آکر مسلمان ہو گئے اور ان کے مسلمان ہونے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا کون کی مقرر کیا جائے۔ بولے اللہ اور رسول۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے ماموں ابوسفیان کو مقرر کیا جاتا ہے۔ اس کو انھوں نے پسند کیا۔ غرضکہ وفد ثقیف کا یہ قصہ ازاول تا آخر ہے جو طائف اور تبوک کے درمیان پیش آیا۔

احکامات | طائف اور وفد ثقیف دونوں سے جو احکامات ماخوذ ہیں وہ ذکر کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ شہر حرام میں قتال جائز ہے (علامہ نے کافی دور تک ذکر کیا ہے کہ غزوہ حنین ماہ حرام میں ہوا ہے لہٰذا اس کی حرمت منسوخ ہو چکی ہے

۲۔ غزوہ میں اپنے اہل کو ساتھ رکھنا جائز ہے (بشرطیکہ اپنی قوت پر اعتماد ہو اور عورتوں کے دفاع کا انتظام ہو) اس غزوہ میں ام سلمہؓ اور زینبؓ آپ کے ساتھ تھیں۔

۳۔ دشمنوں پر منجنیق سے حملہ کرنا جائز ہے اگرچہ اس کی زد میں عورتیں اور بچے آجائیں کہ جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ اگر مشرکین کا غلام بھاگ کر مسلمانوں میں آجائے اور مسلمان ہوجائے تو وہ آزاد ہے، اس کو واپس نہیں کرنا چاہیئے۔

۵۔ اگر امام کسی قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ فتح نہ ہوسکے اور کوچ کرنے میں مصلحت اور فائدہ ہو تو وہاں سے کوچ کردینا چاہیئے۔

۶۔ آپ نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا، حالانکہ وہ داخل حرم ہے۔ لہٰذا طائف سے جو آئے اس کے لئے جائز ہے کہ وہ جعرانہ سے احرام باندھے۔ لیکن مکہ سے جعرانہ آکر عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ بہت سے جاہل کرتے ہیں۔

۷۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کی ہدایت کے لئے دعا کی تھی حالانکہ انھوں نے جنگ کی تھی، بہت سے صحابہ اور قاصد رسول کو شہید کردیا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے ان کے لئے دعا کی بددعا نہیں کی۔ یہ آپ کی کمال درجہ کی رحمت ہے۔

۸۔ اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ کی محبت اور آپ سے قرب کا ثبوت ہو رہا ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت مغیرہؓ کو قسم دی تھی کہ وفد ثقیف کی آمد کی خبر وہ نہ دیں بلکہ صدیق اکبرؓ دیتی خود، پہونچائیں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ثواب اور تقرب کے کاموں میں ایثار کرنا جائز ہے اور جن فقہاء نے اس ایثار کو منع کیا ہے۔ وہ درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دفن کے لئے جگہ کا سوال کیا اور انھوں نے اس کو قبول کرلیا۔ ان کے سوال اور حضرت عائشہؓ کے ایثار کو کسی نے مکروہ نہیں کہا۔ جو حضرات سیرت صحابہؓ پر نظر کریں گے اُن کو بہت سے نظائر مل جائیں گے، ایسے

ہی اگر کوئی آدمی صف اول میں جانے کے لئے دوسرے آدمی سے کہے تو اس کا ایثار اور اس کا سوال[1] جائز ہے۔ اس طرح کبھی ایثار اور سوال کی صورت میں ثواب زیادہ مل جاتا ہے جو صورت اول میں حاصل نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر اگر کوئی اپنا پانی دیدے اور دوسرے کو وضو کرائے اور خود تیمم کرے تو جائز ہے۔ اس ایثار سے نہ کتاب منع کرتی ہے اور نہ مکارم اخلاق سے اس کی ممانعت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو پیاس ہے اور وہ جاں بلب ہے، دوسرا آدمی جس کے پاس پانی ہے وہ بھی جاں بلب ہے وہ اس حالت میں ایثار کرتا ہے تو اس کو قاتل نفس نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ انتہائی درجہ کی سخاوت ہے۔

ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ — وہ اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود تنگی میں ہوتے ہیں۔

اور فتوح الشام کے مواقع پر اس قسم کے بہت سے نظائر ملیں گے جن کو ان حضرات کے مناقب اور فضائل میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی قبیل سے مُردوں کو ثواب پہونچانے کا معاملہ ہے۔

۲۔ مواضع شرک اور علامات کفر اور شعار کفر کا قادر ہونے کے بعد باقی رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ سب سے بڑے منکرات ہیں، یہی حکم ان قبور کا ہے جن پر تعمیرات بنادی گئی ہیں اور آج ان کو بتوں کا مقام دے رکھا ہے اور اُن کی تعظیم و تکریم میں

---

[1] اس قیاس میں علامہ سے سہو ہوگیا کیونکہ اپنے حق اور ملکیت میں ایثار کرنا، یہ علیحدہ ہے۔ اور اس چیز میں ایثار کرنا جس میں ملکیت نہیں ہے بلکہ اباحت ہے یہ شئے دیگر ہے۔ مسجد کی صف کی جگہ کسی کی ملکیت نہیں اور نہ اس پر کسی کا استحقاق ہے لہٰذا اس پر قیاس کرنا درست نہیں اور اس جگہ ایثار کرنا مناسب نہیں اور اس کے لئے آثار اور احادیث ہیں۔ وللہ الحمد، عزیز الرحمن غفرلہٗ۔

میں حد سے زیادہ غلو کر رکھا ہے۔ ان کا باقی رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ ان مزارات کا بھی لات اور عزیٰ و منات وغیرہ کا درجہ ہے اور ان کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہی جاتی ہے۔ اہل طاغیت بھی اپنے معبودانِ باطل کو خالق اور رازق نہیں جانتے تھے۔ وہ تو ان کے پاس بیٹھ کر وہی کچھ کرتے تھے جس طرح آجکل کے مشرکین کرتے ہیں اور یہ مشرکین اپنے متقدمین کے طریقوں پر بدستور قائم ہیں۔ بالشت بہ بالشت، ہاتھ بہ ہاتھ کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا اکثر نفوس پر قلت علم اور کثرت جہل کی وجہ سے یہ بات پوشیدہ رہی۔ آج تمام منکرات معروف بن گئے ہیں اور معروف منکر، سنت بدعت ہو گئی ہے اور بدعت سنت۔ اسی رنگ میں بچے جوان ہو گئے اور جوان بوڑھے ہو گئے۔ اعلام اور شعار مٹ رہے ہیں، اسلام پر شدت کے ساتھ غربت طاری ہے، علماء کم ہو گئے اور جہلاء (نام نہاد علماء) زیادہ ہو گئے ہیں۔ قلوب پر خوف طاری ہو چکا ہے۔ اور فساد ظاہر ہو چکا ہے۔ اور یہ انسانوں ہی کے ہاتھوں سے جاری ہوا ہے لیکن اُمت محمدیہ میں ایک جماعت حق پر ضرور رہے گی۔ جو اہل شرک اور بدعت سے جہاد کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا کوئی وارث پیدا کرے گا۔

لہ علامہ اور ان کے اُستاذ محترم ابن تیمیہ کے ساتھ یہ بھی حادثہ پیش آیا ہے کہ وہ رد بدعت میں انتہائی متشدد ہیں اسی وجہ سے صوفیاء کرام جو اربابًا من دون اللہ پر تصوف کی راہ سے عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان دونوں کے سخت خلاف ہیں اور کافر کہتے ہیں (جو غلو ہے) اس میں شک نہیں ہے کہ تشدد میں راہ حق پر قائم رہنا دشوار ہوتا ہے اور قیاس میں مقیس اور مقیس کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ فقہی اعتبار سے ہم علامہ سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سے علامہ اور ان کے اُستاذ محترم کی شیخ الاسلامی پر حرف نہیں آتا ہے۔ ان کا مقام بہر حال ایک مقام ہے۔ یہ ان کی سنت سے غایت درجہ محبت کی بات ہے جو انھوں نے رد بدعت پر ایسا کلام کیا ہے۔

۱۰۔ وہ اموال جو اس قسم کے مشاہد اور طواغیتی مقامات سے ملیں۔ امام کے لئے جائز ہے کہ اس کو مصالح مسلمین پر صرف کرے۔ بلکہ امام پر واجب ہے کہ ان اموال پر قبضہ کرے اور اُس کو لشکر اور جہاد پر صرف کرے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "لات" کے اموال پر قبضہ کر کے، ابو سفیان کو تالیف قلب کے لئے دیدیا، اور اسی سے حضرت عروہ رض اور اسود رض کا قرضہ بھی ادا کیا۔ اسی طرح امام پر واجب ہے کہ اس قسم کے مشاہد جو قبور پر تعمیر ہیں ان کو منہدم کرا دے۔ اور ان کی جائدادوں کو مصالح مسلمین پر صرف کرے۔ یہی حکم ان مزارات کے اوقاف کا ہے۔ اگر کسی نے وقف کیا ہے تو وہ وقف باطل ہے اس لئے کہ وقف تو طاعت اور قربت کے امور میں جائز ہے۔ لہٰذا قبروں کے لئے اور ان کو پختہ بنانے اُن پر تعمیر بنانے کے لئے وقف کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اُن کی پوجا، ان کا طواف اور عبادت سب حرام ہیں۔ اہل اسلام میں سے کوئی امام اس کے خلاف نہیں ہے۔

۱۱۔ وادی وج (جو کہ طائف میں ہے) حدود حرم میں ہے۔ یہاں شکار کرنا درخت کاٹنا جائز نہیں ہے۔ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر مکہ اور مدینہ کے علاوہ کسی خطۂ ارض کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح صرف حرم مکہ کو کہتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کا ایک قولؒ وادی وج" کے بارے میں یہی ہے۔ انھوں نے استدلال کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان صید وج وعضاھہ حرام	وج کا شکار اور درخت کاٹنا
رواہ احمد	حرام ہے۔

اس کو ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں کہا ہے اس کا کوئی تابع نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عن ابن انسان عن ابیہ عن عروہ ہے

جو محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

محصلین صدقہ جب محرم ۹ھ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے قبائل کی طرف عمال کو بھیجا، چنانچہ عیینہ بن حصن رضؓ کو بنی تمیم کی طرف، یزید بن حصین رضؓ کو اسلم اور غفار کی طرف عباد بن بشیر رضؓ کو سلیم اور مزینہ کی طرف رافع بن مکیث کو جہینہ کی طرف، عمرو بن عاص رضؓ کو بنی فزارہ کی طرف ضحاک بن سفیان رضؓ کو بنی کلاب کی طرف اور بشیر بن سفیان کو بنی کعب کی طرف اور ابن لتبیہ ازدی کو ذبیان کی طرف بھیجا اور ان کو ہدایت فرمائی کہ ان کا درمیانی مال لیں اور بہترین مال لینے سے بچیں۔

جب ابن لتبیہ ازدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے حساب لیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمال اور امین سے حساب لینا جائز ہے۔ اگر ان کی خیانت ظاہر ہو جائے تو ان کو معزول کر دیا جائے۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے۔ مہاجر بن ابی اُمیہ رضؓ کو صنعا کی طرف اور زیاد بن لبید رضؓ کو حضر موت کی طرف اور عدی بن حاتم کو طے اور بنی اسد کی طرف اور مالک بن نویرہ رضؓ کو بنی حنظلہ کی طرف بھیجا اور بنی سعد کے صدقات کے لئے دو آدمیوں کو روانہ کیا۔ چنانچہ زبرقان بن بدر کو ایک طرف اور قیس بن عاصم کو دوسری طرف اور علاء بن حضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا علی بن طالب رضؓ کو نجران کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ ان کے صدقات اور جزیہ کو جمع کریں۔

سرایا ۹ھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ میں بہت سے سرایا روانہ فرمائے چنانچہ عیینہ بن حصن کو بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ اور یہ واقعہ محرم ۹ھ میں ہوا، اس میں پچاس سوار تھے۔ مہاجرین اور انصار میں سے کوئی نہیں تھا۔ یہ حضرات رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے تھے جب یہ وہاں پہونچے تو مشرکین اپنے جانور چھوڑ کر بھاگ گئے۔ انھوں نے گیارہ مرد، ۲۱ عورتیں، اور تیس بچے گرفتار کئے اور ان سب کو مدینہ منورہ لے آئے، اور اُن کو

"دار رملہ بنت حارث میں ٹھہرایا کچھ دنوں کے بعد ان کے سردار حاضر ہوئے۔ جب انھوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو گرفتار پایا تو رو دیئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضرت بلالؓ نے ظہر کی نماز کی اقامت شروع کر دی تھی۔ اسی وقت یہ لوگ ملاقی ہوئے چنانچہ کچھ دیر کے لئے آپ نے ان سے بات کی اور پھر ظہر کی نماز کے بعد آپ صحن مسجد میں بیٹھ گئے چنانچہ کافروں میں سے عطارد بن حاجب آگے بڑھے اور گفتگو کی۔ آپ نے ثابت بن قیس کو جواب کے لئے کھڑا کیا۔ اسی وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○	جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں وہ اکثر جاہل ہیں اگر وہ آپ کے نکلنے تک صبر کرتے تو ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحیم ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا اس وقت ان کے شاعر زبرقان نے ایک قصیدہ پڑھا (قصیدہ نقل نہیں کیا) اور پھر حضرت حسّان بن ثابتؓ نے قصیدہ پڑھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو اقرع بن حابسؓ (جو ان کے سردار تھے) بولے آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے اور آپ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور آپ کی آواز ہماری آواز سے زیادہ بہتر ہیں۔ اس کے بعد یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انعامات دیکر رخصت کیا۔

نوٹ:- (اس جگہ دونوں شاعروں کے قصیدے اور دونوں خطیبوں کے خطبہ کا ترجمہ نہیں کیا ہے)

سریہ قطبہ یہ سریہ صفر ۹ھ میں ہوا ہے۔ محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے قطبہ بن عامر کو ۲۰ آدمی دیکر قبیلہ خثعم کی طرف بھیجا۔ یہ قوم قبالہ میں رہتی تھی۔ جب یہ وہاں پہونچے تو ان کے ایک آدمی کو گرفتار کرلیا، اور کچھ دریافت کرنا چاہا تو اس نے نہ بتلایا تب انھوں نے اُس کو قتل کر دیا جب رات ہوگئی تو اس قبیلہ پر حملہ کر دیا۔ بہت شدید جنگ ہوئی، اور دونوں طرف کے آدمی مارے گئے۔ اس غزوہ میں قطبہ بن عامر شہید ہو گئے۔ انجام کار مسلمان غالب آئے اور قبیلہ کے جانور اور عورتوں کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لا سکے۔

سریہ ضحاک بن سفیان یہ ربیع الاول ۹ھ میں ہوا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کلاب کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا۔ اس کے امیر ضحاک بن سفیان تھے جب یہ لشکر "زج" پہونچا تو دونوں فریق مقابل ہوئے۔ کافروں کو پہلے اسلام کی دعوت دی گئی، انھوں نے انکار کر دیا تو جنگ ہوئی اور کافروں نے شکست کھائی۔

سریہ علقمہ یہ سریہ ۹ھ ربیع الآخر میں حبشہ کی طرف روانہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ اہل حبشہ نے اہل جدہ کو بہت پریشان کر رکھا ہے۔ لہٰذا آپ نے علقمہ بن مجزز کو امیر بنا کر بھیجا، اور تین سو آدمی ساتھ کئے۔ جب مسلمان سمندر کو پار کر کے جزیرہ میں پہونچے تو کافر بھاگ گئے۔ واپسی میں بعض لوگوں نے بہت جلدی کی، تو حضرت علقمہ نے آگ روشن کرائی اور کہا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ اس میں کود جاؤ جب لوگ تیار ہو گئے تو بولے میں تو آزمائش کرتا تھا۔ اس بارے میں ایک روایت اور بھی ہے جو گذر چکی ہے۔

سریہ علی بن ابی طالب اسی سال ۹ھ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی طے کے بت کو توڑنے کے لئے

حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا اور ڈیڑھ سو مجاہدین ساتھ کئے جن میں سو اونٹ اور پچاس گھوڑے تھے۔ اس لشکر کا بڑا جھنڈا سفید اور چھوٹا جھنڈا سیاہ تھا۔ یہ لشکر بنی طے کے قبیلہ میں داخل ہوا، اور صبح ہوتے ہی "حاتم" کے محلہ پر حملہ کیا، اس بت کو گرا دیا، اور بہت سے آدمیوں کو گرفتار کیا۔ اور بہت سے اونٹ اور بکریاں پکڑ لئے۔ قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن بھی تھی اور عدی شام کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے خزانہ میں سے تین تلواریں اور تین زرہیں ملیں قیدیوں پر ابو قتادہ کو مقرر فرمایا اور جانوروں پر عبداللہ بن عتیکؓ کو مقرر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ نکال کر بقیہ مال غنیمت تقسیم کر لیا، اور آل حاتم کو تقسیم نہیں کیا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ جب سے میں نے سنا تھا، میں پورے عرب میں جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے بے انتہا نفرت کرتا تھا کیونکہ میں سردار بھی تھا اور نصرانی بھی تھا۔ اور اپنے دین کو حق جانتا تھا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنا تو اسی وقت سے مجھے نفرت ہو گئی تھی۔ میں نے اپنے عربی غلام سے کہا تیرا باپ نہ رہے، میرے لئے ایک تیز رفتار اونٹ میرے قریب ہی باندھے رکھ۔ اور جب "محمد صلعم" کے لشکر کے بارے میں سنے کہ وہ ہمارے شہروں کے قریب آگیا ہے تو مجھے بتلا دینا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا وہ ایک صبح میرے پاس آیا، اور کہا۔ عدی! جو کچھ کرنا ہو کیجئے، "محمد صلعم" کے سواروں نے آ کر گھیر لیا ہے۔ میں نے جھنڈے دیکھے تو میں نے اس کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ یہ محمد کے لشکر ہیں یہ میں نے کہا، اب میرا اونٹ لاؤ۔ میں نے اونٹ پر اپنے اہل کو سوار کیا۔ اور اپنے ہم مذہبوں سے شام میں آملا اور اپنی بہن حاتم کی بیٹی کو وہیں چھوڑ آیا۔ میں شام آ کر رہنے لگا۔ اور میرے پیچھے "محمد" صلعم کے لشکر نے میری بہن کو گرفتار کر لیا اور مدینہ لے آئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب میرے بھاگنے کا علم ہوا، تو انھوں نے

میری بہن سے دریافت کیا میری بہن نے کہا، یا رسول اللہ! میرا بھائی تو بھاگ گیا۔ میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ میں بوڑھی عورت ہوں خدمت کے لائق نہیں ہوں۔ میرے اوپر احسان فرمایئے! آپ نے فرمایا، تیرا بھائی کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم! فرمایا وہ تو اللہ اور اس کے رسول سے فرار کر گیا۔ عرض کیا، آپ میرے اوپر احسان فرمایئے! آپ نے فرمایا، تیرے باپ نے کبھی ایسا کام نہیں کیا جو اس نے کیا ہے اور وہ آئے گا تو خوشی سے آئے گا یا زبردستی آئے گا۔

عدی کہتے ہیں میں حاضر ہوا۔ اور آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ عدی بن حاتم ہے میں بغیر امان کے حاضر ہو گیا تھا جب آپ نے مجھے دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس سے قبل آپ نے میرے بارے میں ارشاد فرمایا تھا "مجھے اُمید ہے کہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا"۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور ایک عورت کے پاس لائے، اُس کے پاس بچہ تھا۔ دونوں نے کہا، ہمیں آپ سے ایک ضرورت ہے چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اُس کے ساتھ چلے گئے، اور اُس کی ضرورت کو پورا کیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور گھر تشریف لائے آپ کے لئے بستر بچھا دیا گیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ اور میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور فرمایا کیا خدا ایک نہیں ہے؟ میں نے کہا بیشک وہ ایک ہے پھر تھوڑی دیر بات کر کے فرمایا۔ کیا وہ سب سے بڑا نہیں ہے؟ میں نے کہا بیشک وہ سب سے بڑا ہے؟ تب آپ نے فرمایا یہود "مغضوب علیہم اور نصاریٰ ضالون ہیں"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کہا "میں حنیف مسلم" ہوں یہ سنکر آپ کا چہرہ دمک اُٹھا پھر مجھے آپ نے ایک انصاری کے پاس ٹھہرایا۔ وہ دونوں وقت میری خبر لیتے رہے میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کمبل کے کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے ایک دن آپ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا:۔

لوگوں کے ساتھ فضل خیرات کا برتاؤ کیا کرو، اگرچہ ایک
صاع ہی کیوں نہ ہو۔ اور چاہے آدھا صاع یا ایک مٹھی
ہو یا مٹھی سے کم ہو، اور اپنے چہروں کو دوزخ کی آگ
سے بچاؤ، خواہ بقدر چھوہارہ ہی کیوں نہ بچا سکو، اور اگر
کچھ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم کلمۂ خیر ضرور کہہ دیا کرو۔ اور آپ نے
ارشاد فرمایا مجھے تم پر فاقہ کا خوف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ
تمہارا مددگار ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تنہا عورت
مال اور دولت لیکر یثرب سے سفر کرے گی اور کوئی اس
کا سامان نہ چرا سکے گا۔

تب میں نے جی میں کہا معلوم نہیں اس وقت بنی طے کے چور کہاں چلے جائیں گے؟

کعب بن زہیر

کعب بن زہیر کا قصہ، طائف اور تبوک کے درمیان پیش آیا تھا بجیر نے اپنے بھائی ابن زہیر کو لکھا کہ مکہ میں بہت سے شاعر قتل کر دیئے گئے ہیں جو محمد صلعم کی برائیاں بیان کیا کرتے تھے شعرا قریش میں سے ابن زبعری، ہبیرہ بن ابی وہب بچے ہیں اور وہ بھی بھاگ گئے ہیں۔ اگر تو مناسب سمجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجا جو آدمی توبہ کر کے آپ کے پاس آجاتا ہے آپ اس کو قتل نہیں کرتے ہیں۔ جب یہ خبر اس کے پاس پہنچی تو اس کا جواب اس نے اپنے بھائی بجیر کو قصیدہ کی صورت میں لکھ کر بھیجا تو بجیر نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا آپ نے فرمایا:۔

"یہ سب جھوٹ ہے"

اس کے بعد بجیر کے بھائی نے جواب میں ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا جب یہ قصیدہ کعب نے پڑھا تو خوف زدہ ہو گیا، اور زمین اس پر تنگ ہو گئی اور فوراً مدینہ منورہ آیا اور ایک

جاننے والے انصاری کے پاس قیام کیا۔ صبح کی نماز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں شریک ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تھے تو کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کعب بن زہیر تائب ہو کر آجائے تو کیا اُسے امن ہے۔ آپ نے فرمایا، اُسے امن ہے۔ بولے میں کعب بن زہیر ہوں۔ فوراً ہی ایک انصاری کھڑے ہوئے۔ عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے اجازت ہو کہ میں اُس کی گردن اُڑا دوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اس کو چھوڑ دو۔ یہ توبہ کر کے مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ اس پر کعب کو غصہ آگیا، کیونکہ ان انصاری نے ایسی حرکت کیوں کی۔ البتہ کسی مہاجر نے کچھ نہیں کہا اس وقت انھوں نے قصیدہ پڑھا جس میں اپنی محبوبہ اور اونٹنی کی تعریف کی ہے۔ اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

کعب کا یہ مشہور قصیدہ ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ قصیدہ بانت سعاد سے شروع ہوا

اٹھاسواں باب

غزوہ تبوک اور دیگر واقعات

غزوہ تبوک یہ غزوہ رجب ۹ھ میں ہوا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے یہ نہایت تنگی کا زمانہ تھا، پھل تیار ہو چکے تھے لوگ سفر کرنے کے مقابلہ میں قیام کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بعد مسافت، وقت کی شدت (گرمی) بھی تھی۔ روایت ہے کہ ایک دن آپ نے غزوہ کے لئے سامان کرتے ہوئے جد بن قیس سے فرمایا عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو اجازت دیجئے میری قوم کے سب لوگ جانتے ہیں میں بنات اصفر (رومی عورتیں) دیکھ کر صبر نہ کرسکوں گا۔ آپ نے ان سے اعراض فرمایا، اور اجازت دیدی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي — ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں مجھے اجازت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے

بعض منافقین نے کہا گرمی کا زمانہ ہے کہاں جاتے ہو؟ تو یہ آیت نازل ہوئی

لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ — کہتے ہیں گرمی میں نہ جاؤ

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان سفر کرنا شروع کیا، اور لوگوں کو ترغیب دلائی۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے لئے فرمایا چنانچہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسقدر خرچ کیا کہ ان کی مثال نہیں ہے تین سو اونٹ معہ ساز وسامان کے دیئے ایک

ہزار دینار دیئے

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ رومیوں نے شام میں بہت سے لشکر جمع کئے ہیں۔ اور ہرقل اپنے سپاہیوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ دیکر لایا ہے، اور اس کے ساتھ لخم، جذام، عاملہ غسان قبائل ہو گئے ہیں اور بلقار تک آ گئے ہیں۔

چند فقیر صحابہؓ اس موقعہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سات غریب صحابہؓ روتے ہوئے آئے کہ ان کے پاس سواری نہیں تھی۔ آکر عرض کیا آپ سواری کا انتظام کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس وقت میرے پاس انتظام نہیں ہے تو روتے ہوئے واپس ہوئے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تَوَلَّوا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَنْ لَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُوْنَ ٥	وہ صحابہ روتے ہوئے واپس ہوئے اس غم سے کہ ان کے پاس کچھ خرچ کرنے کو نہ تھا۔

وہ سات حضرات یہ ہیں، سالم بن عمیرؓ، علیہ بن یزید، ابو لیلی مازنی، عمرو بن غنمہ سلمہ بن صخر، عرباض بن ساریہ، عبداللہ بن مغفل اور بعض روایات میں ہے مغفل بن یسار ہے۔ انھوں نے ابو موسیٰ اور دیگر اصحاب کو آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے غصہ میں فرمایا، میں ان کو سواری نہیں دوں گا۔ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے کچھ دیر کے بعد آپ کے پاس سے کہیں سے اونٹ آگیا تو آپ نے اُن کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا، میں تو نہیں چاہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو سواری دی ہے۔

روایت ہے کہ رات کو حضرت علیہ بن یزید صلوۃ اللیل پڑھنے کو کھڑے

ہو گئے، اور خدا تعالیٰ سے دعا کی الٰہی! آپ نے جہاد کا امر فرمایا ہے اسکی فضیلت بتلائی ہے میرے پاس اور آپ کے رسول کے پاس کوئی چیز نہیں کہ میں شرکت کرسکوں الٰہی میں نے ہر آڑے وقت میں مسلمانوں کا ساتھ دیا ان پر صدقہ کیا جو کچھ بھی مجھے میسر آیا۔ جب صبح ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

این المتصدق ھذہ اللیلۃ آج کی رات کا صدقہ کرنیوالا کون ہے

جب کوئی نہیں کھڑا ہوا تو یہ کھڑے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ بشارت ہو!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں "اعراب" میں سے کچھ عذر پیش کرنے والے آئے تاکہ ان کا عذر قبول کرلیا جائے اور ان کو رخصت دیدی جائے۔ ابن سعد نے کہا ہے وہ ۸۲ اعراب تھے۔

مدینہ منورہ سے روانگی آپ نے مدینہ منورہ پر محمد بن مسلمہ رضہ انصاری کو اور بروایت دیگر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور پہلی روایت زیادہ درست ہے اور جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی بن سلول معہ اپنے ساتھیوں (منافقین) کے پیچھے رہ گیا، اور چند مومنین صادقین بھی بلا شک شبہ کے محض لاپرواہی کی بنا پر رہ گئے۔ ان میں سے کعب بن مالک رضہ ہلال بن اُمیّہ۔ مرارہ بن ربیع، ابوخیثمہ۔ ابوذر تھے۔ آخری دونوں حضرات تو لشکر اسلام سے جا ملے تھے۔ اس غزوہ میں آپ کے ساتھ تیس ۳۰ ہزار مجاہدین، دس ہزار گھوڑے تھے بیس دن اس غزوہ میں صرف ہوئے اور آپ نماز قصر کرتے رہے

جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے مدینہ پر حضرت علی رضہ کو خلیفہ مقرر فرمایا ان سے منافقین بہت ڈرتے تھے اور کہنا شروع کر دیا "وہ حضرت علی رضہ سے آپ کو ناراضگی تھی اس وجہ سے چھوڑا ہے۔ حضرت علی رضہ نے جب یہ سنا تو ہتھیار لگاکر مقام "جرف" میں آپ سے آ ملے، اور عرض کیا آپ نے فرمایا غلط ہے تم جاؤ، گیا

تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ تم اس مرتبہ میں ہو جس درجہ میں ہارونؑ، موسٰی علیہ السلام کے نزدیک تھے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ واپس آ گئے۔

ابو خیثمہ رضؓ کا یہ واقعہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے بعد میں وہ اپنے باغ کے گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ دادِ عیش دے رہے تھے، فوراً خیال آیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرمی بھوک، پیاس میں ہوں اور میں یہاں ٹھنڈے سایہ، ٹھنڈے پانی اور کھانے پینے میں رہوں فوراً ہی گھر سے چل دیئے اور تبوک میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ ابو خیثمہ۔ عمیر بن وہبؓ دونوں کا ساتھ راستہ میں ہو گیا۔ جب تبوک کے قریب پہنچے تو دور سے لوگوں نے دیکھ کر کہا "دو سوار ہماری طرف آتے ہیں" آپ نے ارشاد فرمایا۔ اُمید ہے کہ ابو خیثمہ رضؓ ہوگا۔ جب قریب آئے اور اونٹ بٹھایا تو لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ یہ ابو خیثمہ رضؓ ہیں؟ آپ نے فرمایا ابو خیثمہ کیوں؟ تب انھوں نے خبر دی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دُعائے خیر دی۔

وادیٔ معذب | جب آپ مقام "حجر" (دیارِ ثمود) سے گذرے تو آپ نے فرمایا کوئی آدمی یہاں کا پانی نہ پیئے۔ اور نہ کوئی وضو کرے اور نہ کوئی اس پانی سے آٹا گوندھے اور فرمایا، کوئی آدمی تنہا کسی ضرورت سے نہ جائے۔ سب آدمیوں نے ایسا ہی کیا۔ صرف بنی ساعدہ کے دو آدمیوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ ایک اُن میں سے اپنا اونٹ تلاش کرنے گیا تھا اور دوسرا قضائے حاجت کے لئے گیا، جو آدمی قضائے حاجت کے لئے گیا تھا اُس کا تو راستہ ہی میں گلا گھونٹ دیا گیا، اور جو اونٹ تلاش کرنے گیا تھا ہوا نے اُس کو اڑا کر "بنی طے" کے پہاڑ پر لے جا ڈالا جب آپ سے عرض کیا گیا، تو آپ نے فرمایا میں

نے تو پہلے ہی منع کر دیا تھا۔ بہر حال آپ نے دونوں کے لئے دعا کی، جس کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا، اُس کو اللہ تعالیٰ نے شفا دی اور دوسرے آدمی کو مدینہ منورہ واپسی پر بنی طے نے بطور ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا آج کی رات شدید ہوا آئے گی
تم میں سے ہر آدمی اونٹ سے اپنے آپ کو باندھ لے
لیکن ایک آدمی ویسے ہی کھڑا ہو گیا۔ اس کو ہوا نے
اڑا کر جبل بنی طے پر لے جا ڈالا۔

زہری نے کہا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "حجر" سے گذرے تو آپ نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا، اور سواری کے جانور کو تیز کر دیا، اور ارشاد فرمایا:-

ظالم قوم کی بستیوں میں روتے ہوئے داخل ہو ایسا نہ
ہو کہ کہیں تم بھی گرفتار بلا ہو جاؤ

میں کہتا ہوں صحیحین میں ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

اس معذب قوم کی بستیوں میں روتے ہوئے داخل
ہو، اور اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بنا لو! ایسا نہ
ہو کہ کہیں تم بھی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔

(علامہ نے مختلف الفاظ میں ایک ہی معنی پر مشتمل چند روایات اور ذکر کی ہیں)

متفرقات

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ایک صبح ایسا اتفاق ہوا کہ، لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ آپ نے خدا سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا اور زوردار بارش ہوئی۔ لوگوں نے اپنے برتنوں میں پانی بھر لیا۔ اور یہاں سے روانہ ہوئے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک اونٹنی گم ہو گئی تو زید

بن ابی صلعت جو ابھی تک منافق تھے بولے "محمد صلعم" آسمانوں تک کی تو خبر دیدیتے ہیں اور ان کو یہ خبر نہیں کہ اونٹنی کہاں ہے؟ جب آپ سے یہ عرض کیا گیا، تو آپ نے فرمایا بقسم خدا کی۔ اللہ تعالیٰ جس قدر مجھے بتلا دیتا ہے اسی قدر میں بتلا دیتا ہوں اور اس کے بعد فرمایا۔ دیکھو وہ فلاں وادی میں ہے اور اس کی نکیل درخت سے اٹک گئی ہے لوگ گئے اور اس کو لائے۔

اسی واقعہ میں آپ نے ایک عورت کے باغ کے پھلوں کا اندازہ کیا، اور بتلایا وہ دس "وسق" ہیں یہیں سے لوگ پیچھے رہنا شروع ہو گئے برابر یہ ہوتا رہتا تھا کہ فلاں آدمی رہ گیا۔ آپ فرما دیتے چھوڑ دو! اگر خدا چاہے گا تو وہ آملے گا ورنہ اللہ تمہاری نصرت اور حفاظت فرمائے گا۔

ذکر ابوذر رضہ

حضرت ابوذر رضہ کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، ان کی اونٹنی تھک گئی۔ وہ اُس کا بوجھ اپنی کمر پر لادے ہوئے اور اس پر ملامت کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ دور سے کسی نے حضرت ابوذر کو آتے دیکھا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ تنہا آدمی پیدل آتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا، ابوذر ہوں گے! جب قریب ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا

ابو ذر یمشی وحدہ ویموت ۔۔۔ ابوذر اکیلا ہی چلتا ہے وہ تنہا ہی مرے گا

وحدہ ویبعث وحدہ ۔۔۔ اور قیامت میں تنہا ہی اُٹھے گا۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ جب حضرت عثمان رضہ نے ابوذر کو ربذہ کی طرف بھیج دیا تو ان کی وفات ایسی حالت میں ہوئی کہ اُن کے پاس کوئی بھی نہ تھا، صرف ان کی بیوی اور ان کا غلام تھا۔ اُس وقت انھوں نے وصیت کی، کہ مجھے غسل دیکر اور کفنا کر راستہ پر لاکر رکھ دینا جو بھی وہاں سب سے پہلے آئے اس سے کہو یہ ابی ذر رضہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں چنانچہ ویسے ہی کیا گیا تو حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ وہاں آئے ۔ وہ ایک عراقی قافلہ کے ساتھ جارہے تھے ۔ان کے ساتھ ابو عمار بھی تھے بسرراہ جنازہ رکھا تھا ۔ اندیشہ تھا کہ اونٹ روند ڈالیں غلام کھڑا ہوا اور بولا یہ جنازہ ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا ہے ۔یہ سنکر حضرت ابن مسعودؓ نے بیخ پیخ کر رونا شروع کردیا ۔ اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا سب نے اتر کر نماز جنازہ ادا کی ۔ اس وقت حضرت ابن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی تھی

میں کہتا ہوں ۔اس قصہ میں کلام ہے ۔ ابو حاتم ، ابن حبان ، ان دونوں نے حضرت ابو ذرؓ کی وفات کا قصہ ام ذرؓ سے روایت کیا ہے ۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب ابو ذرؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں رونے لگی ۔ فرمایا ، کیوں روتی ہو ؟ میں نے عرض کیا ۔ رونے ہی کا مقام ہے ۔ آپ جنگل میں ہیں ، نہ میرے پاس کفن کو کپڑا ہے اور نہ میں آپ کو چھوڑ کر جا سکتی ہوں ۔ فرمایا بشارت ہو ۔ میں نے حضور صلعم سے سنا ہے " میں چند آدمیوں کے ساتھ تھا ۔ آپ نے ارشاد فرمایا ۔ تم میں سے ایک آدمی کا انتقال جنگل میں ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت آکر اس کی نماز پڑھائیگی ان ساتھیوں میں سے صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں ، قسم خدا کی نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ۔ جا ! راستہ دیکھ ! میں نے کہا ۔ حجاج جا چکے ہیں ۔ راستہ بند ہو چکا ہے ۔ ارشاد فرمایا ۔ جا ، راستہ دیکھو ! چنانچہ میں بار بار ٹیلہ پر آتی اور دیکھتی ، اور کبھی ان کے پاس بیٹھ جاتی ۔ اسی اثنا میں چند حضرات اونٹوں پر گزرے میں نے ان کو اشارہ کیا وہ تیزی سے میرے پاس آئے اور بولے ، اللہ کی بندی کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا ، ایک مسلمان مرد حالت نزع میں ہے اُس کو کفناؤ ۔ بولے وہ کون ہے ؟ میں نے کہا ابوذرؓ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ ، میں نے کہا ہاں ! وہ تیزی سے ابوذرؓ کے پاس آئے تب حضرت ابوذرؓ نے ان سے کہا ۔ بشارت ہو ! میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سُنا ہے اور اب ان ساتھیوں میں سے کوئی نہیں قسم خدا کی نہ میں نے جھوٹ بولا، اور نہ مجھ پر جھوٹ بولا گیا اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو میں اس کے علاوہ کسی دوسرے کپڑے کو کفن کے لئے نہ کہتا۔ اور فرمایا۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اگر تم میں کوئی آدمی امیر، عریف، نقیب قاصد ہو تو وہ کفن نہ دے۔ اتفاق سے اس جماعت میں ایک انصاری جوان کے علاوہ سب ایسے ہی تھے، اس انصاری جوان نے کہا، چچا! میں آپ کو کفن دونگا۔ یہ میری چادر ہے جس کو میری ماں نے سوت کات کر تیار کیا ہے۔ فرمایا تو ہی کفن دینا اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا اور ان پر جنازہ کی نماز پڑھ کر اُن کو دفن کر دیا گیا۔

منافقین کے بارے میں لشکر اسلام میں منافقین نے طرح طرح کی باتیں شروع کر رکھی تھیں۔ ودیعہ بن ثابت بن عمیر آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر رض سے فرمایا جہاں وہ آگ روشن ہے، وہاں جاؤ! اور کہو کیا باتیں کرتے ہو؟ اگر وہ انکار کریں تو کہنا کہ تم یہ باتیں کر رہے تھے۔ عمار بن یاسر رض گئے اور ان کو لائے تو انھوں نے صاف جھوٹ بول دیا اور کہا ہم تو آپس میں ویسے ہی ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل کیا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۔ — اگر آپ اُن سے دریافت کرینگے تو کہینگے ہم تو آپس میں ویسے ہی کھیل رہے تھے۔

ابن عائذ نے اپنے مغازی میں بیان کیا ہے کہ آپ نے تبوک میں اس زمانہ میں قیام فرمایا جب وہاں پانی کم تھا۔ آپ نے منہ میں پانی لیا اور چشمہ میں کلی کردی، اُس سے پانی اُبلنے لگا اور وہ ابھی تک ویسا ہی ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

میں کہتا ہوں، مسلم شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کل کو انشاء اللہ چاشت کے وقت تبوک چشمہ پر پہونچو گے میرے پہونچنے سے پہلے کوئی بھی اس کا پانی نہ چکھے" اتفاق سے دو آدمی وہاں پہونچ گئے۔ اس میں بہت کم پانی تھا۔ اور سفید تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لائے تو دریافت کیا تم نے پانی پیا تھا، بولے ہاں۔ آپ نے ان پر ناگواری کا اظہار فرمایا، اس چشمہ میں سے تھوڑا تھوڑا سا پانی جمع کیا گیا جب اتنا پانی ہو گیا کہ وضو ہو جائے تو آپ نے وضو کیا اور وضو کے فضلہ کو اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ چشمہ جاری ہو گیا۔ اور لوگ خوب سیراب ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا اگر تمہاری عمر طویل ہوئی اور تم ادھر آئے تو اس کو بھرا ہوا ہی پاؤ گے۔

امیر ایلاء جب آپ تبوک پہونچے تو حاکم ایلاء حاضر ہوا اور جزیہ پر صلح کر لی، اور اہل جرباء اذرح بھی آئے اور انھوں نے بھی جزیہ دیکر صلح کر لی۔ آپ نے ان کو ایک ایک صلحنامہ لکھ دیا۔ جو اُن کے پاس رہا ۔ امیر ایلہ کے لئے لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

یہ امن نامہ اللہ اور محمد رسول اللہ کی طرف سے یوحنا بن رویہ اور باشندگان ایلہ کے لئے ہے۔ اور ان کے ان قافلوں کے لئے ہے جو دریا اور خشکی میں سفر کر رہے ہیں۔ ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے اور جو ان کے ساتھ اہل شام، اہل یمن، اہل بحرین ان میں سے کوئی بھی معاہدہ کے خلاف نہ کرے۔ ورنہ پھر نہ اس کے مال کی حفاظت ہو گی اور نہ جان کی ہمدردی اور خشکی کے راستوں میں لوگوں کے لئے رکاوٹ نہ کی جائے۔

سریہ خالد بن ولید ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر کے پاس حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔ یہ کندہ قبیلہ سے تھا اور نصرانی تھا، اور دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا۔ آپ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا، تم اُس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ حضرت خالدؓ جب اس کے قلعہ کے قریب پہونچے تو چاندنی رات تھی۔ دیکھا اس کی عورت اس کے ساتھ ہے اس نے گائے کا شکار کیا۔ اور پھر اپنے بھائی کے ساتھ سوار ہو کر نیچے آیا۔ حضرت خالد نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا اور اُس کو گرفتار کر لیا اُس کا ایک خیمہ "دیباج" کا تھا، اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجدیا، اور پھر خود اکیدر کو لیکر حاضر ہوئے۔ اکیدر نے جزیہ پر صلح کر لی۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضؓ کو ۴۲۰ سواروں کے ساتھ بھیجا تھا، اور انھوں نے ایک ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہ اور چار سو نیزوں پر صلح کی تھی۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ اکیدر اور یوحنّہ دونوں ایک ساتھ حاضر ہوئے تھے اور دونوں نے جزیہ پر صلح کی تھی۔

چشمۂ تبوک ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ آپ نے تبوک میں چودہ دن قیام فرمایا اور وہاں سے آگے نہیں بڑھے بلکہ تبوک ہی سے واپس ہو گئے۔ راستہ میں ایک وادی "مشقق" تھی آپ نے ارشاد فرمایا پہلے وہاں جو پہونچ جائے پانی نہ پئے لیکن دو منافقین آگے چلے گئے اور انھوں نے پانی پیا۔ جب آپ وہاں پہونچے تو پانی ختم ہو چکا تھا، آپ نے دریافت کیا کس نے پانی پیا ہے؟ بتلایا گیا۔ فلاں فلاں نے۔ آپ نے ان منافقوں کے حق میں بد دعا کی۔ اور پھر اس چشمہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ جوش مارنے لگا اور سب سیراب ہوئے۔ لیکن مسلم شریف کی حدیث اس سے پیشتر گذر چکی ہے وہ زیادہ صحیح ہے اور دو واقعہ کا ہونا ممکن ہے۔

وفات عبداللہ ذوالبجادین حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ایک رات کو میں نے دیکھا کہ لشکر کے ایک گوشہ میں روشنی ہو رہی ہے میں وہاں گیا تو دیکھا کہ حضور صلعم اور حضرت ابوبکر اور عمر موجود ہیں اور عبداللہ ذوالبجادین کا جنازہ رکھا ہے حضورؐ قبر میں اترے ہوئے اور ابوبکرؓ وعمرؓ لاش کو سہارا دیکر قبر میں اتار رہے ہیں۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

اللّٰھُمّ انی قد امسیت — الٰہی میں شام تک اس سے راضی

راضیًا فارض عنہ — رہا ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کاش کہ میں صاحب قبر ہوا ہوتا۔

آپ نے تبوک سے واپسی میں ارشاد فرمایا۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب بھی تم سفر کرتے ہو یا کسی وادی سے گذرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ میں ہوتے ہیں اور وہ وہ لوگ ہیں جو عذر کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔

تبوک میں خطبہ اور نماز بیہقی نے دلائل النبوت میں اور حاکم نے مستدرک میں عقبہ بن عامرؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے اور اس وقت بیدار ہوئے کہ آفتاب بقدر نیزہ بلند ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا۔ ہم نے تم سے کہا تھا کہ بیدار کر دینا؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس نیند کی وجہ سے آپ بیدار نہ ہو سکے میں بھی اسی نیند کی وجہ سے بیدار نہ ہو سکا۔ چنانچہ آپ نے وہاں سے تھوڑا کوچ کیا اور نماز پڑھی۔ پھر تمام دن اور رات چلتے رہے کہ صبح ہوتے ہی تبوک میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا

اما بعد فان اصدق الحدیث — اما بعد سب سے سچی بات کتاب اللہ کی ہے

کتاب اللہ واوثق العری کلمۃ التقوی الخ — اور سب سے مضبوط حلقہ تقویٰ ہے

ابو داؤد نے سعید بن غزوان کے والد کی روایت اس طرح نقل کی ہے کہ میں حج کے ارادہ سے آرہا تھا کہ تبوک میں پڑاؤ کیا۔ وہاں ہم نے ایک اپاہج کو دیکھا تو اس سے معلوم کیا اس نے بتلایا، کہ حضور صلعم یہاں درخت کے قریب اُترے تھے۔ آپ نے نماز پڑھی میں آپ کے سامنے کو گذر گیا۔ آپ نے میرے حق میں بددعا کی۔

جس نے ہماری نماز قطع کی خدایا اس کے پیر کاٹ دے

اس وقت سے میں ایسا ہی ہوں ابو داؤدؒ نے اس حدیث کو دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

دو نمازوں کو جمع کرنا

ابو داؤدؒ نے معاذ بن جبلؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں اس طرح سفر کر رہے تھے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر کو عصر تک موخر کر دیتے اور پھر ظہر اور عصر دونوں کی نمازوں کو ملا کر پڑھتے اور پھر مغرب کو اس قدر موخر کر دیتے کہ مغرب اور عشا دونوں ساتھ پڑھتے [1]

منافقین کا فریب

ابو الاسود نے اپنے مغازی میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ آپ تبوک سے مدینہ کو واپس آرہے تھے کہ راستہ میں بعض منافقین نے ایک فریب کیا۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ راستہ میں ایک تنگ وادی پڑتی ہے اچانک آپ پر حملہ کر کے گرا دیا جائے۔ یہ بارہ منافق تھے۔ آپ نے اعلان فرمایا جس کا جی چاہے بطن وادی سے جائے وہ کشادہ ہے اور آپ گھاٹی سے روانہ ہوئے۔ حذیفہ بن یمانؓ اور عمار بن یاسرؓ آپ کے ساتھ چلے حضرت عمار نکیل پکڑے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ پیچھے سے ہانک رہے تھے۔

---

[1] اس پر تفصیلی بحث حصہ اول میں گذر چکی ہے۔

کہ اچانک یہ بارہ منافق منہ پر چادریں لپیٹے آدھمکے ۔ رات کا وقت تھا رات اندھیری تھی اور تنگ گھاٹی تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو دیکھا تو بہت غصہ ہوئے اور حضرت حذیفہ کو امر فرمایا کہ چھڑی سے ان پر حملہ کیا جائے حضرت حذیفہ ان کی سواریوں کے اوپر اور ان کے چہروں پر چھڑی مار رہے تھے ۔ یہ گھبرا کر بھاگ نکلے اور جلدی سے لشکر میں آکر مل گئے ۔ آپ نے فرمایا ۔ حذیفہ اب جلدی سے اونٹ کو ہانک کر یہاں سے نکالو ! اور آپ گھاٹی سے نکل گئے ۔ ادھر صحابہ رضؓ آپ کا انتظار کر رہے تھے ۔

آپ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا ، تم ان کو شناخت کرتے ہو ؟ عرض کیا ، فلاں فلاں کو شناخت کرتا ہوں ، وہ منہ کو چادر لپیٹے ہوئے تھے ۔ آپ نے فرمایا ، تم جانتے ہو ان کا کیا ارادہ تھا ؟ عرض کیا نہیں ۔ فرمایا ۔ یہ منافق مجھے وادی میں دھکیل دینا چاہتے تھے ۔ عرض کیا ، یا رسول اللہ ! اگر اجازت ہو تو ہم اُن کی گردنیں اڑا دیں فرمایا نہیں ۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ یہ نقل کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو قتل کروا دیتے ہیں ۔ اور آپ نے حضرت حذیفہ اور حضرت عمار کو اُن کے نام بتلا دیئے اور فرمایا حتی الامکان ان کو پوشیدہ رکھنا ۔ ابن اسحٰق نے یہ اور روایت کیا ہے ۔ کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے اور اُن کے آباء کے نام کی خبر دیدی ہے ۔ اور میں صبح کو بتلا دوں گا

جب صبح ہوئی اور سب آدمی یکجا ہوئے تو آپ نے فرمایا ۔ عبداللہ بن ابی سعد بن ابی سرح ۔ ابوخاطر اعرابی ۔ عامر یا ابوعامر جلاس بن سوید ۔ مجمع بن حارثہ ملیح تیمی (اس نے بیت اللہ کی خوشبو چوری کی تھی) حصین بن نمیر (اس نے ایک مرتبہ کھجوریں چرائی تھیں) ، طعیمہ بن ابیرق ، عبداللہ بن عیینہ ۔ مرۃ بن ربیع کو بلاؤ ۔ آپ نے ان سب کو جمع کیا ، اور ان کو ان کے مشوروں اور باتوں اور تدبیروں کی خبر دی

اور ان کے مکر کو ظاہر فرمایا۔

ان بارہ منافقین کی موت نفاق ہی پر ہوئی۔ ان میں ابو عامر ان کا سرغنہ تھا۔ لوگ اس کو ابو عامر راہب کہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو عامر فاسق فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا

انھوں نے ہی مسجد ضرار بنائی تھی۔

ایک تنقید

ابن اسحٰق نے جو حدیث روایت کی ہے اس پر چند اعتبار سے کلام ہے۔ اولاً تو یہ کہ آپ نے ان منافقین کے ناموں کی اطلاع صرف حذیفہ ہی کو دی تھی، اور کسی کو نہیں بتلائے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ کا خطاب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگیا تھا۔ ان ناموں کے بارے میں نہ آپ نے حضرت عمرؓ سے کچھ فرمایا اور نہ کسی دوسرے صحابیؓ سے کچھ فرمایا۔ چنانچہ ان مشکوک اور مشتبہ لوگوں میں سے جب کسی کا انتقال ہوتا تو حضرت عمرؓ فرماتے۔ حضرت حذیفہ اگر اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں تو پڑھو ورنہ نہیں۔

۲۔ اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبداللہ بن اُبی بھی موجود تھا۔ حالانکہ ابن اسحٰق ہی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوا تھا۔

۳ اس روایت میں سعد بن ابی سرح کا نام بھی ہے۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کا اسلام ہی ثابت نہیں۔ البتہ اس کا بیٹا عبداللہ مسلمان ہوا اور ہجرت کی اور پھر مرتد ہوگیا اور مکہ چلا گیا تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ نے اس کے لئے امن طلب کی تھی پھر وہ مخلص مومن ہو گئے تھے۔ ابن اسحٰق کی اس غلطی کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

۴ اس روایت میں ابو عامر کو بھی شریک بتلایا ہے یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ ابو عامر کے قصہ میں ابن اسحٰق ہی نے قصہ ہجرت میں بروایت عاصم بن عمرو بن قتادہ ذکر کیا ہے

کہ جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہ چند آدمیوں کے ساتھ مکہ سے باہر چلا گیا تھا۔ اور جب مکہ فتح ہوا تو وہ طائف چلا گیا تھا اور جب اہل طائف مسلمان ہوئے تو وہ شام چلا گیا۔

مسجدِ ضرار

تبوک سے واپس ہو کر آپ نے "ذی اوان" میں قیام کیا۔ یہاں سے مدینہ منورہ بہت کم فاصلہ پر ہے (جب آپ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اس وقت منافقین نے آکر عرض کیا تھا کہ ہم نے مسجد تعمیر کی ہے اور اس کی ضرورت بھی تھی اندھیری راتیں اور بارش کی حالت میں بہت پریشانی تھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ وہاں تشریف لے جا کر ہمیں نماز پڑھا دیں۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس وقت سفر درپیش ہے۔ واپسی پر آکر نماز پڑھا دوں گا) ذی اوان ہی میں آپ کے اوپر وحی نازل ہوئی۔ اور آپ نے مالک بن دخشم، معن بن عدی کو بلایا اور فرمایا کہ اس مسجد کو جا کر گرا دو۔ یہ دونوں نہایت تیزی سے بنی سالم بن عوف میں آئے یہ ان کا قبیلہ ہے۔ اپنے ساتھی معن سے کہا تھوڑا ٹھہرو۔ میں روشنی کے لئے آگ لاتا ہوں۔ اور پھر اس مسجد میں داخل ہوئے اور اس کو جلا دیا اور گرا دیا۔ اسی مسجد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

والذین اتخذوا مسجداً	وہ لوگ جنھوں نے مسجد ضرار و کفر مسلمانوں
ضراراً و کفراً و تفریقاً بین المومنین	میں تفرقہ کے لئے تعمیر کی ہے

ابن اسحٰق نے کہا، اس مسجد کو بارہ منافقین نے تعمیر کیا تھا۔ ان میں ثعلبہ بن حاطب بھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے جن منافقین نے مسجد تعمیر کی تھی وہ انصار کے قبیلہ کے چند آدمی تھے۔ ابو عامر نے اکسایا تھا کہ تم مسجد تعمیر کرو۔ میں بھرپور امداد کروں گا۔ میں قیصر روم کے پاس جاؤں گا، اور لشکر لے کر آؤں گا۔ جب یہ لوگ تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس آئے اور نماز کے لئے درخواست کی۔

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ولا تقم فیہ ابداً لمسجد	اس میں آپ کبھی قیام نہ فرمائیں۔ وہ مسجد
اسس علی التقویٰ من اول یوم	کہ جس کی بنیاد اول یوم ہی سے تقویٰ پر ہے زیادہ
احق ان تقوم فیہ ۔ الخ	حقدار ہے کہ آپ وہاں قیام فرمائیں۔

مدینہ منورہ میں داخلہ جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو استقبال کے لئے بہت سے مرد عورتیں اور بچے حاضر ہوئے جو یہ گا رہے تھے:۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داعی

بعض راویوں نے یہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ جب آپ ہجرت کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے اُس وقت یہ اشعار گائے گئے تھے۔ یہ وہم ظاہر ہے کیونکہ ثنیۃ الوداع شام کی جانب ہے۔ مکہ سے آنے پر ثنیۃ الوداع نہیں پڑتی ہے جب آپ مدینہ کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا "یہ طابہ" ہے یہ جبل احد ہے ہم اُس کو محبوب رکھتے ہیں اور یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔

تائبین سب سے پہلے آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اور دو رکعت نماز ادا کی۔ جو لوگ رہ گئے تھے وہ حاضر ہونا شروع ہوئے، یہ لوگ اسّی سے کچھ زیادہ تھے، آپ نے ان کے اعذار کو قبول فرمایا، اور ان کو بیعت کیا اور ان کے لئے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے حوالہ کیا۔

جب کعب بن مالکؓ حاضر ہوئے تو آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا، اور فرمایا۔ آیئے کعب بن مالکؓ کہتے ہیں، میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا عذر تھا، میں نے عرض کیا، خدا کی قسم اگر میں جھوٹ بولوں گا تو وہ آپ کے سامنے

نہیں چل سکے گا، اور میں سچ کہوں گا تو امید ہے کہ خدا معاف فرما دیگا۔ خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور نہ میں اس وقت سے زیادہ کبھی فارغ البال ہوا اور نہ صاحب استطاعت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اُٹھ جائیے! اب خدا آپ کے بارے میں جو فیصلہ کریگا وہی کیا جائیگا میں اُٹھ کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے آدمی بھی کھڑے ہو گئے اور مجھ کو تنبیہ کرنے لگے کہ آپ نے سچ بولا، اگر آپ بھی کوئی عذر پیش کر دیتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استغفار آپ کے لئے کافی ہوگی۔ اور اس حد تک لوگوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہونے لگا، کہ واپس ہوکر میں بھی کوئی عذر بیان کر دوں۔ میں نے دریافت کیا میری طرح اور کوئی بھی ہے۔ بولے دو آدمی اور ہیں۔ انھوں نے بھی یہی کہا ہے اور آپ نے ان سے بھی یہی فرمایا ہے میں نے دریافت کیا کون ہیں۔ بتلایا مرارہ بن ربیع رض۔ ہلال بن امیہ۔ یہ دونوں حضرات وہ ہیں جو بدر میں حاضر رہے ہیں اور ان کے بارے میں ارشاد خداوندی موجود ہے یہ سنکر میں چلا گیا۔

جناب رسول اللہ نے ہمارے بارے میں مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ ہم سے کوئی کلام نہ کرے۔ ہمارے لئے زمین تنگ ہو گئی اور اسی حال میں ہمارے اوپر پچاس راتیں گذریں میرے دونوں ساتھی اپنے گھروں میں جا بیٹھے وہ روتے تھے لیکن میں ابھی لوگوں کے درمیان چل پھر رہا تھا۔ اور نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتا رہتا تھا۔ بازار میں بھی جاتا۔ حضورؐ کی مجلس میں بھی جاتا اور دیکھتا رہتا کہ کہیں میرے بارے میں تو آپ کے ہونٹ متحرک نہیں ہو رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہوکر بھی نماز پڑھتا، اور گوشہ چشم سے دیکھتا رہتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے میں نے اپنے چچازاد بھائی ابو قتادہ (جو مجھ سے بہت محبت کرتے تھے) دیوار کے اوپر سے سلام کیا، مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا، میں نے کہا، ابو قتادہ! کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے بار بار خدا کی قسم دی تو اتنا بولے "اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے"۔ یہ سُنکر

میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ایک دن میں بازار میں جارہا تھا۔ اتفاق سے چند تاجر (نبطی) آئے۔ وہ غلّہ فروخت کررہے تھے اور میرا پتہ دریافت کرکے میرے پاس آئے اور "غسانی بادشاہ" کا مکتوب مجھ کو دیا جس میں لکھا تھا۔

اما بعد۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ نے اس قابل نہیں بنایا ہے کہ شہر تمہارے لئے تنگ ہو یا تم وہاں ذلیل ہو کر رہو

یہ میرے لئے ایک نئی مصیبت تھی۔ میں نے ایک دفعہ خود کو تنور میں گرا دینے کا ارادہ کرلیا تھا۔ بہرحال اسی حالت میں ہم پر چالیس راتیں گذر گئیں۔ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہمارے پاس حکم آیا کہ "تم اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہو" میں نے کہا، کیا میں طلاق دیدوں؟ جواب دیا نہیں، بلکہ اس سے علیحدہ رہو اور قربت نہ کرو۔ اسی طرح میرے دوسرے ساتھیوں کے پاس پیغامات پہونچے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے والد کے یہاں چلی جاؤ۔

حضرت ہلال بن امیہؓ کی بیوی حضورؐ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا حضور! ہلال بہت بوڑھے ہیں اور کوئی خادم بھی پاس نہیں ہے۔ کیا آپ نے ان کی خدمت سے بھی منع فرمادیا ہے۔ ارشاد فرمایا بلکہ تم اس سے قربت نہ کرنا۔ بولی، حضور! اس کو تو اب حرکت بھی نہیں ہوتی وہ تو اب تک برابر روتے رہے ہیں۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں، میرے بعض متعلقین نے کہا اگر آپ بھی اپنی عورت کے لئے اجازت حاصل کرلیتے تو اجازت ہوجاتی۔ میں نے کہا قسم خدا کی میں ہرگز اجازت نہ لوں گا مجھے کوئی ضرورت بھی نہیں ہے، اور پھر میں جوان بھی ہوں۔ اس کے بعد ہم نے

اُس دن توقف کیا جب پورے پچاس دن ہو چکے تو، میں نے پچاسویں دن کی صبح کی نماز ادا کی ہی ہیں اپنی جگہ بیٹھا ہوا ذکر کر رہا تھا اور جان سے تنگ آچکا تھا، اچانک ایک بلندی سے کسی نے زور سے پکارا " اے کعب بن مالک! بشارت ہو! میں سجدے میں گر پڑا۔ اتنے ہی میں یکے بعد دیگرے ہمارے پاس لوگ بشارت دینے کے لئے آتے رہے ایک سوار بھی آیا، اور ایک نے زور سے آواز دی۔ ظاہر ہے کہ آواز سوار سے پہلے مجھ تک پہونچ گئی۔ وہ آواز دینے والا جب میرے پاس آیا تو جو کپڑے میں پہنے تھا وہ میں نے اتار کر ان دونوں مبشرین کو دیدیئے۔ اس دن میں اس کے سوا کسی چیز کا مالک نہ تھا، اور دو کپڑے مانگ کر پہنے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور مسجد میں تھے اور لوگ آپ کے گرد تھے۔ مجھے مبارکباد دینے کو اُٹھ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے ابو طلحہ میری طرف کو بڑھے۔ اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ جب میں حضورؐ کی طرف بڑھا تو آپ کا چہرۂ انور خوشی کی وجہ سے دمک رہا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ اعلان آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ حضورؐ کی عادت مبارکہ ایسی تھی کہ جب آپ کو خوشی ہوتی تو آپ کا رُخ انور چاند کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم اس کو محسوس کرتے تھے۔

جب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے مال میں سے صدقہ نکالوں آپ نے فرمایا اپنے پاس رکھو! کچھ نکال دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! مجھے اللہ تعالیٰ نے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میں سچ ہی بولوں گا اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین　　　اللہ تعالیٰ نبی اور مہاجرین اور انصار

والانصار (الی قولہ) یایھا الذین — کی طرف متوجہ ہو (الی قولہ) ایمان والو تقوی اختیار
امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین — کرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

عثمان بن سعید دارمی نے حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت نقل کی ہے:۔

واٰخرون اعترفوا بذنوبھم — دوسرے وہ جنھوں نے گناہوں کا اعتراف
خلطوا عملاً صالحاً واٰخر سیئا — کیا اور نیکیوں کے ساتھ ان کی برائیاں بھی تھیں

اس آیت کے تحت بیان کیا ہے کہ وہ دس آدمی تھے جو غزوہ تبوک میں شرکت سے رہ گئے تھے جب آپ ؐ واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا تھا۔ جب آپ مسجد میں پہونچے تو آپ کو بتلایا گیا یہ ابولبابہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جو غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہوگا اُس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تب حضور ؐ نے ان کے کھولنے کا امر فرمایا۔ اس وقت ان حضرات نے اپنے اموال لاکر پیش کئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہارے مال نہ لوں گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:۔

خذ من اموالھم صدقۃ — ان کے مال میں سے صدقہ لیجئے اور ان
تطھرھم وتزکیھم وصل علیھم ان — کو پاک اور صاف کیجئے اور ان کے لئے دعا کیجئے۔
صلٰوتک سکن لھم — آپ کی دعا ان کے لئے سکون کا باعث ہے۔

تین حضرات ایسے تھے جنھوں نے اپنے کو ستون سے نہیں باندھا تھا ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لقد تاب اللہ الخ۔ اس حدیث کے تابع عطیہ بن سعد بھی ہیں۔

احکامات | ۱۔ شہر حرام میں قتال جائز ہے کیونکہ آپ کا خروج رجب کے مہینہ میں ہوا تھا لیکن یہ بات کہ (تبوک والے) اہل کتاب تھے۔

جن کا یہ عقیدہ نہیں تھا صرف عربوں کا عقیدہ تھا اوران کے بارے میں گذرچکا ہے کہ یہ تحریم منسوخ ہوچکی تھی۔

۲۔ امام کا رعیت سے ایسے امور کو پوشیدہ رکھنا جائز ہے جو ان کے لئے مضر ہیں۔

۳۔ اعلانِ جہاد کے بعد سب کا کوچ کردینا واجب ہے۔ ایسے تین موقعہ ہیں کہ جہاد فرض عین ہوجاتا ہے، دوسرا موقعہ یہ ہے کہ دشمن سرحد پر آجائے۔ اور تیسرا جب دونوں صفیں مقابل ہوں۔

۴۔ جہاد مال کے ذریعہ بھی واجب ہے جیساکہ جان کے ذریعہ واجب ہے، بلکہ مال کے ذریعہ جہاد مقدم ہے جیساکہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

من جھز غازیًا فقد غزا — جس نے غازی کو سامان دیا اُس نے خود بھی جہاد کیا

۵۔ حضرت عثمانؓ کی فضیلت ثابت ہے کہ آپ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ "آج کے بعد عثمان جو کچھ کریں وہ ان کے لئے مضر نہیں ہے۔

۶۔ جو مال سے عاجز ہوں اور معذور ہوں اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیتا ہے مثلاً وہ حضرات جو آپ سے سواری طلب کرنے آئے تھے۔ اور آپ نے فرمادیا تھا کہ میرے پاس نہیں ہے تو روتے ہوئے واپس ہوگئے تھے۔

۷۔ جب امام کو سفر درپیش ہو تو اپنی رعیت پر کسی کو خلیفہؐ مقرر کردے۔ اکثر وبیشتر آپ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ

---

[1] پوری سیرت مبارکہ میں یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ جتنی مرتبہ آپ جہاد کو گئے، مدینہ پر کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کیا اور جب کسی سریہ کو بھیجا تو اس پر امیر مقرر فرمایا یعنی اسلام کی پوری تعلیمات میں خلافت اور امارت کو اہم مقام حاصل ہے۔ بالفاظ دیگر مرکزیت کے ساتھ اجتماعیت اور ملی انفرادیت۔ یاد رہے اگر کوئی اقلیت اقتدار سے محروم ہوجائے تو اسکا سہارا ملی انفرادیت ہی ہے۔

دس سے زیادہ مرتبہ ان کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت علی رضہ کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا جیسا کہ صحیحین میں ہے جب انھوں نے حضور صلعم سے عرض کیا کہ آپ نے مجھے ساتھ لے جانے سے کیوں روک دیا تو فرمایا، تمہاری مثال میرے اہل میں ایسی ہے جیسی ہارون ع کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ لیکن یہ خلافت خاصہ تھی۔ خلافت عامہ محمد بن مسلمہ کیلئے بھی

۸۔ درختوں کے اوپر کھجوروں (وغیرہ) کا اندازہ لگا کر وزن مقرر کرنا جائز ہے اور اس کی تفصیل غزوۂ خیبر میں گذر چکی ہے [۱]

۹۔ جو پانی قوم ثمود کے کنووں میں تھا۔ اس کا پینا اور اس سے کھانا پکانا اور اس سے طہارت لینا جائز نہیں ہے البتہ جانوروں کو پلانا جائز ہے۔ یہ کنوئیں اب تک باقی ہیں [۲]

۱۰۔ وہ شہر اور آبادیاں جو مغضوب علیہ ہیں ان سے نہایت سرعت کے ساتھ گذر جانا چاہئے۔ اور روتے ہوئے داخل ہونا چاہیئے۔ وادیٔ محسر سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سرعت کے ساتھ گذر جاتے تھے [۳]

۱۱۔ جمع بین الصلاتین جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت معاذ کی حدیث میں جمع تقدیم جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا ہے کہ جمع تقدیم صرف عرفات میں جائز ہے [۴]

۱۲۔ ریت سے تیمم کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے لیکر تبوک تک ریت کا

---

[۱] اندازہ لگا کر بیع جائز ہے [۲] حضرت مجدد الف ثانی کے تذکرے میں ہے کہ انھوں نے گنگا کے پانی سے وضو کرنے کو اس وجہ سے انکار کردیا تھا کہ وہ کافروں کا معبود ہے (الفرقان مجدد نمبر) [۳] موجودہ زمانہ میں فواحشات کے اڈوں کا یہی حکم ہے [۴] تفصیلی بحث حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے (۵) حضرت امام شافعی رح انکار فرماتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

میدان ہے اور یہیں صحابہ رضؓ نے پیاس کی شکایت کی تھی قطعی طور سے ثابت ہے وہ تیمم کیا کرتے تھے

۱۳۔ حضورؐ نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا لیکن قصر کیا۔ اور منع نہیں فرمایا کہ جو بیس دن یا اس سے زیادہ قیام کرے اُس کو قصر کرنا چاہئیے۔ اس بارے میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔

۱۴۔ قسم سے حانث ہو جانا مستحب ہے اور اس کا کفارہ پہلے ادا کر دو یا بعد میں ؎

۱۵۔ غصہ کی حالت میں بھی قسم ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ منافقین کے قتل کو ترک کرنا جائز ہے۔ حالانکہ آپ کو ان کا کفر صریح معلوم ہو چکا تھا۔ اسی پر زندیق کے عدم قتل کو بیان کیا ہے جبکہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے۔

۱۷۔ رات میں دفن کرنا جائز ہے حضرت امام احمد سے رات کے دفن کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا جائز ہے۔ اور کہا حضرت ابو بکر رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت فاطمہ رضؓ رات ہی کو دفن کئے گئے۔ اور ابن مسعود رضؓ بھی رات ہی کو دفن کئے گئے۔

۱۸۔ امام جب کسی سریہ کو بھیجے یا کوئی قلعہ فتح کرے تو خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت تقسیم کرے جیسا کہ حضور صلعم نے اکیدر سے صلح کرنے کے موقعہ پر کیا تھا۔

۱۹۔ جہاد قلوب سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے:۔

جاھدوا المشرکین بالسنتکم مشرکین کے ساتھ زبان سے دل سے

؎۔ علامہ نے گذشتہ سطور میں ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ چودہ دن قیام فرمایا تھا اور اس مدت میں اتمام کیا جاتا ہے قصر نہیں بالفرض اگر بیس دن کی روایت صحیح ہے تو پھر جنگل میں قیام کا اعتبار نہیں۔ اسی طرح لشکر کے قیام کا اعتبار نہیں ہے ؎۔ حنفیہ کے نزدیک کفارہ قسم کے بعد میں واجب ہوتا ہے پہلے نہیں (نور الانوار)

وقلوبکم و اموالکم   اور مال سے جہاد کرو ا
یہ مسئلہ اس سے ماخوذ ہے جو آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مدینہ میں ایک قوم ایسی ہے کہ تم جو کوئی وادی طے کرتے ہو تمہارے ساتھ ہوتے ہیں ۔اس سے قلب کے ساتھ ہونا مراد ہے ۔

۲۰ ۔ معصیت کے مقامات کو جلانا جائز ہے جیسا کہ مسجد ضرار کو جلایا گیا تھا . اور ایسے ہی حضرت عمرؓ نے اس بستی کو جلایا تھا جس میں شراب تیار کی جاتی تھی ۔ اور اسی طرح رویشد ثقفی کی دوکان کو جلایا گیا اور ایسے ہی حضرت سعدؓ کے محل کو جلایا گیا کیونکہ اس پر حاجب مقرر کر دیا گیا تھا ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک جماعت اور جمعہ کے گھروں کو بھی جلانے کا حکم دیا تھا اور عورتوں اور بچوں کی رعایت کی وجہ سے منع کر دیا تھا ۔

۲۰ ۔ وقف جو قربت کی نیت سے نہ ہو وہ جائز نہیں ہے جیسا کہ مسجد ضرار کا وقف ہونا جائز نہیں تھا ، اسی وجہ سے اُس کو منہدم کرا دیا تھا ۔ ایسے ہی اس مسجد کو منہدم کرا دیا جائے گا جس کی تعمیر کسی قبر پر ہوئی ہو ۔ ایسے ہی اگر کسی میت کو مسجد میں دفن کر دیا جائے تو اس کی قبر کو اُکھاڑ دیا جائے گا ۔ امام احمد نے ایسا ہی بیان کیا ہے ۔ لہذا اسلام میں مسجد اور قبر دونوں جمع نہیں ہو سکتیں ۔ اور اس مسجد میں نماز بھی نا جائز نہ ہو گی ۔ اور آپ نے قبر کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے ۔

۲۱ ۔ آنے والے کے استقبال میں اظہار مسرت کے لئے اشعار پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ مزامیر نہ ہوں اور گانا بھی نہ ہو ۔

۲۲ ۔ آپ نے مدینہ منورہ واپسی کے موقعہ پر اپنی مدح میں اشعار سنے ہیں ۔ دوسروں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا ، مدح کرنے والوں کے مُنہ پر مٹی مار دو !

حج صدیق اکبرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے واپس آنے کے بعد یہ حج کیا۔ ابن اسحٰقؒ نے کہا ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپس ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ رمضان المبارک اور ذی قعدہ قیام فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو حج کے لئے بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو فریضۂ حج ادا کرائیں اور مشرکین اپنے طریقہ پر حج ادا کریں۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تین سو مسلمانوں کو ساتھ لیکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور حضورؐ نے ان کے ساتھ بیس اونٹ کئے، اور اپنے دست مبارک سے ان کے قلادہ ڈالا اور شعار کیا اور ناجیہ بن جندب کو ان کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود اپنے پانچ اونٹوں کو ہانکا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے۔ اس وقت سورۂ برأت کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ توڑنے کا حکم تھا۔ چنانچہ یہ حکم لیکر حضرت علیؓ حضورؐ کی اونٹنی عضباء پر سوار ہوکر روانہ ہوئے جب مقام "عرج" میں اور ابن سعد کے قول کے مطابق "ضجنان" کے مقام پر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات کی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ امیر ہوکر آئے ہیں یا مامور ہوکر آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا، مامور ہوکر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر فرمایا۔ آیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے معاملات میں عامل بناکر بھیجا ہے؟ عرض کیا نہیں! بلکہ مجھے اس واسطے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو سورۂ برأت پڑھ کر سناؤں اور عہد کو ختم کردوں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج ادا کرایا۔ جب یوم نحر آیا تو حضرت علیؓ جمرہ کے پاس کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے مطلع فرمایا اور معاہدہ کو ختم کردیا۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا:۔

لوگو! کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور آج کے بعد
کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی کافر مسجد
حرام میں داخل ہو سکے گا، اور نہ کوئی آدمی ننگا طواف
کر سکے گا جس کسی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہو گئی۔

اور حمیدی نے روایت کیا ہے کہ زید بن نقیع نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا چیز دیکر بھیجا تھا۔ فرمایا چار چیزیں دیکر بھیجا تھا۔

مومن کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کوئی ننگا
طواف نہ کر سکے گا مسلمان اور کافر دونوں ایک ساتھ جمع
نہ ہو سکیں گے، اور معاہدہ کی مدت ختم کی جاتی ہے۔ اور جس
کا عہد نہیں ہے اُس کو صرف چار مہینہ کی مہلت اور دیجاتی ہے

صحیحین میں ابوہریرہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حج میں مؤذن بنا کر بھیجا کہ یوم نحر میں اعلان کردوں کہ کوئی کافر اس سال کے بعد حج نہ کر سکے گا اور نہ کوئی آدمی ننگا طواف کر سکیگا۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیج دیا کہ وہ سورۂ برأت سُنائیں، لہٰذا اس کے بعد میں نے بھی اعلان کیا اور حضرت علیؓ نے بھی اعلان کیا۔

اس قصہ میں واضح دلیل ہے کہ حج اکبر یوم نحر کو کہتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے اس حج سے جو فرض ادا ہوا، یا اُن کا حج فرض، حجۃ الوداع میں ادا ہوا؟ اس میں دو قول ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح قول دوسرا ہے۔ اور ان دونوں قول کی بنیاد دو ہیں، ایک تو یہ کہ آیا حجۃ الوداع سے قبل حج فرض ہو گیا تھا یا نہیں

دوسری صورت یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج اس سال حج کے مہینے میں ہوا تھا یا ذیقعدہ کے مہینہ میں ہوا تھا، کیونکہ کافر حج کے مہینہ کو گھٹاتے بڑھاتے رہتے تھے۔ دوسرا قول مجاہد وغیرہ کا ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد اس کو موخر نہیں کیا۔ بلکہ جس سال فرضیت ہوئی اسی سال آپ نے ادا کر دیا یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے زیادہ مناسب ہے اور جن لوگوں نے حج کی فرضیت کو مقدم مانا ہے ان کے پاس ایک دلیل بھی نہیں ہے زیادہ سے زیادہ وہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ — اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو

اور یہ آیت مبارکہ حدیبیہ کے زمانہ میں نازل ہوئی تھی لیکن اس میں ابتداء فرضیت حج کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں اتمام حج اور عمرہ کا ذکر ہے اور فرضیت حج کے بارے میں جو آیت ہے وہ سال وفود میں نازل ہوئی وہ یہ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ — اور لوگوں پر اللہ کے لئے حج کرنا ہے جو طاقت رکھتے ہیں۔

اور یہ آیت آخری ۹ھ میں نازل ہوئی تھی۔

پچاسواں باب

مدینہ منورہ میں آمد وفود

علاّمہ نے اس عنوان کے تحت سب سے پہلے وفد ثقیف کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے حالات ہم غزوۂ حنین کے تحت بیان کرچکے ہیں تکرار کی وجہ سے یہاں صرف احکامات مستنبطہ کو تحریر کیا جارہا ہے

وفد ثقیف کے واقعہ میں بہت سے احکامات ہیں۔

احکامات

۱۔ کوئی حربی اگر اپنی قوم سے غدر کے ساتھ مال حاصل کرلے اور مسلمانوں سے آملے تو امام اس کے مال سے تعرض نہ کرے اور اگر مال تلف ہوگیا ہو تو اس پر ضمان بھی نہیں ہے۔ آپ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے فرما دیا تھا۔ اسلام تو قبول ہے لیکن تمہارے مال سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔

۲۔ کافروں کو مسجد میں ٹھہرانا جائز ہے اگر ان کے مسلمان ہونے کی امید ہو اور ان کو قرآن پاک سنانا اور اسلامی عبادات کا مشاہدہ کرانا بھی جائز ہے۔

۳۔ دعوت کے لئے اچھی سیاست کو اختیار کیا جائے گا۔

۴۔ کسی قوم کی امارت اور امامت کا مستحق وہ ہوتا ہے جو کتاب اللہ سے زیادہ واقف کار ہو۔

۵۔ مواضع شرک کو منہدم کرنا جائز ہے یہی حال ان مشاہد کا ہے کہ جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں۔ اس جگہ رد بدعت میں علامہ نے وہی کلام کیا ہے جو گذر چکا ہے

۵۔ بُت خانوں کو گرا کر مساجد تعمیر کرانا جائز ہے۔

۶۔ تعوذ کرنے اور تھتکار نے سے نماز قطع نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ اتمام صلوٰۃ اور اکمال صلوٰۃ کے لئے ہے۔

وفد بنی عامر ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا اور غزوہ تبوک سے بھی فارغ ہو گئے تو ہر طرف سے آپ کی خدمت میں وفود آنے لگے اور لوگ دین اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہونے لگے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کے شر سے بچنے کے لئے دعا فرمائی تھی۔ اور ہم نے کتاب الدلائل سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن علار نے کہا "میرے والد وفد بنی عامر میں تھے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور بولے آپ ہمارے سردار ہیں اور صاحب اقتدار ہیں" فرمایا نہیں۔ اللہ ہی سردار ہے۔ تم لوگ ایسی بات نہ کہو جس سے شیطان تمہارا مذاق بنائے۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ وفد بنی عامر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس، خالد بن جعفر غیبان بن مسلم بن مالک بھی تھے۔ یہ سب لوگ اپنی قوم کے منڈ تھے۔ ان میں سے اللہ کا دشمن عامر آگے ہوا چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی غدر کرے تو اس کی قوم نے اس سے کہا "عامر! پوری قوم مسلمان ہو چکی ہے"۔ بولا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک پورا عرب مسلمان نہ ہو جائے۔ اس کے بعد میں اس جوان کا اتباع کروں گا۔ اور اربد سے کہا، دیکھ۔ جب اس رجل "(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ تو میں

لے۔ نماز میں اگر ضرورت پیش آئے اور جگہ ہو تو بائیں طرف تھوک سکتے ہو۔

باتوں میں لگاؤں اور تو تلوار سے اپنا کام کر دینا جب یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو عامر نے جا کر کہا ہم آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا قسم خدا کی اس وقت تک نہیں جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ۔ پھر دوسری مرتبہ کہا تو یہی جواب عنایت فرمایا۔ تو اس نے غصہ میں آکر کہا قسم خدا کی اب ہم بہت بڑے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا:۔

الٰہی۔ عامر بن طفیل سے میری کفایت فرما

جب یہ لوگ واپس ہو گئے تو عامر نے اربد سے کہا۔ اُسے کہاں تھا؟ مجھے تو اب تجھ سے زیادہ ڈر لگنے لگا ہے۔ اور اب میں تجھ پر اعتماد نہ کروں گا۔ اربد نے کہا جلدی نہ کرو! میں نے جب بھی تلوار سے وار کرنا چاہا۔ فوراً ہی میرے اور ان کے درمیان تو ہی آجاتا تھا، اور میں رُک جاتا تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ اپنے علاقہ کی طرف لوٹ گئے۔ راستہ میں اللہ تعالیٰ نے عامر پر طاعون مسلط کر دی، وہ اس مرض میں اپنی عورت (جو بنی سلول سے تھی) کے گھر جا کر مرا۔ اور بقیہ لوگ اپنے قبیلہ میں آگئے جب لوگوں نے ان کو دیکھا تو دریافت کیا۔ اربد نے تفصیل بتلائی۔ اور کہا، اب میں ان کو جا کر قتل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے راستہ میں اس پر بجلی گرادی۔ اور یہ معہ اونٹ کے ہلاک ہو گیا۔ اربد، لبید بن ربیعہ کا بھائی تھا اور اس پر اُس نے مرثیہ کہا تھا۔

بخاری نے روایت کیا ہے کہ عامر بن طفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور دریافت کیا۔ آپ تین باتیں تبلائیں۔ یہ کہ آپ آبادی کے مالک ہو جائیں اور میں جنگلوں کا۔ اور یہ کہ آپ کے بعد میں خلیفہ ہو جاؤں۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو میں آپ کے ساتھ جنگ کروں گا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اور یہ اپنی عورت کے گھر میں مرض طاعون میں مبتلا ہو گیا۔ ایک دن اسی حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر باہر

گیا تھا، اور وہیں اس کا انتقال ہوا۔

وفد عبد القیس

صحیحین میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ وفد عبد القیس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہو؟ عرض کیا۔ ربیعہ سے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "مرحبا"۔ بلا ذلت اور شرمندگی کے آئے ہو اس کے بعد وہ بولے۔ حضور! ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اس وجہ سے ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں اس لئے آپ ہمیں کوئی مفصل چیز بتلائیں کہ جس پر ہم عمل کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی بتلا دیں اور جنت حاصل ہو جائے۔

آپ نے فرمایا، میں تم کو چار چیز کا امر کرتا ہوں، اور چار چیز سے روکتا ہوں۔

ایمان باللہ کا امر کرتا ہوں۔ اور ایمان جانتے ہو کیا ہے
ایمان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ ہے
اور اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان کا امر کرتا
ہوں اور یہ کہ مال غنیمت میں خمس ادا کیا کرو گے۔ اور
چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ دُبّاء، حَنتم، نقیر، مزفت[1]

ان کو یاد رکھو! اور دوسروں کو بھی بتلاؤ۔ اہل وفد نے دریافت کیا، نقیر کے بارے میں آپ کی معلومات کیا ہیں؟ فرمایا، کھجور کے تنے کو کھود کر اس پر چھوہارے ڈال دیتے ہو اور پھر پانی بھر دیتے ہو۔ جب وہ جوش میں آجاتا ہے تو تم پیتے ہو۔ ایسی حالت میں خیال ایسا ہے کہ تم اپنے چچا کے بیٹے کے اوپر تلوار سے وار بھی کر دیتے ہو"

---

[1] دبا۔ لوکی (کدو) کا برتن۔ حنتم شراب کے گھڑے جن میں طائف سے شراب لاتے تھے۔ نقیر پیڑ کے تنے کو بیچ میں سے خالی کر کے اس میں نبیذ تیار کرتے۔ مزفت روغنی سے برتن پر پالش کر دیتے تھے۔ یہ سب برتن شراب میں مستعمل ہوتے تھے۔ مرقاۃ صفحہ ۹۱ ج ۱

(وفد میں ایک آدمی ایسا تھا جس کے اسی معاملہ میں ایک زخم آچکا تھا) پھر فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کی وجہ سے اس کو چھپا رہے ہو (وہ آدمی کھڑا ہوگیا) پھر دریافت کیا "تو پھر پانی کس طرح پئیں ؟ ارشاد فرمایا" چمڑے کی مشک میں پانی بھر لیا کرو، اور اس پانی کو پیا کرو۔ چاہے اس کو کڑی کا بچہ کاٹ کر خراب کردے دو مرتبہ فرمایا، یا تین مرتبہ فرمایا۔

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" عبدالقیس تم میں دو خصلت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ حلم اور کسی کام میں جلدی نہ کرنا

ابن اسحٰق نے کہا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جارود بن علا نصرانی حاضر ہوا، اور یہ بھی وفد عبدالقیس کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا اگر آپ ضمانت دیں تو میں آپکا دین اختیار کروں گا آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں ضامن ہوں تیرے دین سے یہ دین بہتر ہے۔ چنانچہ یہ مع اپنے ساتھیوں کے مسلمان ہوگیا اس کے بعد بولا، حضور! ہمیں کوئی جانور سواری کے لئے دیدیجئے۔ راستہ میں کچھ گمراہ فرقے آباد ہیں میں ان کو تبلیغ کروں گا۔ فرمایا نہیں، یہ بہت دشوار کام ہے۔

احکامات ۱۔ ایمان قول اور عمل[1] کے مجموعہ کا نام ہے یہی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک ہے اور یہی تابعین اور تبع تابعین کا مسلک ہے اسی کو امام شافعیؒ نے بیان کیا ہے اور کتاب وسنت سے اس پر سو کے قریب دلائل ہیں۔

---

[1] علماء حنفیہ اور اکثر علماء کے نزدیک ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔ اعمال، ایمان کے ارکان میں داخل نہیں ہیں اسی اختلاف کی بنا پر امام شافعیؒ حسب تارک صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں۔ رہا علامہ کا یہ فرمانا کہ سو سے زیادہ دلائل ہیں تو علامہ کی تردید میں بھی اس سے زیادہ دلائل ہیں فریقین کی کتابوں میں اس پر بہت مفصل اور مدلل بحث ہے
مرقاۃ مشکوٰۃ ج ۱

۲۔ آپ نے ایمانی خصائل میں حج کو شمار نہیں کرایا، لہٰذا علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس وقت (سنہ ۹ھ) تک حج فرض نہیں ہوا تھا بلکہ وہ سنہ ۱۰ھ میں فرض ہوا۔ ورنہ آپ نماز، صوم، زکوٰۃ کی طرح اس کو بھی شمار کراتے۔

۳۔ رمضان کہنا جائز ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا قول غلط جو کہتے ہیں کہ شہر رمضان کہنا چاہئے۔ صحیحین میں ایک دوسری حدیث ہے من صام رمضان

۴۔ مال غنیمت میں سے ادائے خمس واجب ہے اور یہ بھی ایمان ہی میں سے ہے

۵۔ مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کی حرمت باقی ہے یا منسوخ ہو چکی ہے ... ... اور اس کے بارے میں امام احمد کے دو قول ہیں لیکن اکثر علماء منسوخ ہونے کو کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلم کی روایت حجت ہے۔

میں ان برتنوں سے منع کرتا تھا اب تم ضرورت کے وقت ان میں نبیذ بنا سکتے ہو۔ البتہ مسکر حرام ہے

بعض علماء نے کہا ہے۔ احکام میں احادیث کی نہی منسوخ نہیں ہے اور یہ حدیث حد تواتر کو پہونچی ہے۔ اور حدیث اباحت ایک ہی طریقہ سے مروی ہے اس کا پہلی حدیث سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور حکمت یہ ہے کہ شرب خمر کی وجہ سے اس کے ذرائع سے بھی روکنا تھا۔ علاوہ ازیں ان برتنوں کی شراب زیادہ تیز ہوتی تھی بخلاف دوسرے برتنوں کے۔ بہر حال یہ نہی ذرائع کو بند کرنے کی وجہ سے تھی جیسا کہ زیارت قبور سے نہی شرک کی وجہ سے تھی جب توحید قلوب میں راسخ ہو گئی تو زیارت قبور کی اجازت دیدی گئی۔

۶۔ حلم، اور اناۃ کی تعریف، ان کی ضد، غصہ اور جلدی کرنا ہے جو مذموم ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے جبلی اوصاف پسند ہیں جیسے ذکاوت، شجاعت وغیرہ۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اخلاق اور افعال کا دینے ہی

خالق ہے جیساکہ ذوات کا خالق ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ ان کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ وہ اس امت کے مجوس ہیں اور یہ قول قدریہ کے بارے میں ہے۔ ائمۂ سلف میں سے امام اوزاعی اور دوسرے حضرات نے کہا ہے:۔

انسان وہی عمل کرتا ہے جو اس کی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں اس پر ان افعال کے کرنے میں جبر نہیں ہے۔

کیونکہ جبر اس چیز کا نام ہے کہ انسان اپنی منشاء کے خلاف کوئی کام کرے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے جیسے باکرہ صغیرہ کو نکاح کے لئے مجبور کرنا[1]، اور حاکم کا کسی کو ادائے حق کے لئے مجبور کرنا، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ بندہ پر جبر کرنے کے لئے زیادہ قادر ہے لیکن اس نے انسان کی جبلت میں یہ افعال رکھ دیئے ہیں، اس کے بعد وہ جو چاہتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے۔ اس اعتبار سے جبر کے ایک خاص معنیٰ ہیں اور وہ دوسرا لنگ ہے جو قدریہ بیان کرتے ہیں۔

۷۔ اسی میں یہ بھی مسئلہ ہے کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ضالّہ[2] سے انتفاع کرے جس کا اٹھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً اونٹ ہے۔ اس پر سوار ہونے کو منع فرمایا ہے ارشاد گرامی ہے کہ اونٹ کو چھوڑ دو، اس کا مالک خود اس کو پالے گا۔

وفد بنی حنیفہ

ابن اسحٰق نے کہا ہے۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی موجود تھا۔ اس وفد کو بنی نجار کی ایک عورت کے گھر میں ٹھہرایا گیا تھا۔ لوگ مسیلمہ کذاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کپڑے پہنا کر اور اپنے درمیان چھپا کر لائے

---

[1] حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ صغیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ (شادی شدہ) اس کا عقد بلا اس کی اجازت کے اس کا ولی کر سکتا ہے اور بالغہ کا عقد خواہ وہ ثیبہ ہو یا باکرہ اس کی بلا اجازت کے جائز نہیں ہے [2] گم شدہ چیز جو کسی سے ہاتھ آجائے اس کو لقطہ بھی کہتے ہیں اس کے متعلق بیان گذر چکا ہے۔

تھے اس وقت آپ اپنے صحابہ کے ساتھ ایک کھجور کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اور ایک شاخ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے مسیلمہ سے فرمایا تھا اگر تو یہ شاخ بھی مانگنا چاہے تو میں نہ دوں گا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ مجھ سے یمامہ کے ایک شیخ نے بیان کیا ہے کہ اہل وفد مسیلمہ کو چھوڑ گئے تھے اور خود جا کر مسلمان ہو گئے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ ہم ایک آدمی کو سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بھی وہی فرمایا جو بقیہ اہل وفد کے لئے فرمایا تھا اور اس کذاب نے اہل وفد سے کہا تھا کہ میں تمہارے معاملہ میں شریک نہیں ہوں۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس ہو گئے اور یمامہ آ گئے۔ اور وہ کذّاب مرتد ہو گیا اور بولا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارا شریک نہیں ہوں، اور اس کے بعد اس مردود نے قرآن کے مشابہ گھڑنا شروع کیا، اور سب چیزوں کو حلال کر دیا اور نماز وغیرہ کو چھوڑوا دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتے ہوئے اپنے آپ کو بھی رسول کہلاتا تھا ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ اس نے ایک مکتوب آپ کی خدمت میں بھیجا۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام۔

امّا بعد۔ میں رسالت میں آپ کا شریک ہوں نصف رسالت میری اور نصف قریش کی ہے اور قریش ہم سے زیادہ قوی نہیں ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذّاب کی طرف

اور سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امّا بعد

اللہ تعالیٰ زمین کا مالک ہے جس کو چاہے مالک بنائے

انجام کار متقیوں کے حق میں ہے

یہ واقعہ آخر سنہ ۱۰ھ میں پیش آیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ نعیم بن مسعودؓ کے والد نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسیلمہ کا قاصد آیا۔ اور اس نے کلمات کفریہ ادا کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قاصد کے قتل کرنے کی ممانعت نہ ہوتی تو میں تجھ کو قتل کرا دیتا۔ ابو داؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال یہ دونوں مسیلمہ کے قاصد بن کر آئے۔ آپ نے فرمایا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انھوں نے کہا ہم مسیلمہ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا، میں اللہ پر ایمان لایا ہوں اگر قاصد کا قتل کرنا درست ہوتا تو میں تم کو ضرور قتل کرا دیتا۔ اور عبد اللہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

مضت السنۃ بأن الرسل لاتقتل — یہ طریقہ جاری ہو چکا ہے کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جاتا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کڑے ہیں۔ مجھے ان کو دیکھ کر کچھ گرانی ہوئی تو میری طرف وحی بھیجی گئی کہ میں ان کو اتار دوں۔ میں نے اتار دیا، تو وہ اڑ گئے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اُن میں سے ایک عنسی ہے اور ایک مسیلمہ یمامہ والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خواب میں میرے سامنے روئے زمین کے خزانے پیش کئے گئے۔ اور اچانک میرے ہاتھ میں سونے

کے دو کنگن آ گئے مجھے بُرا ناگوار ہوا۔ اسی حالت میں وحی آئی۔ پھونک مارو! میں نے پھونک ماری تو وہ اتر گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی ہے کہ ایک عنسی ہے اور ایک مسیلمہ ہے۔

احکامات مرتدین اگر اقتدار حاصل کرلیں تو ان سے خط و کتابت جائز ہے اور اُن کو سلام کی جگہ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ لکھنا چاہئے

۲۔ قاصد اگرچہ مرتد ہوا اس کو قتل نہیں کرنا چاہئے۔

۳۔ امام وقت کفار سے ملاقات کو جا سکتا ہے۔

۴۔ امام کے لئے جائز ہے کہ وہ ترجمان کے ذریعہ بات چیت کر سکتا ہے۔

۵۔ سونے کا زیور مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے اور اس سے وسواس پیدا ہوتے ہیں۔ ابوالعباس احمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو پیروں میں جھانجن پہنے دیکھا تو اس سے کہا تیرے پیروں میں تکلیف ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دوسرے آدمی نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنی ناک میں سونے کی بالی دیکھی ہے۔ میں نے کہا تجھے نکسیر کی بیماری لگ جائے گی۔ ایسا ہی ہوا۔ ایک نے کہا میں نے ہونٹوں میں ایک حلقہ پڑے دیکھا ہے۔ میں نے کہا تجھے فصد کرانی پڑے گی۔

وفد بنی طے ابن اسحٰق نے کہا ہے وفد بنی طے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں زید الخیل بھی تھا، اور وہی سردار قافلہ تھا۔ جب یہ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور اچھے مسلمان ثابت ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا میں نے عربوں میں زید الخیل رضؓ کو جو کچھ سنا تھا اس سے زیادہ پایا ہے۔ آپ نے ان کا نام زید الخیر رکھ دیا اور دو قطعہ آراضی ان کے نام کر دی

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا زید الخیر کا انتقال بخار

سے ہوگا یہ لوگ جس وقت ماء نجد پر پہونچے جس کا نام فردہ ہے تو وہاں زیدؓ کو بہت شدید بخار ہوگیا علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا ہے زید الخیرؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کے آخری زمانہ خلافت میں ہوا۔ انھوں نے دو بیٹے چھوڑے تھے مکنف اور حریث دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور صحابیؓ تھے اور انھوں نے حضرت خالدؓ کے ساتھ شریک ہوکر مرتدین کے ساتھ جہاد کیا تھا۔

وفد کندہ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ مجھ سے زہری نے فرمایا۔ اشعث بن قیسؓ جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ساٹھ یا اسّی آدمیوں کو لیکر حاضر ہوئے اور مسجد نبوی میں پہونچے۔ یہ لوگ ریشمین جبّے پہنے ہوئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہوئے ہو؟ بولے ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تو پھر یہ ریشم کیوں پہنے ہو؟ یہ سنکر اُن لوگوں نے اُس کو پھاڑ کر اتار دیا۔ اشعث بن قیس نے کہا یا رسول اللہ آپ بھی قریش ہیں اور ہم بھی قریش ہیں۔ آپ مسکرا دیئے! اور فرمایا، ہم بنو نضر بن کنانہ سے ہیں۔

امام مسلم نے حضرت اشعث بن قیسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہم اپنے کو سب سے افضل شمار کرتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں؟ فرمایا نہیں۔ ہم نضر بن کنانہ سے ہیں۔

اس واقعہ سے چند احکامات ماخوذ ہیں (۱) نضر بن کنانہ قریشی ہیں۔

۲۔ مال حرام کو تلف کرنا جائز ہے جیسا کہ ریشمین کپڑے، اگر مرد پہنے ہوئے ہوں اور اس کو ضائع کرنا نہیں کہیں گے۔

۳۔ جس نے اپنے کو دوسرے کی طرف منسوب کیا اس نے گویا اپنے باپ کی نفی کی۔ اور ماں کو تہمت لگائی۔

۳ ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس آدمی نے اپنے نسب معروف کا انکار کیا اُس پر حد قذف جاری کی جائے گی ۔

وفد اشعری

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ۔

تمہارے پاس ایک قوم آتی ہے جو تم سے زیادہ رقیق القلب ہے ۔

چنانچہ اشعری وفد یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے آیا ۔

غداً نلق الاحبۃ محمداً وحزبہ[۱]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ : ۔

اہل یمن آتے ہیں وہ زیادہ رقیق القلب ہیں ۔ اور ایمان اہل یمن کا اور حکمت بھی اہل یمن کی ہے اور عاجزی اہل غنم میں ہے ۔[۲]

حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ نے ارشاد فرمایا : ۔

تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں وہ مثل بادل کے ہیں اور وہ زمین کے اہل خیر لوگ ہیں ۔

انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور بولا " اور ہم یا رسول اللہ ! آپ نے سکوت اختیار کیا ۔ دوسری بار یہی دریافت کیا تو آپ نے سکوت اختیار کیا تیسری مرتبہ دبی ہوئی آواز سے فرمایا " اور تم بھی "

---

[۱] ۔ ہم کل کو اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملاقات کریں گے ۔

[۲] بکریاں پالنے والے ۔

صحیح بخاری میں ہے کہ بنو تمیم کے چند آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

تمھیں بشارت ہو! بولے آپ بشارت ہی دیتے ہیں کچھ عطا بھی فرمایئے! اس کے بعد اہل یمن آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری بشارت قبول کرو، اس کو بنی تمیم نے قبول نہیں کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہم نے قبول کیا۔ اور ہم تو "فقہ فی الدین حاصل کرنے اور اس دنیا کے وجود کے بارے میں دریافت کرنے آئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اُس وقت بھی تھا جب کچھ نہ تھا اور اس کا تخت پانی پر تھا اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی ہے

وفد ازد

ابن اسحٰق نے کہا ہے "صرد بن عبداللہ رضا ازدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ وفد کے لوگ بھی مخلص مسلمان ہو گئے۔ آپ نے صرد بن عبداللہ کو ان کی قوم پر امیر مقرر فرما دیا، اور فرمایا کہ یمن کے وہ قبائل جو ابھی تک مشرک ہیں ان سے جہاد کرو۔ لہٰذا صرد بن عبداللہ نے آپ کے امر سے جہاد کے لئے کوچ کیا۔ اور یمن کے ایک شہر جس کا نام "جرش" تھا اور جس کے قلعہ کا دروازہ مضبوط اور بند تھا۔ اس پر چڑھائی کردی، یہاں بہت سے قبائل آباد تھے اس کا محاصرہ کرلیا۔ اور ایک دن ایسا کیا محاصرہ سے لوٹ آئے۔ ایک پہاڑ جس کا نام "شکر" ہے کی آڑ اختیار کی۔ شہر والوں نے یہ جان کر کہ ہار کر بھاگے ہیں ان کا پیچھا کیا مسلمانوں نے لوٹ کر پھر حملہ کیا اور شدید قتال واقع ہوا۔

اس سے پہلے اہل جرش نے اپنا ایک وفد جس میں دو آدمی تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ یہ دونوں آدمی عصر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا!

مشکر کون سا شہر ہے ؟

یہ دونوں کھڑے ہوئے اور بولے حضور! "کشر" ہماری بستی کا پہاڑ ہے - اہل جرش اسکو اسی نام سے پکارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام "شکر" ہے۔ یہ دونوں بولے، تو اس کی کیا حالت ہے ؟ فرمایا، اس وقت وہاں اللہ کی قربانیاں ہو گی ہیں یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عثمان رض کے قریب بیٹھے تھے - انھوں نے فرمایا، ارے افسوس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم کی تباہی کی خبر دی ہے - ان دونوں نے عرض کیا حضور! ہماری قوم سے اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کیجئے آپ نے دعا کی اور اس کے بعد یہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس آئے - چنانچہ وہی حال پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، اور یہ وہی وقت تھا۔ اس کے بعد اہل جرش کا ایک وفد حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔

وفد بنی حارث

ابن اسحق نے لکھا ہے کہ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الآخر یا جمادی الاول سنہ ۱۰ھ میں حضرت خالد بن ولید رض کو بنی حارث کی طرف (نجران) بھیجا۔ اور امر فرمایا کہ سب سے پہلے ان کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ قبول کرلیں تو بہتر ورنہ پھر ان سے جنگ کی جائے۔ حضرت خالد بن ولید رض نے وہاں پہنچ کر ہر طرف کو دو دو سوار روانہ کئے جو لوگوں کو یہ دعوت دیتے تھے "لوگو! مسلمان ہو جاؤ! محفوظ ہو جاؤ گے" چنانچہ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت خالد بن ولید رض نے وہاں تعلیم دین دینے کے لئے قیام فرمایا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، ان کا ایک وفد ادھر بھیجو، چنانچہ بنی حارث کا ایک وفد جس میں قیس بن حصین ذی الغصہ، یزید بن عبد المدان، یزید بن المحجل، عبد اللہ بن قراد، شداد بن عبد اللہ تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا

تم زمانہ جاہلیت میں کس طرح دوسروں پر غالب آجاتے تھے؟ بولے
ہم سب مجتمع ہو جاتے تھے اور ہم میں تفرق نہ ہوتی
تھی اور ظلم میں ابتدا نہیں کرتے تھے۔ؔ
آپ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو، آپ نے ان پر قیس بن حصن کو امیر مقرر فرمایا۔ اور یہ لوگ اپنی قوم کی طرف شوال یا ذی قعدہ میں واپس آ گئے۔ اس طرح وہ چار مہینہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا۔

وفد ہمدان اس وفد میں مالک بن نمط۔ مالک بن النفع۔ ضمام بن مالک، عمرو بن مالک تھے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُس وقت آئے جب آپ تبوک سے واپس ہوئے تھے یہ لوگ لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک تحریر لکھ کر دی تھی۔ اور مالک بن نمط کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ اور بنی ثقیف سے جنگ کرنے کا امر فرمایا۔ اس لئے کہ ان کا جو سوار بھی باہر جاتا وہ اس کو لوٹ لیتے تھے۔

امام بیہقی نے صحیح سند سے حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ حضرت خالدؓ نے وہاں جا کر چھ مہینہ تک ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انھوں نے قبول نہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ اور ان کے پیچھے تھا جب ہم اس قوم کے قریب ہوئے تو حضرت علیؓ نے سب کو ایک ساتھ نماز پڑھائی۔ پھر ہمارے آگے کھڑے ہوئے اور کافروں کو اللہ کے رسولؐ کا فرمان سنایا، تو سب اہل ہمدان مسلمان

ؔ۔ حاشیہ صفحہ ۴۱۴ پر ملاحظہ فرمایئے۔

ہو گئے، اس کی اطلاع حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔
آپ نے جب ان کے اسلام کی خبر پڑھی تو سجدہ میں گر پڑے۔ اور فرمایا۔

اہل ہمدان پر سلامتی ہو، اہل ہمدان پر سلامتی ہو

اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے لیکن یہ زیادہ صحیح ہے اور اہل ہمدان نے کبھی جنگ نہیں کی اور نہ انھوں نے ان کے قافلوں کو لوٹا، کیونکہ ہمدان یمن میں ہے اور اہل ثقیف طائف میں رہتے تھے۔

وفد مزینہ

بیہقی نے نعمان بن مقرن سے روایت کیا ہے کہ ہم چار سو آدمی مزینہ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جب ہم نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا " قوم کے لئے بھی کچھ زاد لیتے جاؤ" ہم نے عرض کیا ہمارے پاس چھوہاروں کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو آپ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ ہمیں بھیجا۔ حضرت عمرؓ ہمیں لیکر اپنے بالاخانہ پر گئے تو دیکھا وہ گھر موٹی موٹی کھجوروں سے بھرا ہوا تھا، ہم نے حسب منشا خوب اس (زاد) سے لیا۔ حضرت نعمان بن مقرن کہتے ہیں " وہاں سے آخر میں نکلنے والا میں تھا۔

وفد دوس

یہ وفد خیبر سے پہلے حاضر ہوا تھا۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ طفیل بن عمرو دوسیؓ اس وقت حاضر خدمت ہوئے تھے جب آپ مکہ میں ہی مقیم تھے طفیل کہتے ہیں جب مکہ میں آیا تو قریش کے بہت سے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، اور کہنے لگے، آپ دور دراز سے ہمارے شہر میں آئے ہیں۔ آپ اس آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات نہ سنیں۔ ان کی بات جادو ہے جو باپ

(حاشیہ صفحہ ۴۰۹) واضح ہے یہ سوال اس وجہ سے کیا تھا کہ بنی حارث اقلیت میں تھے اور کمزور تھے۔ ایسی حالت میں غلبہ کی وجہ بتلائی اجتماعیت اور ظلم میں ابتداء نہ کرنا بسیرت مبارکہ کی روشنی میں علاج۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بیٹے خاوند، بیوی کے درمیان تفرقہ ڈالتی ہے۔ اور ہمارے درمیان انھوں نے ٹکڑے کر دیے ہیں طفیل بن عمروؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے اس قدر کہا کہ میں نے ارادہ کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہ سنوں گا۔ اور میں کانوں میں کپڑا ٹھونس کر مسجد حرام میں گیا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ ایک اچھا کلام میرے کانوں میں پہونچے اور میں نے سوچا میں ایک شاعر ہوں غ کلام کی اچھائی برائی سے واقف ہوں اگر اچھا کلام ہے تو اُسے قبول کروں گا چنانچہ میں نے انتظار کیا اور جب آپ نماز سے فارغ ہوکر گھر کو جانے لگے تو میں آپ کے پیچھے چلا۔ جب آپ گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے کہا "یا محمد" آپ کی قوم نے ایسا ایسا کہا تھا۔ اور اپنے کانوں سے روئی نکال کر دکھادی لیکن آپ اپنا کلام پیش فرمائیں۔ آپ نے طفیل پر اسلام پیش کیا اور قرآن پاک سنایا طفیلؓ نے کہا اس سے زیادہ اچھا کلام میں نے کبھی نہیں سنا، اور نہ اس سے زیادہ حق بات سنی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ لوگ میری بات مانتے ہیں۔ میں ان کی طرف جاتا ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت دوں گا، آپ میرے لئے خدا سے دعا کریں کہ وہ میرے لئے کوئی ایسی علامت مقرر کردے جس سے وہ لوگ مسلمان ہوجائیں۔ حضور نے میرے لئے دُعا کی۔

جب میں "ثنیۃ"[۱] پر پہونچا کہ میری قوم کے لوگ مجھے دور سے دیکھ سکیں تو میں نے

---

[۱] علامہؒ نے غزوہ تبوک کے بیان میں ذکر کیا ہے ثنیۃ الوداع تبوک کی طرف سے آنے پر پڑتی ہے بکہ مکہ کی طرف سے آنے پر نہیں۔ مگر شاید علامہ کو سہو ہوگیا ہے۔ یہاں بھی ثنیۃ الوداع ہے۔ اصل یہ ہے کہ ثنیۃ الوداع مہمان یا مسافر کو رخصت کرنے کی جگہ کا نام ہوتا ہے اور یہ عرب میں تقریباً ہر شہر میں ہوتی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے شرح مواہب ص ۳۶۵ ج ۱

ایک نور دیکھا۔ جو مثل چراغ کے تھا۔ میں نے اس وقت دعا کی الٰہی یہ لوگ مجھے دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اس کا چہرہ دین بدلنے کی وجہ سے بدل گیا ہے۔ وہ نور ہٹ کر میرے سر کے اوپر ایسے ہو گیا، گویا قندیل ہے۔ میں وہاں سے اپنی قوم کی طرف اترنا شروع ہوا۔ اور صبح ہوتے ہی میں ان کے درمیان پہنچ گیا۔ اور میرے باپ آئے جو بہت بوڑھے تھے۔ میں نے ان سے کہا، مجھ سے ذرا دور رہئے! نہ میں آپ سے اور نہ آپ مجھ سے۔ انھوں نے کہا کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نے اتباع کر لی ہے میرے باپ نے کہا، بیٹا! جو تیرا دین وہی میرا دین ہے۔ میں نے کہا آپ نہایئے اور خود کو پاک کر کے اچھے اور پاک کپڑے پہنیے! اس وقت میں آپ کو دین سکھاؤں گا۔ وہ غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئے اور میں نے اُن پر اسلام پیش کیا۔ پھر میری بیوی آئی، اس سے بھی میں نے یہی کہا۔ اور وہ بھی اسی طرح مسلمان ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس پر اسلام پیش کیا، لیکن اُنھوں نے تاخیر کی۔ اور پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا۔ دوس پر زنا کا غلبہ[1] ہے۔ آپ ان کے لئے دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا کی۔ الٰہی دوس کو ہدایت دے۔ میں پھر دوس کے پاس آیا اور ان کو دعوت دی، غرضکہ اسی طرح میری آمد و رفت قبیلہ دوس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رہی۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب خیبر کا واقعہ ہوا دوس کے ستر یا اسّی گھر حضور صلعم کے پاس آئے ہم بھی حضور صلعم کے ساتھ گھر گئے اور ہمارا حصّہ بھی اسی طرح ملا جس طرح دوسرے مسلمانوں کو ملا۔

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جس قوم یا فرد میں زنا اور دواعی زنا (مثلاً موجودہ زمانہ کی بے حیائی کا غلبہ ہوتا ہے وہ قلوب قبول حق سے محروم رہتے ہیں)۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں حضورؐ کے وصال کے بعد جب بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے تو حضرت طفیلؓ اپنے قبیلہ سے چلے گئے تھے پھر یہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر یمامہ کی جنگ میں شریک ہوئے، ان کے ساتھ ان کا بیٹا عمرو بن طفیل بھی تھا۔ اس وقت اُنھوں نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اُس کی تعبیر بتلاؤ! میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر مونڈا ہوا ہے اور میرے مُنہ سے ایک پرندہ نکل کر اڑ گیا ہے۔ اور میری ملاقات اپنی عورت سے ہوئی ہے اس نے میرا حصہ اپنی فرج میں داخل کر لیا اور دیکھا کہ میرا لڑکا گھاس کھاتا ہے اور مجھ سے دور ہو گیا۔ صحابہؓ نے کہا تو نے اچھا دیکھا ہے میں نے کہا میں نے بھی تعبیر لی ہے اور وہ یہ ہے سر منڈانے سے مراد کچھ اتر جانا ہے۔ اور طائر سے مراد میری روح کا نکلنا ہے۔ اور عورت سے مراد یہ ہے کہ زمین شق ہوگی، اور میں اس میں داخل ہو جاؤں گا، اور بیٹے والی بات سے مراد یہ ہے کہ میری شہادت ہوگی چنانچہ حضرت طفیل کی شہادت اسی جنگ میں ہوئی اور اُن کا بیٹا بہت زخمی ہو گیا۔ اور پھر غزوہ یرموک میں شہید ہوا۔

احکامات | اس سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی عادت تھی کہ وہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے غسل اسلام کراتے تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی اس کے بارے میں ہے اور سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جو حالتِ کفر میں جنبی ہو یا نہ ہو اس پر غسل کرنا واجب ہے [1]

۲۔ لشکر اسلام کی مدد اگر جنگ ختم ہونے سے پہلے کہیں سے آجائے تو معاونین کا بھی

---

[1] یہ حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک نیت کرنا شرط ہے اور کافر کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے اس لئے اگر کوئی آدمی مسلمان ہوا اور جنبی نہیں تھا تو اس پر غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

حصہ ہوگا جیسا کہ اور غازیوں کا ہوگا۔

۳۔ اولیاء اللہ کی کرامت حق ہے اور وہ دینی ضرورت اور مسلمانوں کے نفع اور کفر و شیطان کے غلبہ کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

۴۔ دعوت الی اللہ میں صبر سے کام لینا چاہیئے اور نافرمانوں کے لئے بددعا کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیئے۔

وفد نجران ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں نجران کا ایک وفد آیا۔ یہ لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں حاضر خدمت ہوئے۔ اور اس وقت ان کی نماز کا بھی وقت ہو چکا تھا۔ انھوں نے مشرق کی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی کچھ لوگوں نے ان کو روکنا چاہا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے وفد میں ساٹھ سوار تھے جن میں سے چوبیس سردار تھے ان چوبیس میں سے تین آدمی ایسے تھے جو مرجع خلائق اور صاحب الرائے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں عبدالمسیح۔ ایہم، ابو حارثہ۔ آخر الذکر ان میں بہت بڑا عالم اور اپنے دین میں مجتہد تھا جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو حارثہ خچر پر سوار ہو کر چلا اس کی برابری میں اُس کا بھائی کرز بن علقمہ چل رہا تھا کہ اچانک خچر کے ٹھوکر لگی، تو کرز نے کہا برا ہوا۔ ابو حارثہ نے کہا کیوں؟ کرز نے کہا بیشک وہ نبی معلوم ہوتے ہیں۔ ابو حارثہ نے کہا، بات تو یہی ہے۔ کرز نے کہا تو پھر ان کی اتباع کیوں نہیں کر لیتے۔ ابو حارثہ نے کہا اپنی قوم کا ڈر ہے۔ یہ سب سرداری چھن جائے گی۔ ابن اسحٰق نے کہا اس واقعہ کے بعد کرز بن علقمہ مسلمان ہو گیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں علماء نصاریٰ اور یہود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بحث کرنے لگے۔ بولے حضرت ابراہیم تو یہودی تھے۔ نصاریٰ نے

کہا نصرانی تھے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

قُلْ یَآ اَھْلَ الْکِتَابِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْ اِبْرَاھِیْمَ الیٰ قول۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ فرما دیجئے اے اہل کتاب ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟

یہ سنکر ان میں سے ایک عالم بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: معاذ اللہ میں نہ اس کا امر کرتا ہوں اور نہ مجھے اس واسطے بھیجا گیا ہے۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ الخ — کسی انسان کے لائق نہیں ہے کہ جس کو کتاب، حکمت اور نبوت دی گئی ہو الخ

نصاریٰ کے علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۂ آل عمران کی شروع کی اسّی آیات نازل فرمائیں

یونس کہتے ہیں (جو پہلے نصرانی تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کی طرف لکھا تھا۔

باسم الٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب

اما بعد۔ میں تم کو بندوں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں، اور بندوں کی ولایت سے ہٹا کر خدا کی ولایت کی طرف بلاتا ہوں اگر تم نے انکار کیا تو اعلان جنگ ہے۔ والسّلام

جب یہ کتاب ان کے بڑے پادری نے پڑھی تو اس نے شرحبیل (جو ان دنوں ہمدان میں تھا) سے کہا ابو مریم! آپ کی کیا رائے ہے؟ شرحبیل نے کہا اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل میں نبوت کا وعدہ کیا ہے۔ یہ وہی معلوم ہوتے ہیں اور نبوت کے بارے میں میری

کوئی رائے نہیں ہے ہیں تو امور دنیا کے بارے میں رائے دے سکتا ہوں. پادری نے کہا، اچھا ایک طرف کو ہو جایئے اور نجران کے ایک دوسرے شخص عبداللہ بن شرجیل کو بھی بلایا، اور اس کو بھی وہ مکتوب پڑھوایا، اور رائے دریافت کی اس نے بھی شرجیل کے قول کی تائید کی. پھر پادری نے جبار بن قیس کو بلایا، اور اس کو بھی مکتوب پڑھوایا. اس نے بھی شرجیل کی تائید کی. ان تمام رائے کو جمع کر کے اس نے ناقوس بجانے کا حکم دیا. اس کی آواز سنکر سب لوگ ایک میدان میں جمع ہو گئے جس کی وسعت تیز رفتار گھوڑے کے ایک دن کی مسافت کے بقدر تھی. اس میں ۷۳ بستیوں کی آبادی ایک لاکھ کے قریب جمع ہو گئی ان سب کو پھر وہ مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا گیا. سب لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ شرجیل اور عبداللہ بن شرجیل جبار بن قیس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا جائے.

جب یہ وفد مدینہ میں داخل ہوا تو سفر کا لباس اتار دیا. اور لمبے لمبے کرتے پہن لیے اور سونے کی صلیب گلوں میں ڈالی، اور خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا. انھوں نے بات چیت کی ابتدا کی اور پورے دن طویل کلام کرتے رہے. آپ نے ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تب یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس آئے یہی دونوں جانے پہچانے تھے اور زمانہ جاہلیت میں نجران قافلہ لیکر جایا کرتے تھے. یہ دونوں اس وقت مہاجرین اور انصار کی ایک مجلس میں تھے ان سے آکر کہا. انھوں نے حضرت علیؓ سے کہا، کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا. آپ لوگ اس لباس کو اتار دیں اور سفر کا لباس پہن کر ہی جائیں انھوں نے ایسا ہی کیا اور جاکر سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور بات چیت بھی کی. انھوں نے سوال کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ہم اپنی قوم کے پاس جائیں گے انھوں نے ہمیں اس غرض سے

بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کی رائے دریافت کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اس وقت تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ آپ قیام کریں جو مجھ سے کہا جائیگا آپ لوگوں کو اس کی خبر دوں گا۔ جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم — عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی

الی قولہ علی الکاذبین — طرح ہے الخ

صبح ہوتے ہی آپ نے ان لوگوں کو خبر دی اور (مباہلہ کے لئے) اپنے ساتھ حضرت علی رض حضرت حسن رض حضرت حسین رض کو لیا۔ اور آپ کے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ تھیں شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا، آپ لوگ جانتے ہیں میں اپنی رائے سے نہیں آیا ہوں، اگر یہ شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہوتا تو ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن اگر یہ رسول ہے اور اس نے ہمارے اوپر لعنت کی تو ہماری نسلیں تک ختم ہو جائیں گی دوسرے ساتھیوں نے کہا، آپ کو اختیار ہے۔ شرجیل نے جا کر عرض کیا۔ ہم مباہلہ نہیں کرنا چاہتے۔ آج اور آج کی رات اور (کل) کو آپ ہمارے لئے جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے جب صبح ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب تحریر فرما دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر محمد النبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل نجران کے لئے لکھی ہے اس کا حکم تمام پھلوں اور ہر زرد، سفید، سیاہ (غالباً مراد، سونا، چاندی، لوہا) اور آٹے میں جاری ہوگا، اور ان لوگوں کو ہر رجب میں ایک ہزار حلے اور ہر صفر میں ایک ہزار حلے دینے ہوں گے۔ اور ہر حلہ قیمت میں ایک اوقیہ کے برابر ہوگا اور جو قیمت میں زیادہ ہو وہ خراج میں محسوب ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر یہ لوگ زرہ، گھوڑے، یا اور دیگر سامان کی صورت

ادا کرنا چاہیں تو اُس کی قیمت حساب میں محسوب ہوگی۔

اہلِ نجران کے پاس اگر ہمارا قاصد پہونچے تو بیس دن تک جملہ اخراجات ان کے ذمہ ہوں گے اور ہمارا قاصد وہاں ایک ماہ سے زیادہ قیام نہ کرے گا۔ اگر ہمیں ضرورت پیش آئے تو انکو عاریۃً تیس زرہ۔ تیس گھوڑے تیس اونٹ دینے ہونگے اور ان چیزوں میں جو چیز ہمارے پاس یا ہمارے قاصد کے پاس ہلاک ہو جائے اس کا ضمان ہم ادا کریں گے۔

اہلِ نجران کے لئے ہماری طرف سے اللہ کا جوار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے۔ ان کی جان۔ ان کا مذہب، ان کا مال، ان کے حاضر اور موجود، ان کے خاندان وغیرہ سب محفوظ ہوں گے۔ اب وہ لوگ کسی قسم کی غارت گری اختیار نہ کرسکیں گے اس وقت ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ کم ہے یا زیادہ، وہ ان کا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت کے خون بھی معاف کئے جاتے ہیں، اور اگر یہ لوگ آپس میں سودی کاروبار جاری نہ کریں، اگر کیا تو ہمارا ذمہ ساقط ہو جائیگا۔ کوئی آدمی کسی کے ساتھ ظلم سے پیش نہیں آئے گا۔ یہ ذمہ اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی جدید حکم نازل ہو۔

اس تحریر کے اوپر بطور شہادت: سفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف اقرع بن حابسؓ مغیرہ بن شعبہؓ نے دستخط کئے اور اس کے بعد یہ لوگ نجران واپس آگئے۔

احکامات اہلِ کتاب مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور اتفاقاً اپنی نماز بھی

پڑھ سکتے ہیں۔

۲۔ کافر اگر اقرار کرلے کہ "محمد اللہ کے رسول ہیں"، تو محض یہ کہنے سے وہ اسلام میں داخل نہ ہوگا۔ اس بارے میں امام احمد کی تین روایات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کے مسلمان ہونے کا حکم دیا جائے گا (۲)، اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ لاالٰہ الا اللہ" نہ کہے (۳)، ہم نے یہ اس وجہ سے کہا ہے۔ پہلے اہل کتاب اس پر متفق ہیں کہ آخری زمانہ میں نبی آخرالزماں ہوں گے۔ اور ان کے علماء کو اس بارے میں شک نہیں تھا کہ "محمد بن عبداللہ" ہی نبی آخرالزماں ہیں وہ محض اپنی ریاست کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔

۲۔ اہل کتاب سے مناظرہ جائز ہے، بلکہ مستحب اور واجب ہے بشرطیکہ ان کے اسلام کی اُمید ہو اور ہیں نے ان کے علماء سے بہت مناظرے کئے ہیں۔

۳۔ جس کسی نے اللہ کی مخلوق کو اس کے مرتبہ سے اوپر رکھ دیا اس نے شرک کیا۔ اور یہ رسولوں کی دعوت کے منافی ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکتوب گرامی میں جو تحریر فرمایا ہے

"باسمِ الٰہ ابراھیم و اسحٰق و یعقوب"

یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ اور آپ نے ہرقل کی طرف لکھ کر بھیجا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یہی سنت شریفہ ہے۔

۴۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ کافروں کے ایلچی سے عدم تکلم اور اس کے سلام کا جواب نہ دیکر اس کی اہانت کرنا جائز ہے جبکہ وہ غرور اور تکبر کے ساتھ آئے ہوں۔

۵۔ سنت شریفہ یہ ہے کہ اہل باطل جب مناظرہ اور مجادلہ سے بھی ہٹ دھرمی کریں تو ان کے ساتھ مباہلہ کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا امر فرمایا ہے اور آپ نے اُمت کو اس سے منع نہیں کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے جب فروعی مسائل کا انکار

کیا گیا تو انھوں نے مباہلہ کی دعوت دی۔ اور صحابہؓ نے اس کا انکار نہیں کیا اور امام اوزاعی اور سفیان ثوری نے بھی مباہلہ کی دعوت دی جب ان سے رفع یدین کا انکار کیا گیا۔

۶۔ اہل کتاب سے مال کے بدلہ صلح کرنا جائز ہے۔ اور اس کو جزیہ کا مال قرار دیا جائیگا۔ لیکن جب آپ نے اہل یمن سے صلح کی تھی تو ان کے ہر بالغ پر ایک دینار مقرر کیا تھا۔ دونوں واقعات میں یہ فرق ہے کہ اہل نجران میں کوئی مسلم نہیں تھا۔ اور یمن دارالاسلام تھا۔ اس میں یہودی بھی رہتے تھے۔ ان پر آپ نے جزیہ مقرر فرمایا تھا۔ بہرحال دونوں قسم کا مال کافروں سے حاصل کردہ مال ہے جس کو جزیہ کہا جائے گا۔

۷۔ امام کے لئے جائز ہے کہ وہ کافروں پر یہ شرط لگادے کہ اسلامی ایلچی کی مہمانی کے مصارف ان کے ذمہ ہونگے۔

۸۔ صلح کے بعد اسلحہ وغیرہ عاریۃً لینا جائز ہے۔

۹۔ امام کو حق ہے کہ وہ کافروں کو ربوی معاملات سے روک دے کیونکہ یہ ان کے دین میں بھی حرام ہے۔

۱۰۔ معاہدہ میں بھی کافروں کی اصلاح کے لئے ان کو نصیحت کرنا جائز ہے۔

۱۱۔ معاہدہ کے بعد مصلحت اسلام کے لئے کسی عالم کو ان کے یہاں بطور دعوت بھیجنا جائز ہے۔

وفد بنی سعد

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ جب بنو سعد کا وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے اپنے اونٹوں کو مسجد کے دروازے پر چھوڑ دیا۔ اُس وقت حضورؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے، وہ لوگ آکر بولے تم میں محمدؐ عبداللہ بن عبدالمطلب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ہوں۔ وہ بولے ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ کیا

لے اس اسوۂ حسنہ میں ان کو تنبیہ ہے جو مریدین اور شاگردوں کے مجمع میں اپنا پیرانہ شان رکھتے ہیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ نَعم (بیشک) اور یہ کہ جن بتوں کی پوجا ہمارے اجداد کرتے تھے اس کو ترک کردیں، آپ نے فرمایا، بیشک!

اس کے بعد وفد کے سربراہ نے ہر ایک فریضہ کا اسی طرح ذکر کیا اور آپ نے جواب میں فرمایا ہاں! تب اس نے کہا" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا اکیلا ہے اور آپ اس کے رسول ہیں اور اب ہم تمام فرائض ادا کریں گے اور ممنوعات سے باز رہیں گے۔ اس کے بعد اپنی سواری کی طرف ... ... جانے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اگر ذو العقیصتین نے سچ کہا ہے تو وہ جنتی ہے۔

اس کے بعد وہ اونٹ پر سوار ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا، اور ان سب کو جمع کر کے کہا۔ لات عزیٰ کو ترک کرو! سب لوگوں نے کہا، جذام، جنون وغیرہ امراض آپ کو لگ جائیں گے ایسا نہ کہو حضرت ضمام بن ثعلبہ نے کہا یہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ اور میں تو مسلمان ہو چکا اور اُسی رسول کے پاس ہو کر آرہا ہوں جن کی یہ دعوت ہے، یہ سنکر شام تک اس قوم کے تمام مرد اور عورت مسلمان ہو گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے ضمام بن ثعلبہ سے زیادہ کوئی افضل وفد حضور کی خدمت میں نہیں آیا اور یہ قصہ صحیحین میں موجود ہے۔ اور حضرت انس رضی کی روایت میں اس کا ذکر بھی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم حج فرض ہونے کے بعد مسلمان ہوئی تھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بعض راویوں نے لفظ "حج" کو داخل کر دیا ہے۔

وفد طارق بن عبداللہ طارق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں سوق مجاز میں کھڑا تھا کہ ایک شخص جبّہ پہنے ہوئے یہ کہتے ہوئے آئے۔

لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ لو فلاح پاؤ گے

لے حضرت ضمام بن ثعلبہ رض۔

اور ایک آدمی ان کے پیچھے پیچھے یہ کہہ رہا تھا:۔

"یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ ماننا"

میں نے کہا، یہ کون آدمی ہے؟ تو کسی نے جواب دیا، کہ یہ صاحب بنی ہاشم کے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ وہ رسول خدا ہیں، میں نے پوچھا۔ یہ دوسرا کون ہے؟ جواب ملا، ان کے چچا عبدالعزیٰ ہیں۔ طارق نے کہا جب لوگ مسلمان ہو گئے اور آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ... ۔۔ ۔۔ اس وقت ہم ربذہ چلے تاکہ مدینہ منورہ سے کھجوریں خرید کر لائیں میرے پاس ایک عورت اور ایک سُرخ اونٹ تھا۔ جب ہم مدینہ کے باغوں سے قریب ہوئے تو ہمیں ایک آدمی ملا جس نے دریافت کیا۔ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا اس سُرخ اونٹ کے بدلے کھجوریں خریدنا ہیں۔ اس آدمی نے کہا، لاؤ کھجوریں میں لاتا ہوں۔ وہ ہمارا اونٹ لیکر چلا گیا۔ ہیں سنا پنے اوپر افسوس کیا، کہ بلا قیمت حاصل کئے ہم نے ایسے آدمی کو اونٹ دیدیا جس کو ہم جانتے نہیں ہیں۔ میرے ساتھ والی عورت نے کہا اس شخص کا چہرہ چاند کی طرح منور تھا یہ غدر نہیں کریگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آدمی آیا اور کہا میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور خوب پیٹ بھر کر کھجور کھاؤ۔ اور اپنی قیمت کی کھجور لے لو۔ ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ اس کے بعد جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو ان کو مسجد میں یہ خطبہ دیتے سنا۔

لوگو صدقہ کرو! صدقہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہوتا ہے۔

انصار کے کسی آدمی نے کھڑے ہو کر ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔ ان پر زمانہ جاہلیت کا ایک خون ہے آپ نے فرمایا، انھیں کچھ نہ کہو۔

وفدِ تجیب | وفدِ تجیب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا، اس کی آمد سے آپ کو بہت خوشی ہوئی۔ اس میں تیرہ آدمی تھے۔ آپ نے ان کا اکرام کیا، اور اچھی جگہ ٹھہرایا۔ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں صدقہ کا مال لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اپنے فقراء پر تقسیم کر دینا۔ بولے یہ مال اس سے فاضل ہے جو ہم اپنے فقراء پر تقسیم کر چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد تجیب سے بہتر وفد کوئی نہیں آیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جس کے
سینہ کو چاہتا ہے ایمان کے لئے کھول دیتا ہے

اہل وفد نے آپ سے چند چیزوں کے لئے دریافت کیا، جس کو آپ نے لکھوا دیا۔ انھوں نے قرآن پاک اور سنن کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ان کی طرف خوب رغبت دلائی اور حضرت بلال کو امر فرمایا کہ ان کی اچھی طرح ضیافت کی جائے۔ یہ لوگ چند دن تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد انھوں نے اجازت چاہی اور عرض کیا اب ہم جاتے ہیں اور اپنی قوم کو یہ سب باتیں بتلائیں گے۔ آپ نے حضرت بلال رض کو امر فرمایا، ان لوگوں کو دیگر وفود کے مقابلہ میں زیادہ دیا جائے۔ اور دریافت کیا اور کوئی تو باقی نہیں ہے؟ عرض کیا، ایک لڑکا سامان کے پاس ہے فرمایا اس کو بھی بھیجدو۔ انھوں نے جا کر اس لڑکے کو بھیجدیا۔ اس نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک حاجت ہے، مگر ایسی نہیں جیسی دوسرے لوگوں کی تھی۔ اگرچہ وہ بڑے ہیں اور قدیم الاسلام ہیں بلکہ آپ میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور میرے اوپر رحم فرمائے اور میرے قلب کو غنی کر دے۔ آپ نے اس کو قریب کیا اور دعا کی۔

الٰہی اس کی مغفرت فرما اس پر رحم فرما اور اس کے

قلب کو غنی کر دے۔

اس کے بعد یہ سب لوگ واپس ہو گئے اور ۱۰ھ میں پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منی میں آکر ملے۔ آپ نے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کیا، اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا

> ہم نے اس جیسا نہیں دیکھا۔ بہت غنی ہے، دنیا کی بالکل رغبت نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں اُمید کرتا ہوں وہ مطمئن مرے گا۔ عرض کیا۔ کیا اور لوگ مطمئن نہیں مرینگے؟ فرمایا انسان کی بہت سی خواہشات اور فکرات ہوتے ہیں اور موت اُس کو اسی حال میں آکر پکڑ لیتی ہے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اور اہل یمن مرتد ہو گئے تو یہ لڑکا ایمان پر باقی رہا اور برابر لوگوں کو اللہ اور اسلام کی طرف بلاتا رہا۔ اور مرتد نہیں ہوا۔

وفد بنی سعد علامہ واقدی نے بنی سعد سے روایت کیا ہے کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت پورے عرب میں دو قسم کے لوگ تھے یا تو مسلمان تھے یا تلوار سے خوفزدہ۔ اس وقت ہم مدینہ میں حاضر ہوئے جب مسجد کے دروازہ پر پہونچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے[۲] ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے، اور لوگوں کے ساتھ

---

[۲] حنفیہ کے نزدیک مسجد میں جنازہ کی نماز جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں جائز ہے کہ جنازہ مسجد سے باہر ہو اور نمازی مسجد میں ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جنازہ صفہ پر ہو اور آپ مسجد میں ہوں۔ (باقی ۴۲۵ پر)

شریک نہ ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، تم کون لوگ ہو ہم نے کہا بنی سعد ھذیم ہیں۔ فرمایا، تم مسلمان ہو، ہم نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا تو پھر اپنے بھائی کے جنازہ کی نماز میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟ ہم نے عرض کیا، ہمارا خیال یہ تھا کہ جب تک ہم آپ سے بیعت نہ ہوں شاید اس وقت، تک ہمارے لئے جائز نہ ہو۔ آپ نے فرمایا، تم نے جہاں کہیں بھی اسلام قبول کیا ہے تم مسلمان ہو، اس کے بعد ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، اور اس کے بعد ہم قیام گاہ پر آ گئے۔ ہم ایک چھوٹے لڑکے کو قیام گاہ پر چھوڑ گئے تھے۔ اس کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیجا ہم اسکو لیکر حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کو بھی اسلام پر بیعت کیا ہم نے عرض کیا، حضور یہ تو بہت چھوٹا ہے اور ہمارا خادم ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اصغر القوم خادمھم — قوم کا چھوٹا ان کا خادم ہوتا ہے

وہ لڑکا آپ کی دعا کی برکت سے سب سے زیادہ قرآن پاک جانتا تھا۔ اسی لئے گو ہمارے لئے آپ نے امیر بنا دیا، وہ ہمیں نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس کے بعد جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو چند اوقیہ چاندی عنایت فرمائی۔

وفد بنی فزارہ

ابو ربیع نے کتاب "اکتفاء" میں بیان کیا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے

(صفحہ ۴۲۴ کا باقی حاشیہ) یا صف بندی جنازہ کی نماز پڑھ لیے ہوں۔ راوی نے احاطہ مسجد میں ہونے کی وجہ سے اسکو بھی مسجد سمجھ کر روایت کر دیا ہو۔ جنازہ کی نماز میں شرکت ضرور کرنا چاہیے۔ اگر جماعت تیار ہو اور وضو نہ ہو تو تیمم کرکے شریک ہو جانا بھی جائز ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہو چکا ہو لیکن سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے غلام (لڑکا) پکار دیا گیا ہے۔

تو بنی فزارہ کا وفد آیا، اس میں دس سے زیادہ آدمی تھے، ان کی سواریاں دبلی تھیں اور خود بھی قحط زدہ تھے۔ ان میں خارجہ بن حصین، حسن بن قیس بھی تھے اور یہ سب سے چھوٹے تھے۔ ان کو دار بنت الحارث میں ٹھہرایا گیا یہ لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے علاقہ کے بارے میں دریافت کیا تو بولے قحط زدہ علاقہ ہے ہمارے لئے دعا فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:-

میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کوئی ہماری شفاعت کو سننے والا نہیں۔ اسکی عظمت سے آسمان لرزتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ تمہارے ڈرنے اور تمہارے عجز اختیار کرنے سے ہنستا ہے۔

ایک اعرابی نے عرض کیا، کیا ہمارا خدا ہنستا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں، اعرابی نے عرض کیا، میرے رب کا ہنسنا بھی خوب ہے یہ سنکر آپ بھی ہنس دیئے! اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ میں چند کلمات ارشاد فرمایئے اور آپ استسقاء کیلئے ہاتھ بلند فرما کر دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے دعا کے لئے دست مبارک اُٹھائے حتیٰ کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی [1]

وفد بنی اسد یہ وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا، اس میں وابصہ بن معبدؓ اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس وفد کے متکلم نے آکر عرض کیا۔ یارسول اللہ!

---

[1] امام اعظم ابوحنیفہ رح اسی قسم کا استدلال کرتے ہیں کہ استسقاء کے لئے نماز نہیں بلکہ دعا ہے۔

ہم خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں اگرچہ آپ کا کوئی داعی ہمارے یہاں نہیں پہونچا۔ کعب قرظی کہتے ہیں اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یمنون علیک ان اسلموا قل	آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے
لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن	ہیں، فرما دیجئے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ
علیکم ان ھداکم للایمان ان	جتاؤ، بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو
کنتم صادقین	ہدایت دی۔

ان لوگوں نے کہانت اور کنکریاں مار کر فال لینے کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ امور زمانہ جاہلیت کے ہیں۔

وفد بہرا واقدی کہتے ہیں، وفد بہرا یمن سے آیا تھا۔ اس میں چودہ آدمی تھے یہ لوگ اپنے اونٹوں کو حضرت مقداد کے دروازے تک لائے، تو حضرت مقداد نے نکل کر ان کا استقبال کیا، اور کھانا تیار کرا کے کھلایا۔ ان سب لوگوں نے پیٹ بھر کے کھایا، اور پیالہ واپس کر دیا۔ اس میں اس قدر کھانا تھا کہ چھوٹے پیالہ میں آگیا۔ ہم نے اس کھانے کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت آپ ام سلمہؓ کے گھر تھے۔ آپ نے فرمایا، اس کھانے کو ضباعة نے بھیجا ہے اور آپ نے فرمایا ابی معبد کے مہمان کہاں ہیں۔ عرض کیا وہ ہمارے یہاں ہیں آپ نے اس کھانے کو سب گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھایا، پھر بھی کچھ باقی رہ گیا، تو آپ نے فرمایا جاؤ اس کو اپنے مہمانوں کے پاس لے جاؤ، وہ کھانا پھر مہمانوں کے پاس آگیا۔ انھوں نے پھر کھایا مگر پھر بھی بچ گیا۔ ابو معبد نے کہا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے یہ لوگ یہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور اُن کے ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا۔ یہ لوگ چند دن تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس رہ کر فرائض سیکھتے رہے۔ اور کچھ دنوں کے بعد اپنی قوم میں واپس آ گئے۔

وفد عذرہ یہ وفد ۹ھ میں آیا تھا۔ اس میں بارہ آدمی تھے۔ اور اس میں حمزہ بن نعمانؓ تھے آپؐ نے دریافت کیا، کون ہو؟ عرض کیا کیا آپ جانتے نہیں ہیں ہم قصی کے ماں شریک بھائی ہیں۔ بنو خزاعہ، بنو بکر، اور عذرہ مکہ سے نکل کر چلے گئے تھے اور دوسری جگہ آباد ہو گئے تھے۔ ہماری آپس میں رشتہ داریاں ہیں۔ آپ نے فرمایا "مرحبا" میں نے آپ لوگوں کو شناخت نہیں کیا تھا۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور آپ نے ان کو شام اور عرب کے فتح ہونے کی بشارت دی۔ آپ نے ان لوگوں کو کاہنوں سے سوال کرنے کو منع فرمایا۔ اور وہ قربانیاں جو وہ لوگ کیا کرتے تھے اس سے منع فرمایا، اور اضحیہ کی اجازت دی۔ یہ لوگ چند دن دار رملہ میں رہے اس کے بعد چلے گئے۔ آپ نے انعامات دیئے۔

وفد بلی یہ وفد ربیع الاول ۹ھ میں آیا۔ ان کو رویفع بن ثابت بلوی نے اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور اس کے بعد ان کو حضورؐ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اور بولے یہ میری قوم کے افراد ہیں۔ آپ نے مرحبا کہا۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا، جو بغیر مسلمان ہو گئے مر گیا وہ دوزخ میں جائے گا۔ شیخ الوفد نے عرض کیا، یا رسول اللہ، مجھے مہمانوں کو کھانا کھلانے کا زیادہ شوق ہے، اس میں کوئی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا جو نیکی بھی تم کسی مالدار یا غریب کے ساتھ کرتے ہو، اس میں صدقہ کا ثواب ہے۔ اس کے بعد دریافت کیا۔ ضیافت کی مدت کیا ہے فرمایا۔ تین دن۔ اور اس سے زیادہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ قیام کرے۔ پھر دریافت کیا اگر کوئی بکری جنگل میں گم شدہ مل جائے، اس کا کیا کروں؟ فرمایا وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیا کی۔[1] دریافت کیا اور اونٹ مل جائے تو؟ فرمایا اسکو

(1) حاشیہ ۴۳۹ پر ملاحظہ فرمائیے)

چھوڑ دو اُس کا مالک اُس کو تلاش کرلے گا۔ اس کے بعد رویفع ان کو گھر لے آئے۔ انھوں نے تین دن قیام کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویفع کے پاس کچھ چھوہارے بطور مہمانی کے بھیجے اور جب وہ لوگ رخصت ہونے لگے تو ان کو انعامات دیئے۔

احکامات | مہمان کے تین درجہ ہیں۔ واجب، مستحب، صدقہ، "حق واجب ایک دن رات۔ اور مہمان کے یہ تین مراتب حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے جو جائزہ ہے۔ دریافت کیا، جائزہ کیا ہے فرمایا، ایک دن رات، اور ضیافت تین دن اور اس کے بعد صدقہ کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ اتنا قیام کرے کہ اُس کو نکالا جائے۔

۲۔ بکری کا لقطہ اٹھالینا جائز ہے اور وہ اٹھانے والے کی ملک ہے۔ اگر اس کا مالک نہ آئے۔ اسی سے ہمارے بعض اصحاب نے استدلال کیا ہے کہ اگر کسی بکری کا لقطہ اٹھایا اور اس کو کھالیا تو اُس کی قیمت اس کے ذمہ ہے یا اس کو بیچ دے اور اس کی قیمت کو امانتہً رکھے اور امام احمد سے یہ بھی مروی ہے کہ سال بھر اس کی تعریف اٹھانے والے کے ذمہ ہے۔

وفد ذی مُرّہ | اس وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ ان کا سردار حارث بن عوف تھا۔ انھوں نے آکر کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے خاندان والے ہیں۔ اور بنی لوی بن غالب سے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ آپ نے دریافت کیا تیری اولاد کہاں ہے؟ فرمایا وہ ہتھیاروں کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے علاقہ کا کیا حال ہے؟ عرض کیا وہ قحط میں مبتلا ہے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ یہ لوگ چند

(صفحہ ۴۲۸ کا حاشیہ) اس حدیث سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ بکری کے لقطہ کا مالک یا تو اٹھانے والا ہو جاتا ہے یا اس کے ذمہ تعریف ہے۔ مفصل بحث ہو چکی۔

دن مقیم رہے جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی اور حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔ جب یہ لوگ اپنی بستیوں میں آئے تو بارش ہو چکی تھی دریافت کیا یہ بارش کب ہوئی تھی بولے فلاں دن۔

وفد خولان یہ وفد سنہ ۱۰ھ شعبان میں حاضر ہوا تھا۔ اور اس وفد میں دس آدمی تھے۔ انھوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں اور ہماری ایک بڑی قوم ہے اور ہم دور دراز سے صعوبت سفر برداشت کر کے محض آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تمہارے اونٹوں نے جتنے قدم رکھے ہیں تمھیں اتنی نیکیاں ملیں گی۔ اور تم نے زیارت کی نیت ظاہر کی ہے۔ لہذا جو مدینہ میں میری زیارت اگر کرے گا وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا، آپ نے فرمایا، تمہارے بت "عم انس" کا کیا حال ہے؟ عرض کیا کچھ بوڑھے اور بوڑھیاں ابھی تک اس پر قائم ہیں۔ البتہ اب جا کر ہم اُس کو منہدم کر دیں گے۔ ہم اسکی وجہ سے بڑے دھوکہ اور بڑے فتنہ میں مبتلا تھے۔ آپ نے فرمایا وہ فتنہ کیا تھا؟ عرض کیا ہم ایک قحط میں مبتلا ہوئے کہ ہماری ہڈیاں بھی خالی ہو گئیں۔ ہم نے کسی طرح مال جمع کر کے سو بیل خریدے اور ان کو "عم انس" پر قربان کیا۔ اور قربان شدہ جانوروں کو درندوں کے لیے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس وقت ہم ضرورت مند تھے۔ اسی وقت اتفاق سے ایک بادل دکھائی دیا تو ہمارے ایک آدمی نے کہا۔ یہ "عم انس" نے مہربانی کی ہے۔ اسی طرح ہم اپنے کھیتوں میں سے "عم انس" کا حصہ نکال کر رکھا کرتے تھے۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ جو حصہ اللہ کے لئے نکالا تھا وہ اگر اڑ کر "عم انس" کے حصہ سے جا ملا وہ تو "عم انس" کا ہو گیا، اور اگر عم انس کا اڑ کر جا ملا تو اس کو علیحدہ کر دیتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا ہے۔

وجعلوا لله مما ذرأ من الحرث — اور اللہ نے جو کھیتی اور چوپائے دئے ہیں

والانعام نصیباً۔ الآیۃ   اُنھوں نے اُس میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔

اہل وفد نے عرض کیا۔ بعض دفعہ ہم "عم انس" کی طرف اپنا مقدمہ لے جاتے تھے تو وہ بات کرتا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا یہ شیطان تھا۔

ان لوگوں نے فرائض دین کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کو بتلا دیا گیا اور ارشاد فرمایا، عہد پورا کرنا، امانت ادا کرنا، پڑوسی کا خیال رکھنا، اور کسی پر ظلم نہ کرنا، کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔ اور اونٹ کو کھولا بھی نہیں تھا کہ "عم انس" کو جاکر منہدم کر دیا۔

وفد محارب | یہ لوگ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حاضر خدمت ہوئے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ سخت اور متشدد تھے جن دنوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں قبائل کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو یہ لوگ زیادہ سختی سے پیش آتے۔

اس قبیلہ کے دس آدمی توبہ کرکے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت بلال رضؓ روزانہ صبح اور شام ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے۔ ایک دن یہ لوگ ظہر کے بعد عصر تک مجلس میں بیٹھے رہے۔ ایک محاربی نے غور اور تامل سے کام لیا اور بولا یا رسول اللہ آپ وہی ہیں جو موسم میں قبائل پر اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے اور ایک مرتبہ عکاظ میں میری آپ سے سخت کلامی بھی ہوگئی تھی۔ آپ نے فرمایا ہاں محاربی نے عرض کیا، اس وقت میں تمام ساتھیوں میں سخت گیر تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ تمام ساتھیوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا اور اسلام کی توفیق دی۔ اور دوسرے ساتھی حالت کفر ہی میں مر گئے۔ آپ نے فرمایا، قلوب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں محاربی نے کہا، حضور! مجھ سے بہت گناہ ہوئے ہیں، میرے لئے دعا فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔

وفد صداء

یہ وفد ۸ھ میں حاضر خدمت ہوا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ جعرانہ میں تھے وہاں سے آپ نے مختلف جوانب کو سرایا ارسال فرمائے تھے۔ ایک سریہ قیس بن سعدؓ کے ماتحت بھیجا۔ اس لشکر کا ایک جھنڈا سفید اور بڑا جھنڈا سیاہ تھا، اور چار سو کی تعداد میں ایک لشکر قناۃ کی طرف بھیجا۔ اور یہ یمن کے علاقہ میں ایک جگہ ہے یہاں قبیلہ صداء آباد تھا۔

بہر حال ان میں کا ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آکر عرض کیا، آپ اپنے لشکر کو واپس بلالیں۔ میں اپنی قوم کو لاتا ہوں چنانچہ آپ نے قیس بن سعدؓ کو واپس بلا لیا اور وہ صدائی اپنی قوم کے پاس گیا، اور پندرہ آدمیوں کو لیکر حاضر خدمت ہوا۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ان کو میرے پاس اتار دیجئے۔ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اکرام کیا، اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے یہ لوگ آپ سے اسلام پر بیعت ہو گئے اور اس کے بعد اپنی قوم کے پاس واپس ہوئے اور پوری قوم میں اسلام پھیلا دیا، ان کے سو آدمی حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ سے آکر ملے یہاں تک تو واقدی نے ذکر کیا ہے۔ اور واقدی ہی نے زیاد بن حارث صدائی کی حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ اپنا لشکر واپس بلا لیجئے۔ اور میں اپنی قوم کو لیکر آتا ہوں جب ہمارا وفد حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے صدائی بھائی! تم اپنی قوم کے سردار ہو، میں نے عرض کیا، خدا کا احسان ہے۔ اور یہ زیاد بعض اسفار میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کے ساتھ پوری رات

اور پورے دن سفر کیا۔ یہ کہتے ہیں، میں بہت قوی آدمی تھا۔ ایک صبح کو آپ نے مجھ سے پانی طلب فرمایا۔ اس میں تھوڑا پانی تھا، آپ نے برتن میں ہاتھ ڈال دیا تو اس سے پانی اُبلنے لگا اور فرمایا۔ صدائی بھائی! لوگوں سے کہہ دو کہ وضو کریں۔ اس دن میں نے اذان دی تھی۔ حضرت بلال نے اقامت شروع کی تو آپ نے ارشاد فرمایا

جو اذان دے وہی اقامت کہے

پھر میں نے اقامت کہی اور آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر ایک عامل کی شکایت کی کہ اس نے زمانۂ جاہلیت کی عداوت کی وجہ سے ہم سے زیادہ وصول کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اس مسلمان آدمی کی امارت میں خیر نہیں ہے

پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا، اور بولا مجھے صدقات میں سے کچھ مرحمت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کسی نبی مرسل اور کسی عادل بادشاہ کو یہ حق نہیں ہے کہ جب تک وہ آٹھ اجزا نہ کرلے صدقات کو تقسیم کردے، تم بتاؤ ان اجزا میں سے کون ہو؟ غنی ہو یا فقیر؟ اگر فقیر ہو تو دیے سکتا ہوں اور اگر تم غنی ہو تو یہ صدقہ درد سری ہے اور پیٹ کی بیماری ہے میں نے کہا میرے اندر یہ دونوں عادتیں ہیں جب میں نے امارت کا سوال کیا تھا حالانکہ میں مسلمان ہوں اور میں صدقہ بھی مانگتا تھا، حالانکہ میں غنی ہوں، میں نے عرض کیا:۔

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دونوں آپ کے والا نامے ہیں ان کو لیجئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا۔

میں نے آپ سے سنا ہے کہ امارت میں مسلمان آدمی کے لئے خیر نہیں ہے اور میں مسلمان ہوں اور میں نے صدقہ کا سوال کرنے والے آدمی کے بارے میں سنا ہے

کہ وہ دردِ سر ہے اور پیٹ کا مرض ہے اور میں

مالدار ہوں

آپ نے ان دونوں والاناموں کو واپس لے لیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اپنی قوم کا کوئی آدمی بتلاؤ جس کو میں عامل مقرر کردوں۔ میں نے بتلا دیا، آپ نے اُس کو عامل بنادیا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہمارے پاس ایک کنواں ہے جس کا پانی جاڑوں میں تو کافی ہو جاتا ہے۔ ہم پانی پر چاروں طرف آ اکٹھے کر دیتے ہیں اور ہمارے درمیان ابھی اسلام بہت کم ہے۔ آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا سات کنکریاں لاؤ، آپ نے ان کو ہاتھ میں لیکر ملا۔ اور پھر دیدیا۔ اور فرمایا اُن کو اس کنویں میں ڈال دینا میں نے ڈال دیا۔ آج تک اس کا پانی کم نہیں ہوا۔

وفد غسان رمضان المبارک سنہ ۱۰ھ میں یہ وفد حاضر خدمت ہوا، اس میں تین آدمی تھے۔ یہ سب مسلمان ہو گئے اور بولے کہ اپنی قوم کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مسلمان ہونا پسند کریں گے یا ملک اور ریاست کی بقار اور قیصر کے قرب کو پسند کریں گے۔ ان کو آپ نے سفر خرچ مرحمت فرمایا، اور یہ لوگ واپس ہو گئے۔ ان کی قوم نے ان کی بات نہیں مانی۔ یہ لوگ اپنا اسلام چھپائے رہے۔ اُن میں سے دو کا حالت اسلام میں انتقال ہوا۔ ایک نے یرموک کے زمانے میں ابو عبیدہؓ سے ملاقات کی اور اپنے اسلام کی خبر دی۔ یہ واقعہ خلافت حضرت عمرؓ کا ہے۔

وفد سلامان اس وفد میں سات آدمی تھے اور ان میں حبیب بن عمروؓ بھی تھے۔ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت حبیبؓ کہتے ہیں۔ میں نے سوال کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

الصلوٰۃ فی وقتھا — وقت پر نماز ادا کرنا

ان لوگوں نے ایک دن کی ظہر اور عصر کی نماز ادا کی حبیبؓ کہتے ہیں آپ نے عصر کی نماز میں بہت خفیف قیام کیا ہم نے اپنے علاقہ کی قحط سالی کا ذکر کیا، آپ نے دعا کی ہیں نے کہا یا رسول اللہ! ہاتھ بلند فرما کر دعا فرمایئے۔ یہ قبولیت دعا کے لئے زیادہ اچھا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا، اور دست مبارک اٹھائے کہ میں نے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔ ہم نے آپ کے پاس تین دن قیام کیا، اور ہماری خوب ضیافت فرمائی اور رخصت ہوتے وقت انعام مرحمت فرمایا۔ اور ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی دی۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، آج ہمارے پاس مال نہیں رہے ہم نے عرض کیا یہی بہت ہے اور اچھا ہے اس کے بعد ہم اپنے شہروں کی طرف آگئے ہم نے دیکھا کہ اسی دن بارش ہوئی۔ واقدی نے کہا یہ واقعہ شوال سنہ ۱۰ھ کا ہے۔

وفد بنی عبس انھوں نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے آس پاس کے قبیلے آپ کے پاس آئے تھے۔ انھوں نے ہمیں خبر دی

لا اسلام لمن لا ہجرۃ لہ۔ اسکا اسلام نہیں جس نے ہجرت نہ کی ہو

آپ فرمائیں تو ہم اپنے مویشی اور اموال کو فروخت کر کے ہجرت اختیار کریں، آپ نے فرمایا

اتقوا اللہ حیث کنتم۔ جہاں بھی ہو خدا سے ڈرو!

آپ نے خالد بن سنان کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کے پیچھے کوئی ہے، عرض کیا، اس کی ایک لڑکی ہے۔ آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ وہ اپنی قوم میں نبی تھے۔

وفد غامد علامہ واقدیؒ نے فرمایا ہے کہ سنہ ۱۰ھ میں وفد غامد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ دس نفر تھے جن کو بقیع الغرقد میں ٹھہرایا گیا۔ یہ ایک بچہ کو سامان کے پاس چھوڑ کر حاضر ہوئے۔ اتفاق سے بچہ سو گیا تو ایک چور ایک آدمی کا تھیلا جس میں اس کے کپڑے تھے اٹھا کر لے گیا۔

اہل وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سلام کیا۔ اور

اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کیا۔ اور شرائع اسلام کے بارے میں کچھ لکھوایا۔ آپ نے شرائع اسلام تحریر فرما دیئے۔ اور فرمایا تم نے اپنے سامان کے پاس کسے چھوڑا ہے۔ عرض کیا ایک بچہ کو۔ فرمایا، وہ بچہ سو گیا تھا، ایک چور آیا، ایک تھیلا چرا کر لے گیا، اور پھر وہ تھیلا مل بھی گیا، ان میں کا ایک آدمی بولا وہ تھیلا میرا تھا۔ اور سب بھاگے ہوئے جائے قیام پر آکر لڑکے نے بیان کیا کہ میں سو گیا تھا۔ اچانک گھبرا کر آنکھ کھلی تو میں نے چور کے نشانات کے ساتھ بھاگا۔ اور ایک جگہ گڑھے کے تازہ کھدے ہوئے آثار پائے تو یہ تھیلا ہاتھ آگیا۔

سب لوگوں نے کہا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور واپس آکر خبر دی اور وہ لڑکا بھی آیا اور مسلمان ہوگیا۔ آپ نے ابی بن کعب کو امر فرمایا کہ ان کو قرآن پڑھاؤ۔ جب یہ لوگ واپس ہونے لگے تو آپ نے ان کو انعام مرحمت فرمایا جیسا کہ آپ کی عادت شریفہ تھی۔

وفد ازد ابو نعیم نے کتاب "معرفت الصحابہ" میں ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابو موسیٰ مدینی نے احمد بن الحواری کی حدیث روایت کی ہے کہ سوید بن حارث نے کہا کہ میری قوم کے سات آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو ہماری ہیئت اور علامتوں سے تعجب ہوا تو دریافت کیا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم مومن ہیں تو آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ ہر قول کی حقیقت ہوتی ہے تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کیا پندرہ چیزیں ہیں جن میں سے پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ آپ کے ایلچی نے ان کا امر کیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں۔ پانچ ایسی ہیں کہ جن پر عمل کرنے کو کہا، اور پانچ ایسی ہیں جن کو ترک کرنے کو کہا تھا کہ جن کو ہم نے زمانہ جاہلیت میں ترک کر دیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، پہلی پانچ کیا ہیں۔ عرض کیا وہ یہ ہیں۔

ایمان لائے ہم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے

رسولوں پر اس کی کتابوں پر اور آخرت کے دن پر

آپ نے فرمایا، دوسری پانچ کیا ہیں؟ عرض کیا وہ یہ ہیں:۔

لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کریں نماز ادا کریں، رمضان

کے روزہ رکھیں، حج کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔

آپ نے فرمایا تیسری پانچ کیا ہیں، عرض کیا، وہ یہ ہیں۔

کشادگی میں شکر، مصیبت میں صبر، رضا بالقضا،

سچ بولنا اور دشمنوں کی ہنسی سے بچنا

آپ نے فرمایا تم حکما اور علما رہو۔ تمہارے فقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم انبیا ہوتے (اگر نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی) پھر فرمایا، میں پانچ کا اضافہ کرتا ہوں، سب بیس ہو جائینگی

جس چیز کو تم کھاتے نہیں ہو اس کو جمع نہ کرنا، ایسا گھر نہ

بناؤ جس میں نہ رہ سکو۔ اور ایسی چیز میں آگے بڑھنے کی

کوشش نہ کرنا جس سے نیچے آجاؤ۔ اللہ سے ڈرو، جس کی

طرف تمھیں جانا ہے۔ اور آخرت میں کام آنے والے

اعمال پر سبقت کرو!

اس کے بعد یہ لوگ واپس آگئے۔

وفد بنی متفق امام احمد نے روایت کیا ہے کہ لقیط بن عامرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے ساتھی، نہیک بن عاصم بن مالک بن متفق تھے لقیط نے کہا کہ میں اور میرا ساتھی کہتے ہیں جس وقت ہم پہونچے تو آپ صبح کی نماز پڑھ چکے تھے اور خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

میں نے چار دن سے کچھ نہیں کہا ہے، آج سنو!

تم میں سے کسی کو اس کی قوم نے بھیجا ہے

لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے پھر فرمایا:

مجھ سے سوال ہوگا کہ میں نے تم تک بات پہونچائی یا

نہیں، سن لو! بیٹھ جاؤ۔

سب لوگ بیٹھ گئے، میں اور میرا ساتھی کھڑا رہا۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ ہر طرح ہماری طرف متوجہ ہیں تو میں نے کہا، کیا آپ کو علم غیب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ کی بقا کی قسم اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں تبلائیں (اور آپ نے پانچوں انگلیوں سے اشارہ کیا) میں نے عرض کیا، وہ کیا ہیں۔ موت کا علم، تم میں سے کس کی موت کب ہے؟ تم نہیں جانتے ہو۔ اور منی کا علم جب وہ رحم میں ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے تم نہیں جانتے کل کو کیا ہوگا؟ اور تم کیا کھاؤ گے؟ بارش کب ہوگی اور قیامت کا دن۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم وہی جانتے ہیں جو لوگ جانتے ہیں اور جو آپ تبلاتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تیرے رب کی بقا کی قسم، زمین پر کوئی چیز باقی نہ رہے گی سب ختم ہو جائیں گے۔ تیرا نبی بھی ختم ہو جائے گا۔ اور فرشتے بھی باقی نہ رہیں گے۔ تب تیرا رب زمین پر پھریگا۔ بلاد خالی ہو جائیں گے اُس وقت عرش کے پاس سے تیرا رب بارش کو بھیجے گا کہ سب قبریں پھٹ پڑینگی اور سب اُٹھ بیٹھیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول! پھر وہ ہمیں کیسے جمع کریگا جبکہ ہڈیاں بھی چورا چورا ہو جائینگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی بارش کے پڑتے ہی سب زندہ ہو جائیں گے۔ وہ قادر ہے کہ پانی میں سے بھی جمع کرلیگا۔ اور تم اس طرح کھڑے ہو جاؤ گے کہ اس کو دیکھتے ہو گے اور وہ تمہیں دیکھتا ہوگا۔ میں نے عرض کیا اور یہ کس طرح ہوگا یا رسول اللہ کہ پوری زمین بھری ہوگی اور ایک شخص ہمیں دیکھ رہا ہوگا اور ہم اسے۔ آپنے فرمایا: ......اسکی مثال ایسی ہے جیسے چاند اور سورج کو تم ایک ہی ساتھ دیکھتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہمارا رب ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریگا؟

تیرے رب کی بقا کی قسم وہ تم سب کو ایک بڑے میدان میں جمع کرے گا اور تم میں سے کوئی بھی اس سے نہ چھپ سکیگا، پھر تیرا رب ایک چلو پانی پھینکیگا کہ اس کے قطرہ سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا، اس کے لگتے ہی مومن کا چہرہ چمک اُٹھے گا اور کافر کا چہرہ سیاہ گوشت ہو جائے گا۔ پھر تمہارا نبی آئے گا اور دوزخ کے اوپر پل ہے۔ اس پر کوئے گزرے گا، نیک لوگ اس کے پیچھے گذر جائیں گے۔

اور دیکھو! تم اپنے نبی سے حوض پر ملو گے۔ جو بھی تم میں سے ہاتھ بڑھائیگا اس کے ہاتھ میں پانی کا پاک صاف پیالہ آجائے گا۔ اس دن چاند سورج نہ ہوں گے۔ ان کو تم نہ دیکھ سکو گے۔ میں نے عرض کیا پھر ہم کس طرح دیکھیں گے۔ فرمایا جیسے اب دیکھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا، کیا ہماری نیکی اور بدی کی جزا اور سزا ملے گی۔ فرمایا، نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا بدلہ صرف ایک گنا۔ اسی کے برابر۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوزخ اور جنت کیا ہے؟ فرمایا، تیرے رب کی بقا کی قسم، فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں، اور ہر دروازہ اتنا بڑا ہے کہ ایک سوار ستر سال تک چل سکے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازہ اتنا بڑا ہے کہ سوار ستر سال تک چل سکے۔ اور فرمایا جنت میں شہد کی نہریں اور شراب کی نہریں ہیں، ان کا پانی صاف ہے، نہ اس سے درد ہوتا ہے اور نہ ندامت ہوتی ہے اور ایک نہر دودھ کی ہے کہ اس کا مزہ نہیں بگڑتا، اور پھل ہیں، اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور تم ان سے لذت حاصل کرو گے جیسا کہ دنیا میں کرتے ہو۔ البتہ وہاں پیدائش نہ ہو گی لقیط نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں۔ آپ نے دست مبارک پھیلا دیا۔ اور فرمایا۔

"نماز کی ادائیگی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور یہ کہ شرک نہ کرو گے پر بیعت کرتا ہوں"

اس کے بعد ہم لوگ واپس آ گئے

یہ حدیث نہایت جلیل القدر اور عظیم الشان ہے اور ائمۂ حدیث نے اس کو قبول کیا ہے اور کسی نے اس کی اسناد میں کلام نہیں کیا، بلکہ قبول کے طور پر روایت کیا ہے

جنت میں ولادت

اس کے بعد علامہ نے حدیث کے لغات کی تشریح کی ہے ہم نے اس کو ترک کر دیا۔ اس کے بعد علامہ نے تحریر فرمایا ہے۔ ایک دوسری حدیث اور ہے، میرا خیال ہے کہ وہ بھی مسند ہے، اور اسلاف کی ایک جماعت نے جنت میں ولادت کو ثابت کیا ہے ان کے نزدیک ترمذیؒ کی حدیث دلیل ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مومن جب جنت میں ولادت کی خواہش کریگا تو اسی وقت حمل ہوگا اور ولادت ہوگی اور بچہ بڑا ہوگا جیسا کہ وہ چاہتا تھا۔ ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے، اسکو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ پہلی جماعت نے کہا ہے اس سے ولادت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ حدیث شرط کے ساتھ معلق ہے "اذا اشتہیٰ" جب خواہش کرے گا۔ لیکن جنت میں اسکو یہ خواہش ہی نہ ہوگی۔ یہ تاویل اسحٰق بن راہویہ کی ہے جنکو بخاری نے روایت کیا ہے اور اس مسلک کے علماء نے کہا ہے کہ جنت اعمال کی جزا کی جگہ ہے توالد یا پیدائش کی نہیں کیونکہ جنت میں خلود (ہمیشگی) ہے وہاں موت نہ آئیگی اگر پیدائش کو وہاں تسلیم کر لیا جائے تو اس میں دوام پایا جائیگا، کیونکہ وہاں موت نہیں آئیگی اور اس کے لئے دنیا ہی سب سے زیادہ مناسب ہے۔

دوسری جماعت نے اس کا جواب دیا ہے کہ جنت میں جو کچھ بھی ہوگا اس میں شک نہیں ہے محقق ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ایک مخلوق ایسی بھی داخل کرے گا جن کا کوئی عمل نہ ہوگا، جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے۔

ندوۃ المصنفین دہلی

ٹائیٹل مطبوعہ فائن پریس دہلی